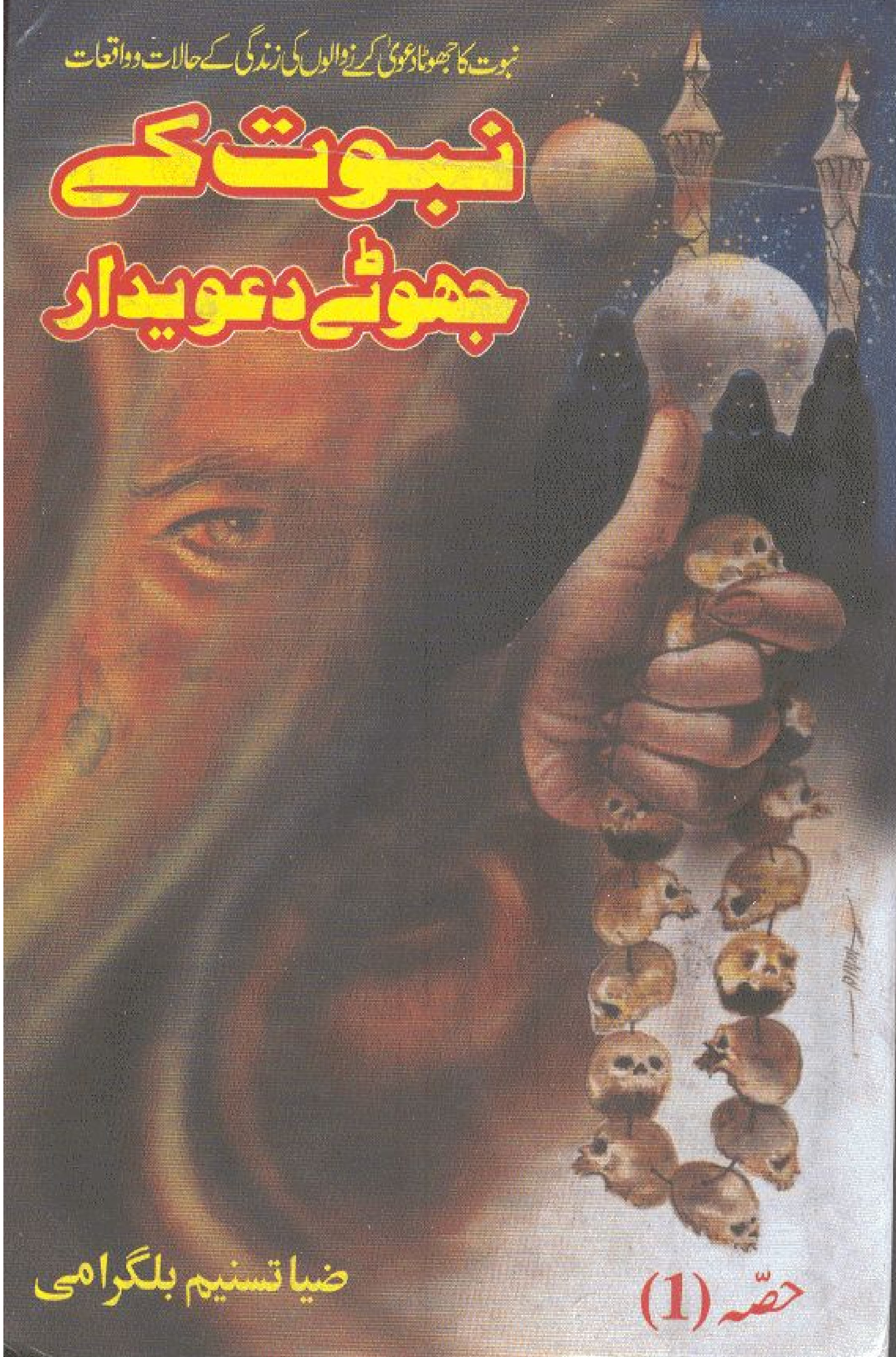


نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی زندگی کے حالات و واقعات
نبوت کے
جھوٹے دعویدار
ضیا تسنیم بلگرامی
حصّہ (1)

نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے کراہیت انگیز
حقیقی حالاتِ زندگی اور عبرت ناک انجام

ضیا تسنیم بلگرامی کے قلم سے

نبوت کے جھوٹے دعویدار

حصہ 1

ترتیب و پیشکش: عنبرین اعجاز

بار اوّل	2003
قیمت	150 روپے
ناشر	عنبرین اعجاز
آرٹسٹ	شاہد حسین
مطبوعہ	ابن حسن آفسٹ پریس ہاکی اسٹیڈیم - کراچی

اردو کمپوزنگ

اردو کمپوزرز 63-C فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

ناشر

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون نمبر: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

Email: kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: 63-C فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

فہرست

صفحہ نمبر

کتاب کے مطالعے سے پہلے

رسول مقبولؐ کی موجودگی میں کسی کو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی جرات نہیں ہوئی مگر آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت سنبھالتے ہی جھوٹے نبیوں کا ظہور شروع ہوگیا اور ان کے ماننے والے بھی ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہ خطرناک لوگ اسلام کی تباہی کے درپے تھے اور عرب کے طاقت ور قبائل ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہ معاملات سمجھانے بجھانے یا گفت و شنید سے طے نہیں کئے جاسکتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کے خلاف طاقت استعمال کی اور ان فتنوں کو اتنی سختی سے کچل دیا کہ جھوٹے نبی اپنے جملہ اثر و رسوخ کے ساتھ یکسر ختم ہوگئے۔ لیکن یہ فتنہ مختلف زمانوں، ملکوں اور قوموں میں کبھی کبھی ظہور پذیر ہوتا رہا یہ جھوٹے دعوے دار کبھی تو نبوت کا دعویٰ کرتے، کبھی اُن میں خدا حلول کر جاتا، کبھی یہ مسیح کا دعویٰ کرتے اور کبھی کبھی مہدی بن کے لوگوں کو ورغلاتے اور اپنے پیروان کی جماعت تیار کرلیتے۔

ان میں کچھ تو کہیں مقامی حیثیت میں فتنہ و فساد پھیلاتے اور کہیں اپنی مقامی حدود سے نکل کر دوسرے ملکوں اور قوموں میں جگہ بنالینے میں کامیاب ہوجاتے۔ یہ سب قرآن و حدیث کے حوالوں سے باتیں کرتے اور جھوٹی تاویلوں سے لوگوں کو ورغلا کے اپنا پیرو بنالیتے۔ ان سب میں بے جا خود نمائی کا فخر و غرور پایا جاتا تھا اور یہ ان کی بہترین دکانداری تھی۔ یہ لوگ خود تو کچھ بھی نہیں کرتے تھے مگر ان کے پاس اثر و اقتدار بادشاہوں جیسا ہوتا تھا۔ ان کے ماننے والے ان کے لئے کماتے تھے انہیں مالا مال کردیتے تھے اور ان کی ہر خواہش حتی الامکان پوری کی جاتی تھی اور دنیا کے یہ مکار لوگ اپنے ان جھوٹے دعوئوں کو دنیا کا بہترین کاروبار سمجھتے تھے۔ یہ بظاہر بہت سادگی پسند، نیکی اور زھد و تقوے کی زندگی گزارنے والے ہوتے تھے اور اپنی اسی شخصیت اور کردار کو اپنے ماننے والوں پر اثر انداز کرنے کے لئے کبھی کبھی نہایت سفاکانہ کارروائیاں کر گزرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے تو اپنے بیٹے کو اس گناہ کے جرم میں قتل کروادیا تھا کہ اُسے ساز اور موسیقی سے دلچسپی تھی۔ اس کا اپنے بیٹے کو قتل کردینے کے عمل کا اُس جھوٹے دعوے دار امام کے متابعین پر یہ اثر ہوا کہ اس کے ہزاروں فدائی پیدا ہوگئے اور ان فدائیوں کے ذریعے بڑے بڑے نامی گرامی مسلم مشاہیر کو قتل کروادیا گیا۔ ان مقتولوں کی تعداد تاریخ میں ایک سو اڑتالیس بتائی گئی ہے۔

ان میں بعض مہدویت کے ایسے دعوے دار بھی گزرے ہیں جن کے بارے میں یہ

کہا جاتا ہے کہ حال ان پر غالب آگیا تھا حالانکہ وہ طبعاً پرہیزگار تھے اور اپنے مہدویت کے دعوے کے ذریعے انہوں نے بہت سے مسلمانوں کی اصلاح کردی لیکن بات سچ اور جھوٹ کی اپنی جگہ باقی رہتی ہے۔ زمانے کے کچھ لوگوں نے وقتی طور پر انہیں مہدی مان تو لیا تھا لیکن ان کی مہدویت عارضی اور وقتی ثابت ہوئی اور زمانے نے ان کو نسیا منسیا کردیا اگر ان کے ماننے والے باقی بھی رہ گئے تو وہ اپنے عقائد دوسروں سے چھپاتے رہے اور اس چھپانے کا یہی مطلب لیا جائے گا کہ وہ خود بھی اسے اپنے لئے بھی فتنہ سمجھتے ہیں۔

انھی میں مہدی سوڈانی کو بھی شامل کرلیا گیا ہے ان کا نام محمد احمد تھا۔ انہوں نے اپنے دعوے مہدیت کے بل بوتے پر پانچ سال تک انگریزوں کو مسلسل شکستیں دیں اور ان کی مہدویت پر ایمان لانے والے درویش اپنی بے بضاعتی کے باوجود پانچ سال تک انگریزوں سے کامیاب جہاد کرتے رہے ۱۸۸۰ء کے بعد نہ تو مہدی سوڈانی کہیں نظر آئے گا اور نہ ان کے درویشوں کا بچا کھچا کوئی شخص ملے گا۔ وہ سب تاریخ پارینہ کا حصہ بن گئے۔ اسلام اور مسلمان آج بھی موجود ہیں اور ان کی تعداد ایک ارب تیس کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔

نبوت، مہدویت ، مسیحیت اور الوہیت کے جھوٹے دعوے داروں نے وقتی ، عارضی طور پر علاقائی حدود تک اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ باطل عقائد مسلمانوں کے دل و دماغ میں بھر دیئے گئے اور اسلام کی شکل مسخ کردینے کی کوششیں کی گئیں۔

یہ جھوٹے دعوے دار کبھی کبھی دوسری طاقت ور قوموں اور حکومتوں کے منشا اور اغراض کو پورا کرنے کے لئے ان سے پہنچنے والی مالی منفعت کے زیرِ اثر بھی وجود میں آئے۔ ان سب میں قدرِ مشترک یہ پائی جاتی ہے کہ یہ قرآن کو رد تو نہیں کرتے مگر قرآنی آیات کے معانی اور مطالب بدل کے اپنی دکان داری کو کامیابی سے چلانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ ان میں انتہائی منظم طریقوں سے کام کیا گیا ہے اور بعد میں ان کی جھوٹی جماعت میں جھوٹے کام کو فروغ دینے والے دنیا دار اور جاہ پرست عالم بھی پیدا ہوتے رہے اور وہ اپنے جھوٹ کے پرچار میں لگ گئے مگر رسول عربیؐ کے دین پر اُن کے حملے شدت سے ہوتے رہنے کے باوجود اسلام اپنی جگہ موجود ہے اور دن بدن فروغ پارہا ہے۔ اس سادہ اور فطری مذہب میں اتنی طاقت اور توانائی موجود ہے جو دوسروں کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔

دنیا بھر کے دوسرے مذاہب میں تبلیغی جماعتیں مسلسل کام کرتی رہی ہیں جب کہ ان کی کوششوں کے نتائج اتنے شاندار اور پائیدار نہیں نکلتے جتنے اسلام کے پیروکاروں میں اضافے کی شکل میں دنیا دیکھ بھی رہی ہے اور محسوس بھی کررہی ہے۔

نبوت، مهدویت اور الوهیت کے جهوٹے دعوے داروں نے بهی حالات کا سختی سے مقابله کیا اور اپنی جهوٹی روش پر قائم رهتے هوئے دوسروں کو متاثر کرنے کی منصوبه بندیاں بهی کیں مگر ان کے کام اور دعووں میں خلوص اور نیک نیتی نه هونے کی وجه سے ان کے ماننے والوں میں وه جذبه، وه اسپرٹ اور وه جنون پیدا نهیں هوسکا جو دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کا لازمی جزو سمجها جاتا هے۔ ان کے ماننے والے رسماً تو کام کرتے رهے مگر ان میں والهانه جذبه کبهی بهی پیدا نهیں هوسکا اور آخر کار دیکهنے میں یه آیا که وه بهی اپنی رسمی کارروائیوں سے عاجز اور دلبرداشته هوگئے اور توبه کرکے دائره اسلام میں داخل هوگئے۔

یه کتاب جو اس وقت آپ کے هاتهوں میں هے اس میں معروف اور غیر معروف جهوٹے دعوے داران نبوت کا تفصیل اور تسلسل سے ذکر کیا گیا هے۔ یه واقعات اور حالات کهیں ایك جگه آپ کو نهیں ملیں گے ان کی ترتیب و تدوین اور ضابطه تحریر میں لانے کے لئے بڑی عرق ریزی کی گئی هے۔ بظاهر اس کے بعض مضامین سے موجوده عهد کے بهی کچه لوگ خوش نهیں هوں گے اور ناراضی اور غصے کا اظهار بهی کریں گے مگر وه اس کا کهل کے دوسروں کے سامنے برملا اظهار نهیں کرسکیں گے کیونکه انهیں بهی اپنے عقائد کی سچائی کا یقین نهیں هے مگر آبائواجداد سے نسل در نسل جو عقائد انهیں ملے هیں انهیں چهوڑ دینا بهی ان کے بس کی بات نهیں هے ان کے لئے همارا مشوره هے که وه سنجیدگی سے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی کوشش کریں تو انهیں حق کا علم هوجائے گا اور باطل سے ان کا پیچها چهوٹ جائے گا ان کا یه عمل اُن کی نجات اُخروی کا سبب بن جائے گا۔

تقریباً چوده ساڑهے چوده صدیوں کی ان داستانوں میں آپ کو بهت کچه مل جائے گا اور آپ خود بهی ایسا شعور اپنی ذات میں محسوس کرنے لگیں گے که آپ کو ورغلانا مشکل هوگا۔ اب آپ هماری ان کوششوں میں اس طرح معاون و مددگار بن جائیں که اس کتاب کو خود بهی پڑهیں خاندان کے دوسرے لوگوں کو پڑهوائیں اپنے حلقه احباب و اثر میں اس کتاب کا ذکر کریں اور انهیں مطالعے کی دعوت دیں تاکه هماری یه کوشش توقع کے مطابق بار آور ثابت هو۔ یه کارِ خیر هے اور اس کارِ خیر میں آپ کی شمولیت هم سب کے لئے، الله نے چاها تو باعثِ برکت ثابت هوگی۔

ضیا تسنیم بلگرامی

❖❖❖❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

انسانی خمیر اٹھاتے وقت اس میں نیکی اور بدی دونوں متضاد عناصر کو شامل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد انسان کو عقل جیسی دولت سے سرفراز فرما کر خالقِ حقیقی نے یہ فیصلہ اس پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اچھائی یا برائی میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لے۔ نیکی اور اچھائی کی طرف رہنمائی کرنے اور برائی سے محفوظ رکھنے کے لئے باری تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و پیغمبر اس دنیا میں بھیجے جنھوں نے وحیِ الٰہی کی روشنی میں انسانی عقل کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔

ایک طرف تو رشد و ہدایت کا یہ متبرک سلسلہ جاری تھا اور دوسری طرف انسان اور انسانیت کا ازلی دشمن، شیطان لعین بھی اپنے پیروکاروں کے ہمراہ اس صراطِ مستقیم پر بیٹھا انسانیت کو بہکانے اور راہِ راست سے بھٹکانے کا موعودہ فرض پورا کرنے کی سعی میں مصروف تھا۔ شیطان کے یہ پیروکار مختلف روپ اور حیثیتوں میں عقلِ انسانی کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہے۔ ان میں سے کوئی شداد تھا تو کوئی ہامون، کسی نے سحر و جادو کا راستہ اختیار کیا تو سامری جادوگر بن کر قوم موسیٰؑ کو راہِ راست سے ہٹانے کی کوششیں کرنے لگا۔ کبھی فرعون اور نمرود دعوائے خدائی کر کے شیطان کے پیروکاروں میں شامل ہوئے تو کبھی ابولہب اور ابوجہل کی صورتوں میں شیطانی نمائندے خدا اور اس کے نبی ﷺ کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے، غرض یہ سلسلہ قرن ہا قرن سے جاری رہا۔

دینِ اسلام کی ہمہ گیریت اور مقبولیت کے باعث راہِ راست سے بھٹکنے والے چند مسلمان بھی اس راہ پر چل نکلے اور سلسلہ نبوت کے اُلوہی اعلانِ اختتام کے باوجود بھی نبوت کے دعوے کرتے رہے۔ یہ لوگ کون تھے اور ان کا مطمحِ نظر کیا تھا؟ ان کا انجام کیا ہوا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو نبوت کے ان جھوٹے دعویداروں کے حوالے سے لوگوں کے اذہان میں پیدا ہوتے رہے۔

چند سال قبل اردو زبان کے مقبول ترین ماہنامے سسپنس ڈائجسٹ کی مستقل مصنفہ محترمہ ضیا تسنیم بلگرامی نے انہی سوالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے بارے میں ایک سلسلہ سپردِ قلم کیا تھا جسے قارئین میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی تھی۔ ضیا تسنیم بلگرامی کے ان رشحاتِ قلم کو محفوظ کرنے کا خیال اس سلسلے کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث ہی پیدا ہوا۔ چناں چہ یہ مقبول سلسلہ یک جا کر کے ابتدائی طور پر کتابی صورت کے دو حصوں میں کتابیات پبلی کیشنز کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جب کہ اس سلسلے کے اور حصے بھی وقتاً فوقتاً شائع کئے جاتے رہیں گے کہ یہ سلسلہ کافی طویل ہے۔

امید ہے عام قارئین کے علاوہ یہ کتاب تاریخ کے طلبہ کے لئے عمومی طور پر اور تاریخِ اسلام کے طلبہ میں خصوصی طور پر مقبولیت حاصل کرے گی۔

عنبرین اعجاز

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں یہ شخص مرتد ہوگیا اور نبوت کا دعویٰ کردیا۔ پورے یمن پر قابض ہونے کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کیا اور اپنوں ہی کو اپنا دشمن بنالیا۔ اخلاقیات سے عاری، عیار اور چالاک کاذب کے حالات زندگی۔ وہ وحی اور الہام کا مدعی تھا مگر اس کے گھر میں اس کے خلاف جو سازشیں ہورہی تھیں، ان سے وہ بالکل لاعلم رہا۔ فرشتوں کی آمد کے دعوے دار کی بے خبری پر اس کے ساتھی اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک ہنگامہ پرور اور ہنگامہ خیز جھوٹے مدعی نبوت کے دلچسپ حالات اور واقعات۔

مضمون کے مآخذ

الکامل ابن اثیر	فتوح البلدان	تاریخ ابن خلدون	تاریخ طبری
ابن اثیر	احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری	علامہ ابن خلدون	امام طبری

اسود عنسی

رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے ظاہر ہوا اور ۶۳۲ء میں قتل کردیا گیا۔

یمن کے ایک گاؤں کہف خار میں عنس نامی قبیلہ یوں تو کوئی خاص شہرت نہیں رکھتا تھا لیکن اس کے ایک فرد نے اس قبیلہ کو ایسی بدشہرت بخشی کہ قیامت تک لوگ اسے یاد رکھیں گے کیونکہ اسی قبیلہ میں عیہلہ بن کعب بن عوف عنسی پیدا ہوا تھا۔ چونکہ اس کا رنگ کالا تھا اس لئے لوگ اس کو اسود عنسی کہتے تھے اور اس کا یہی نام تاریخ میں امر ہوگیا' بالکل عزازیل کی طرح جو معلم الملکوت تھا' جو حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہِ ایزدی ہوا اور ابلیس قرار پایا اور عوام الناس میں شیطان کہلایا۔ اسود عنسی اور شیطان میں یہی قدریں مشترک ہیں کہ شیطان نے اللہ کا حکم نہیں مانا تھا اس لیے ذلیل و خوار ہوا اور اسود عنسی اسلام قبول کرنے کے بعد نہ صرف مرتد ہوا بلکہ خود نبی بن بیٹھا اور یہ جسارت اس وقت کی جب کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں موجود تھے۔

اسود عنسی اپنے علم' شعبدہ گری اور کہانت میں بہت مشہور تھا۔ باتوں میں مٹھاس تھی اور اس کے اوصاف تحمل اور بردباری خاص شہرت رکھتے تھے۔ وہ ہروقت عمامہ سر پر باندھے اور جسم کو چادر میں چھپائے رکھتا تھا۔ اس کی اسی حالت کے پیشِ نظر لوگ اسے ذوالخمار (اوڑھنی والا) کہتے تھے۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا مگر اس کے ارادے کچھ اور تھے۔ وہ کسی مناسب موقع کا منتظر تھا۔ لوگ اس کے ارادوں سے لاعلم تھے۔ اس لیے کبھی اس کی حرکات و سکنات پر بھی نظر نہ رکھتے تھے کیونکہ اس قسم کے لوگ اعلیٰ درجے کے منصوبے باز ہوتے ہیں' یہ اسود عنسی بھی ایک اچھا منصوبے باز تھا۔

یمن کا قبیلہ مذحج ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس کی بہت سی شاخیں تھیں قبیلہ عنس بھی اسی کی ایک شاخ

تھا۔ اسود عنسی کو خوب اندازہ تھا کہ وہ جب کبھی بھی کوئی غیر معمولی دعویٰ کرے گا اور اس وقت اگر وہ اپنے قبیلے کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو قبائلی عصبیت اپنا کام کرے گی قبیلے کے لوگ اس پر فخر کرنے لگیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے۔

لوگوں کو گمراہ کرنے اور بے وقوف بنانے کی جو تجاویز اس کے ذہن میں تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ قرآن پاک کے مقابلے میں کچھ سورتیں اور آیتیں وضع کرے اور انھیں اپنے قبیلے کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ اسی طرح سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اس کے ذہن میں دوسرا منصوبہ زیادہ عجیب و غریب تھا۔ وہ اپنے قبیلے کے جاہلوں کی نفسیات سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس کے قبیلے کے جاہلوں کے سامنے کوئی عجیب و غریب کارنامہ دکھایا جائے۔ ایک ایسا کارنامہ جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو تو یہ کارنامہ ان کے دل و دماغ پر ایسا چھا جائے گا کہ پھر کوئی اسے ان کے دل و دماغ سے محو نہ کر سکے گا۔

اپنے اس منصوبے کے لیے اس نے اپنے گدھے کو تربیت دینی شروع کر دی۔ وہ گدھے کو سدھانے لگا۔ اس نے گدھے کو سجدہ کرنا سکھایا' جب وہ گدھے کو حکم دیتا کہ سجدہ کر تو وہ سربہ سجود ہو جاتا۔ اس ایک حکم کی تعمیل کو خوگر بنانے میں اس کے کئی ماہ ضائع ہو گئے۔ جب وہ اس میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اپنے گدھے کو بیٹھ جانے کا خوگر بنایا۔ جب وہ اس میں بھی کامیاب ہو گیا تو اس نے حکماً کھڑے ہونے کا عادی بنانا شروع کر دیا اور اس کام میں بھی اس کے کئی مہینے برباد ہو گئے اور سب سے زیادہ وقت گدھے کو دو پیروں پر کھڑے ہو جانے کا عادی بنانے میں صرف کرنا پڑا۔ ان کاموں میں اس کے کئی سال ضائع ہو گئے اور یہ ساری کوششیں قبیلے کے لوگوں سے چھپ کر کی جا رہی تھیں۔ مضبوط قوت ارادی کا یہ شخص کسی ایسے موقع کا منتظر تھا جب مسلمان کسی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہوں اور انھیں اپنا ہوش نہ ہو تو وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنا کام شروع کر دے۔ اسے خوب معلوم تھا کہ وہ اپنے قبیلے کو بہت جلد قائل کر لے گا۔ اس کے بعد اپنے حلیف قبائل کو رام کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح پورا یمن اس کے حلقہ اثر میں آ جائے گا۔ قبیلے کے لوگ اس کے پاس اپنے مسائل اور معاملات لے کر آتے تھے اور یہ انھیں بہت آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ تحمل' بردباری اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ لوگ نہایت بے تکلفی سے اس کے پاس آتے' باتیں کرتے' زیادتیاں اور گستاخیاں کرتے مگر اسود عنسی کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں تک نہ پڑتیں۔ اس کی خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ یہ اپنے قبیلے کے نادار لوگوں میں بے تکلفی سے بیٹھ جاتا اور ان سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق باتیں کرتا رہتا۔

یہ دوسروں کے متعلق جو پیش گوئیاں کرتا تھا ان میں اکثر سچ نکلتیں اور جو پوری نہ ہوتیں ان کے لیے ایسی خوبصورت تاویلیں اور وضاحتیں پیش کرتا کہ لوگ اس کے قائل ہو جاتے۔ یہ سلسلہ سالوں جاری رہا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع ادا فرما کے مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے۔ یہیں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناسازی طبع کا آغاز ہوتا ہے۔ منافقین موقع کی تاک میں تھے۔ انھوں نے عجیب و غریب افواہیں پھیلانی شروع کر دیں۔ یہ افواہیں مدینہ سے نکل کر دور دور تک پھیل گئیں اور یہ افواہیں جس طرح مدینے سے نکلتی تھیں دوسرے شہروں تک پہنچتے پہنچتے خاصی بدل جاتی تھیں۔ ان میں عجیب و غریب تبدیلیاں اور اضافے ہو جاتے تھے۔

یہ افواہیں چونکہ اسلام کے خلاف ہوا کرتی تھیں اس لیے اسلام کے بدخواہ ان میں نمک مرچ لگا کر آگے بڑھا دیتے تھے۔

جب آپؐ کی ناسازی طبع کی خبریں منافقوں کے ذریعے یمن تک پہنچیں تو ان کا یمن میں یہ تاثر لیا گیا گویا اب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی میں موجود نہیں ہیں۔

اسود عنسی کے لیے یہ وہی وقت تھا جس کا وہ ایک عرصے سے منتظر تھا۔ اب اس نے آہستہ آہستہ اپنا کام شروع کر دیا اور اپنے قبیلے کو یہ باور کرایا کہ نبوت اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے اور اس میں ایک نبی کی ساری خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ اپنے قبیلے والوں کو بتا رہا تھا کہ جو انکسار' تحمل اور بردباری خدا نے اس کی ذات میں ودیعت کی ہیں وہ کسی اور میں نہیں ملیں گی' آج اس کا ہم پلہ دوسرا کوئی شخص نہیں نظر آتا۔

اس کے قبیلے کے لوگ اسود عنسی کی باتوں سے اس لیے بہت خوش ہوئے کہ ان میں ایک نبی پیدا ہو گیا تھا جو ان کے قبیلے کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا تھا لیکن اس خوشی اور فخر کے باوجود انھیں اب بھی اپنے نبی میں ان خصوصیات کی جستجو تھی جن سے وہ اسود عنسی کی نبوت کے قائل ہو جاتے۔ انھوں نے تخلیے میں اسود عنسی سے معجزات کا مطالبہ کیا اور کہا "ہم قبیلہ ہونے کی وجہ سے ہم تیری نبوت کا اقرار کر لیں گے مگر ہم دوسرے قبیلے کے لوگوں کو کس طرح قائل کریں گے؟"

اسود عنسی نے نہایت باوقار لہجے میں کہا "بس! اتنی سی بات۔ اگر میری نبوت کے سلسلے میں تم لوگ مجھ سے معجزات کے خواہاں ہو تو میرے لیے یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور مکان کے اس حصے میں چلا گیا جہاں اس کا سدھایا ہوا گدھا

بندھا رہتا تھا۔

یہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو گدھے کے سامنے لے گیا اور لوگوں سے پوچھا "اس بے زبان کے بارے میں کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ہم انسانوں کی زبان سمجھتا ہو گا؟"

قبیلے کے لوگوں نے نفی میں گردنیں ہلائیں اور کہا "یہ جانور ہماری زبان کیا سمجھے گا۔"

اسود عنسی نے کہا "لیکن ایک نبی کو یہ اختیار اور قدرت عطا کی گئی ہے کہ وہ ایک دیوار کو بھی اپنی زبان کی معنی آفرینی سے سرفراز کر سکتا ہے۔ یہ گدھا تو پھر بھی جاندار ہے۔ میں اس کو بولنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ میں اپنی زبان کے معانی و مطالب اور مفاہیم اس جانور میں منتقل کر سکتا ہوں۔"

لوگ حیرت سے اس کی باتیں سن رہے تھے مگر انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ ان کا نبی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہی ہو گا۔ ڈرتے ڈرتے پوچھا "اگر آپ کے پاس ایسا کوئی معجزہ ہے تو ضرور دکھائیں۔"

اسود عنسی نے اچانک گدھے کو حکم دیا "اے گدھے! اپنے خدا کو سجدہ کر۔"

یہ تربیت یافتہ اور سدھایا ہوا گدھا ایک دم سجدے میں چلا گیا اور دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔

اسود عنسی نے اپنے قبیلے کے لوگوں سے کہا "یہ اس وقت تک سجدے میں پڑا رہے گا جب تک میں اس کو سجدے سے اٹھنے کا حکم نہیں دوں گا۔"

قبیلے کے لوگوں نے درخواست کی "گدھے کو اٹھنے کا حکم دیا جائے۔"

اسود عنسی نے گدھے کو حکم دیا "اٹھ جا۔"

گدھا یک بارگی سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ باتیں انتہائی حیرت انگیز اور عقل سے ماورا نظر آئیں اور وہ بڑی حد تک اسود عنسی کے اس کرشمے کو اس کا معجزہ سمجھنے لگے۔ اب ان لوگوں کو مزید معجزے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ پوچھا "جناب! ہم لوگ تو آپ پر ایمان لے آئے اس لیے مناسب ہو گا کہ اپنا کوئی اور معجزہ دکھائیں۔"

اسود عنسی نے گدھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "گستاخ! تو دو پیروں پر کھڑا ہو جا۔"

گدھے نے دو پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی زبان فہمی کا ثبوت دیا۔

لوگ اسود عنسی کی نبوت کے قائل ہوتے چلے گئے۔ اب انہیں کسی دوسرے معجزے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ ہر طرف سرگوشیوں میں باتیں ہو رہی تھیں۔ انہیں یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کے قبیلے میں بھی ایک نبی پیدا ہو چکا ہے اور اب انہیں کسی اور قبیلے کے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔

یہ کرشمے دکھا کر اسود عنسی اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور پوچھا "اب تمہیں اپنے قبیلے والوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ میں نبی ہوں اور میں نے تمہیں محیر العقول معجزے بھی دکھا دیے ہیں۔ تم لوگ اگر میری نبوت کو صرف قبیلہ مذحج میں پھیلا دو تو میں تم سب کو اس بلند مقام پر فائز کر دوں گا جہاں اس سے پہلے عرب نہیں پہنچ سکے تھے۔"

ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ وہ وہی سب کچھ کریں گے جو ان کا نبی انہیں حکم دے گا۔

اسود عنسی نے کہا "تب پھر تم لوگ قبیلہ مذحج کی تمام شاخوں میں پھیل جاؤ اور میرے بارے میں لوگوں کو بتاؤ کہ میں نبی ہوں اور تمہیں سرفرازی عطا کرنے آیا ہوں۔"

یہ لوگ اپنے وعدے کے مطابق اسود عنسی کی نبوت کی تبلیغ کرنے لگے۔

اب جو لوگ اسود عنسی سے واقف نہیں تھے اور انہوں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی، انہیں اشتیاق پیدا ہوا کہ وہ اس عجیب و غریب شخص کو قریب سے دیکھیں، اس سے باتیں کریں اور اگر ہو سکے تو اس سے مزید معجزات طلب کریں۔

اسود عنسی انسانی نفسیات کے اس راز سے بھی واقف تھا کہ اگر اس کے جیسے لوگ، لوگوں سے دور نہیں رہیں گے تو اپنی عزت، اپنا احترام اور اپنی وقعت کھو بیٹھیں گے۔ چنانچہ اس نے خود کو دوسروں سے دور رہنے کا عادی بنایا۔ اب وہ لوگوں سے بہت کم ملتا تھا۔ وہ اپنی شخصیت کو پراسرار بنانا چاہتا تھا تاکہ لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں اور وہ انہیں نظر نہ آئے۔ لوگوں کی آتش شوق بھڑکتی رہے اور وہ اپنے قبیلے، علاقے اور صوبے میں ایک عجیب سی پراسرار شخصیت بن کر رہ جائے۔

مدینہ منورہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن موجود ہیں اور آپ ؐ کو ان کنگنوں سے نفرت اور کراہیت محسوس ہو رہی ہے۔ آپ ؐ نے اپنا یہ خواب اپنے صحابیوں کے سامنے بیان کیا۔ ہر کوئی اس خواب کی تعبیر جاننے کے لیے بے چین تھا مگر کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ان دو سونے کے کنگنوں سے کیا مراد ہے؟ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے ان دونوں کنگنوں کو نفرت سے دیکھا تو یہ معدوم ہو گئے" جس کا یہ واضح مطلب ہے کہ اسلام کے خلاف ایک فتنہ یمن سے اٹھے گا، اسود عنسی اس فتنے کا سبب ہو گا اور دوسرا فتنہ مسلیمہ کذاب یمامی کی طرف سے اٹھے گا اور بالآخر دونوں ہلاک کر دیے جائیں گے۔"

✪☆✪

یہ ان دنوں کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بادشاہوں کے نام خطوط

جاری فرمائے تھے۔ انہیں اللہ اور اس کے آخری رسولؐ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تھی۔

ایران کے خسرو پرویز نے آپؐ کے نامہ مبارک کو پھاڑ کر اپنے پیچھے پھینک دیا تھا۔ ان دنوں یمن ایران کی عمل داری میں تھا اور شاہِ ایران کی طرف سے باذان گورنری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ شاہِ ایران نے اپنے گورنر باذان کو حکم دیا تھا کہ وہ عرب کے اس دعویدارِ نبوت کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیج دے۔

باذان نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔

اس وقت آپؐ نے یہ فرمایا تھا "جس طرح اس نے میرے نامہ کے پرزے پرزے کیے ہیں اسی طرح اللہ اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

بعد میں یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ باذان نے اسلام قبول کر لیا تو آپؐ نے یمن کی حکومت باذان کے حوالے کر دی۔ جب باذان کا انتقال ہو گیا تو یمن کو گیارہ افراد کے دستِ اختیار میں دے دیا گیا۔ صنعا کی حکومت باذان کے بیٹے شہر کو عطا ہوئی۔ اور نجران پر عمرو بن حزم کو حاکم مقرر فرمایا۔ نجران اور زبید کا درمیانی علاقہ خالد بن سعید کو تفویض ہوا۔ ہمدان عامر بن شہر کو دیا گیا۔ طاہر بن ابوہالہ ملک اور اشعریوں کے والی بنائے گئے۔ ابوموسیٰ کو مارب کی اور فروہ بن مسیک کو مراد کی امارت پر سرفراز فرمایا گیا۔ جند کی سرداری یعلی بن امیہ کے زیر فرمان دی گئی۔ حضرِ موت پر لبید انصاری کو حاکم بنایا گیا۔ سکاسک اور سکون پر عکاشہ بن ثور کو عامل مقرر فرمایا اور بنو معاویہ بن کندہ پر مہاجر کا عامل مقرر فرمایا گیا۔

لیکن مہاجر ابھی فرمانِ امارت لے کر روانہ بھی نہ ہوئے تھے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت سخت علیل ہو گئی اس لئے ان کا جانا ملتوی ہو گیا پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مہاجر نے حکومت سنبھالی۔

اسود عنسی کے دعوائے نبوت کے وقت یمن کی جو سیاسی صورت حال تھی اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ اسود عنسی کے آدمیوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ مذحج کے قبائل اس پر ایمان لے آئے جس سے اسود عنسی کو جنگ و جدل کے لوگ میسر آ گئے۔ اس نے سب سے پہلے نجران اور اس کے آس پاس کے علاقے کو اپنا نشانہ بنایا اور بہت جلد عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو وہاں حکومت سے بے دخل کر دیا۔

خوش قسمتی سے اسود عنسی کو قیس بن عبد یغوث مرادی جیسا لائق وزیر اور سپہ سالار میسر آ گیا تھا۔ قیس مرادی کے قبائل پر فروہ بن مسیک کی حکومت تھی۔ یہاں کے لوگوں نے قیس کا ساتھ دیا اور

اسود عنسی کی حکومت کچھ اور وسیع ہو گئی۔

اب اسود عنسی نے صنعا کا رخ کیا۔ شہر بن باذان نے اس کا مقابلہ کیا مگر اسود عنسی کو شکست دینے میں ناکام رہا اور شہید ہونے والے مسلمانوں میں شہر بن باذان کی لاش بھی پائی گئی۔

ان دنوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ صنعا میں موجود تھے۔ صنعا کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حضرت معاذؓ سکون میں ٹھہر گئے اور اکثریت نے صنعا کی پہاڑیوں میں پناہ حاصل کی۔ ان پناہ لینے والوں میں اسود عنسی کے قبیلے کے وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں اسود عنسی کی نبوت سے انکار تھا اور وہ بدستور اسلام پر قائم تھے۔

اسود عنسی کی کامیابیوں کا یہ عالم تھا کہ وہ بہت جلد شرقاً غرباً صحرائے حضرموت سے طائف تک کا مالک بن گیا۔ شمال میں بحرین سے احسا تک کا علاقہ زیر تسلط آ گیا اور جنوب میں عدن بھی اس کے قبضے میں چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اسود عنسی کی حکومت ملک کے طول و عرض میں اتنی تیزی سے پھیل رہی تھی جس طرح آگ گھاس پھوس کی آبادی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آناً فاناً پہنچ جاتی ہے۔

اسود عنسی کی ان کامیابیوں کی وجہ سے بہت سے کمزور ایمان والے مسلمان اسلام سے منحرف ہو گئے اور اسود عنسی کی جھوٹی نبوت پر ایمان لے آئے تھے۔

عمرو بن حزم اور خالد بن سعید مدینہ منورہ پہنچے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سارے دل خراش واقعات سے مطلع کیا۔ عمرو بن معدیکرب، خالد بن سعید کی مجلس شوریٰ کا رکن تھا۔ اس نے موقع غنیمت دیکھا۔ اسے مجلس شوریٰ کا محض ایک رکن ہونا پسند نہ تھا چنانچہ اس نے خفیہ اسود عنسی کو پیغام بھیجا کہ اگر تو مجھے اپنا نائب مقرر کر دے تو میں تیری نبوت پر ایمان لے آؤں گا اور اسلامی لبادہ اتار کر پھینک دوں گا۔

اسود عنسی نے اسی وقت عمرو بن معدیکرب کو اپنا نائب مقرر کر دیا اور یہ مرتد ہو کر اسود عنسی کے پاس پہنچ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ اس صورت حال سے ذرا بھی نہ گھبرائے اور وہ جس علاقے میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں موقع اور مصلحت کے پیش نظر شادی کر لی۔ عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنے داماد کے پشت پناہ بن جاتے تھے اس طرح حضرت معاذ بن جبلؓ خود بھی محفوظ ہو گئے اور اسلام کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔

اسود عنسی نے صنعا کے محل کو اپنی رہائش کے لیے پسند کیا اور صنعا کے مقتول حاکم شہر بن باذان کی خوبصورت بیوہ کو اپنے قبضے میں کیا۔ اسے مقتول حاکم کی بیوہ بے حد پسند آگئی تھی۔ وہ اس کے عشق کا دم بھرنے لگا۔ بیوہ کا نام آزاد تھا۔ آزاد کے ساتھ اس کے دو چچا زاد بھائی فیروز ویلمی اور حشنس ویلمی بھی رہتے تھے۔ یہ دونوں مسلمان تھے اور دونوں ہی آزاد کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ دونوں ہی نہایت صحت مند اور طاقت ور تھے۔ شاید عام حالات میں اسود عنسی ان دونوں سے بری طرح پیش آتا اور ان پر سختی بھی کرتا۔ انہیں اپنی نبوت پر ایمان لانے پر مجبور بھی کر سکتا تھا لیکن بیوہ آزاد کے عشق نے اسود عنسی کو کسی قدر بے بس اور مجبور کر دیا تھا۔ یہ دونوں بھائی محل میں آزادی سے آتے جاتے رہتے تھے۔

جب سے یمن کے بڑے حصے پر اسود عنسی کا قبضہ ہو گیا تھا اس میں رعونت آگئی تھی اور وہ اپنے خاص خاص آدمیوں کو بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ اگر یہ خاص آدمی اسود عنسی سے ملاقات کر بھی لیتے تھے تو یہ ملاقات سرسری ہوتی تھی اور انہیں نئے احکامات دے کر رخصت کر دیا جاتا تھا۔

اسود عنسی کا وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی بھی اسود عنسی کے تکبر اور رعونت کا شکار ہوا۔ قیس مرادی کو یہ زعم تھا کہ اس نے اسود عنسی کو اپنی قائدانہ اور سپاہیانہ صلاحیتوں سے کام لے کر تقریباً پورے یمن کا مالک بنا دیا تھا اور اسود عنسی کا یہ حال تھا کہ اس کے پاس قیس مرادی کی ملاقات کرنے کا وقت تک نہ تھا۔ دل میں غبار اور بخار جمع ہوتا رہا اور اس کے اظہار کے لیے کوئی مناسب شخص بھی نہیں مل رہا تھا۔ طبیعت اندر سے گھٹتی رہی اور دماغ ہر روز ایک عجیب سے بوجھ کی وجہ سے تھکا تھکا سا رہنے لگا۔ اس نے پورے صنعا میں صرف دو نوجوانوں کو دوسروں سے مختلف محسوس کیا تھا۔ یہ دو نوجوان تھے فیروز ویلمی اور حشنس ویلمی۔ یہ دونوں چپ چپ رہتے تھے اور باتیں بہت کم کرتے تھے۔

قیس مرادی نے دیکھا کہ وہ خود صنعا کے محل میں بیٹھا اسود عنسی کی طلبی کا منتظر ہے اور دونوں ویلمی آزادی سے اندر باہر آ جا رہے ہیں۔ قیس مرادی خود کو ان دونوں سے کم تر اور حقیر محسوس کرنے لگا تھا۔ جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو فیروز ویلمی نے ایک روز قیس مرادی سے پوچھا "کیا معاملہ ہے۔ آپ کی اسود عنسی سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

قیس مرادی نے نہایت بددلی اور کراہیت سے جواب دیا "معلوم نہیں کیا بات ہے کہ اب اپنے نبی کے دل میں میری پہلی جیسی وقعت نہیں رہی۔"

فیروز ویلمی نے قیس مرادی کے اس کرب کو ٹھیک ٹھاک محسوس کر لیا جو اس کے دل میں لاوے

کی طرح ابل رہا تھا اور کسی بھی لمحہ پھٹنے والا تھا۔ اس نے ہلکی سی چوٹ لگائی اور کہا "اب تمہارا نبی پورے یمن کا حکمران بھی ہو گیا ہے اور حکمرانوں کے پاس اپنے ادنیٰ کارکنوں کے لیے وقت نہیں ہوتا۔"

قیس مرادی تلملا گیا اور غصے میں کہا "کیا کہا؟ ادنیٰ کارکن! جناب یہ میں ہوں قیس بن عبدالغوث مرادی جس نے اسود عنسی کو تقریباً پورے یمن کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر اس کے باوجود میں ادنیٰ کارکن ہوں تو مجھے سب کام چھوڑ کر ادنیٰ کارکن بن کر ہی رہنا چاہیے۔"

یہ دونوں باتوں میں مشغول تھے کہ حشنس ویلمی بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔

حشنس ویلمی نے پوچھا "کوئی خاص بات ہو رہی تھی؟"

فیروز ویلمی نے کہا "اس عظیم شخص کو دیکھو جس کی شجاعت اور ماہرانہ قیادت نے اسود عنسی کو تقریباً پورے یمن کا مالک بنا دیا ہے۔ آج اس غریب کو اپنے آقا سے ملنے کے لیے گھنٹوں طلبی کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔"

اب قیس مرادی بھی پھٹ گیا۔ "معلوم نہیں یہ کیسا نبی ہے کہ حاکم بنتے ہی حلم، بردباری اور انکسار اس سے چھن گیا ہے اور یہ شخص محض حکمران بن کر رہ گیا ہے۔"

فیروز ویلمی نے آہستہ سے کہا "موقع پرست ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

حشنس ویلمی نے اسود عنسی پر بداخلاقی کا الزام لگایا "اس شخص کی اخلاقی پستی کا یہ حال ہے کہ اس نے میری بہن آزاد کو بغیر نکاح کے ڈال رکھا ہے۔"

قیس مرادی نے پوچھا "کیا اس نے تمہاری بہن سے نکاح نہیں کیا؟"

فیروز ویلمی نے جواب دیا "نہیں۔ ایک طرف تو وہ نبی ہونے کا دعویدار ہے۔ دوسری طرف اسے محرمات کا کوئی احساس نہیں۔ ایک نبوت کے دعویدار کے لیے اس سے زیادہ شرمناک اور اخلاقی پستی کی دوسری کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی عورت کو نکاح کے بغیر استعمال کرے۔"

قیس مرادی نے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے کہا "تم دونوں مجھ سے کہیں اور ملو پھر ہم اس موضوع پر آزادی سے بات کریں گے۔"

فیروز ویلمی نے کہا "ٹھیک ہے لیکن ہم سے جہاں کہیں بھی ملنا اپنے ذہن میں یہ رکھ کر ملنا کہ ہم دونوں اب بھی مسلمان ہیں اور تم اسود عنسی کے سلسلے میں ہم سے آزادی سے بات کر سکتے ہو۔"

دونوں وہاں سے ہٹ گئے اور کچھ ہی دیر بعد قیس مرادی کا بلاوا آگیا۔ اس کو اسود عنسی نے محل کے اندر طلب کر لیا تھا۔ اسود عنسی کھجور کی چھال کا گاؤ تکیہ لگائے ایک شاندار غالیچے پر بیٹھا ہوا تھا۔

قیس مرادی اس کے سامنے ادب سے کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے عاجزی سے شکایت کی "آج تو مجھے کچھ زیادہ ہی انتظار کرنا پڑا۔"

اسود عنسی نے اس سے یہ بھی نہیں کہا کہ "وہ بیٹھ جائے۔" نہایت نخوت سے کہا "ایک نبی کو تو کیا سمجھتا ہے؟ میرے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہتا ہے۔ کبھی انسان میرا پیچھا نہیں چھوڑتے اور کبھی موکل مجھے مصروف رکھتے ہیں۔ اس کے بعد وقت ملتا ہے تو تم لوگوں کو اذنِ باریابی عطا ہو جاتا ہے۔"

قیس مرادی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "کیا اس وقت بھی یہاں کوئی موجود تھا جو مجھے انتظار کرنا پڑا؟"

اسود عنسی نے جواب دیا "ہاں ایک موکل میرے پاس بیٹھا مجھے یہ بتا رہا تھا کہ تو میرے دشمنوں سے سازباز کر رہا ہے۔ اسی نے مجھ کو مشورہ دیا ہے کہ میں تجھ کو قید خانے میں ڈلوا دوں۔"

قیس مرادی جھوٹی قسمیں کھانے لگا اور عرض کیا "معلوم نہیں یہ کیسا موکل تھا جس نے آپ کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی۔ جس دن سے میں آپ کی نبوت پر ایمان لایا ہوں میرے دل میں یہ خواہش پرورش پا رہی ہے کہ اللہ وہ دن جلد لائے جب میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔"

اسود عنسی نے پوچھا "ابھی کچھ دیر پہلے تو فیروز اور جشنس سے کیا باتیں کر رہا تھا؟"

قیس مرادی نے جواب دیا "ان دونوں نے مجھے انتظار کرتے دیکھا تو اخلاقاً میرے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔"

اسود عنسی نے پوچھا "وہ تجھ سے کس قسم کی باتیں کر رہے تھے؟"

قیس مرادی نے جواب دیا "وہ دونوں مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ بہت مصروف ہو گئے ہیں۔ آپ کو ایک طرف دنیاوی معاملات دیکھنا پڑتے ہیں اور دوسری طرف موکلین سے رجوع ہونا پڑتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کے لیے ہم جیسے ادنٰی کارکنوں کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

اسود عنسی نے طنزاً کہا "لیکن اس کے باوجود، میرے موکل کا تیرے لیے یہی مشورہ ہے کہ تجھے قید کر دیا جائے۔"

قیس مرادی نے اپنا سر اسود عنسی کے قدموں میں رکھ دیا اور کہا "اگر آپ مجھ سے ناراض ہیں اور آپ کو میرے ایمان پر شبہ ہے تو آپ مجھے قید کرنے کے بجائے اسی وقت قتل کروا دیں۔ میں آپ کی

برہمی اور ناراضگی کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

اسود عنسی کچھ دیر قیس مرادی کو دیکھتا رہا۔ آخر آگے بڑھ کر اسے اٹھایا اور اپنے سامنے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

جب قیس مرادی اس کے سامنے بیٹھ گیا تو اس نے دیکھا کہ قیس مرادی آنسوؤں سے رو رہا ہے۔

اسود عنسی نے کہا "اس وقت تو تُو اپنے گھر جا، میں کچھ دیر بعد اپنے موکل کو طلب کروں گا اور اس سے پوچھوں گا کہ اس نے تیرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ کس حد تک درست ہے یا میرے موکل سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔"

قیس مرادی نے غنیمت جانا کہ وہ اسی وقت اپنے گھر چلا جائے۔ وہ اٹھا اور آہستہ آہستہ محل سے نکل کر اپنے گھر چلا گیا لیکن راستے بھر یہی سوچتا رہا کہ اب اسود عنسی کی نیت اس کے بارے میں اچھی نہیں ہے وہ کسی بھی وقت قیس مرادی کو قتل کروا سکتا ہے۔

دوسری طرف فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہے تھے کہ اسود عنسی کا سب سے لائق اور تجربہ کار وزیر اور سپہ سالار، اسود عنسی کے خلاف ہو گیا ہے اور یہ دونوں قیس مرادی کی رنجشوں اور بدگمانیوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صنعا میں ابھی تک جو مسلمان موجود تھے وہ بظاہر خاموش تھے اور ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے وقت اور حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے مگر یہاں کے مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اسود عنسی کا لائق وزیر اور سپہ سالار اس کے خلاف ہو گیا ہے تو ان مسلمانوں نے ڈرتے ڈرتے قیس مرادی سے رابطہ قائم کیا اور خوب اچھی طرح قیس مرادی کو اسود عنسی کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ ہر مسلمان قیس مرادی کو یہ یقین دلا رہا تھا کہ وہ عنقریب قتل کر دیا جائے گا اس لیے اپنے قتل سے پہلے ہی وہ اسود عنسی سے نجات حاصل کر لے۔

جو مسلمان اسود عنسی کے ان مفتوحہ علاقوں میں موجود تھے انہیں مدینے سے حکم دیا گیا کہ وہ سب متحد ہو کر اسود عنسی کے خلاف جہاد کریں۔ یمن سے ملحق علاقوں کے مسلمان سرداروں نے یمن کے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جب وہ اسود عنسی کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں گے تو پھر مسلمان سردار اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔

اسود عنسی کے خلاف جہاد میں جو لوگ حصہ لے رہے تھے ان میں اسود عنسی کے اپنے قبیلے مذحج کے مسلمان بھی شامل تھے۔

یہ مسلمان اسود عنسی کے خلاف جہاد کی منصوبہ بندی کر رہے تھے اور جب انھیں کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ صنعا کی دو معزز شخصیتیں فیروز دیلمی اور خشنس دیلمی بھی اسود عنسی کے خلاف خفیہ مہم چلا رہے ہیں تو ان دونوں نے اپنے مسلمان بھائیوں سے کہا "ابھی تم لوگ خاموش رہو اور ہرگز اسود عنسی کے خلاف کوئی عملی قدم نہیں اٹھانا کیونکہ یہ ہماری کوشش ہے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

اب اسود عنسی کے وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی کے مسلمانوں سے تعلقات خاصے استوار ہو چکے تھے۔ اگر قیس مرادی کو اسود عنسی کے ہاتھوں اپنی جان جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس کے خلاف بغاوت نہ کرتا۔

جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا قیس مرادی کے خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور لمحہ لمحہ کی خبریں بے ترتیب افواہوں کی شکل میں اسود عنسی پہنچ رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر اپنے وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی کو طلب کیا۔

اس بار قیس مرادی اپنے دس مسلح جوانوں کے ساتھ اسود عنسی کے سامنے پہنچا۔

اسود عنسی نے ان خونخوار جوانوں کو دیکھا تو کسی قدر ڈر گیا اور قیس مرادی سے پوچھا "تو ان مسلح جوانوں کو لے کر مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے' آخر میں اس کا کیا مطلب لوں؟"

قیس مرادی نے جواب دیا "اے نبی! جب سے میں نے آپ کی نبوت کے حق میں اپنی تلوار نیام سے باہر کی ہے' اس وقت سے یہاں کے مسلمان میرے خلاف ہو گئے ہیں اور میں نے یہاں تک سنا ہے کہ مسلمان میرے قتل کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ میرے دشمن میرے خلاف کئی محاذ کھول چکے ہیں۔ وہ آپ کو بھی میرے خلاف ورغلا سکتے ہیں۔ وہ ہم دونوں میں اختلافات پیدا کروانے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے میں جس حد تک آپ کی اور اپنی حفاظت کر سکتا ہوں کرتا رہوں گا۔"

ایسا لگتا تھا کہ اسود عنسی اس کی کسی بات سے بھی ذرا نہ گھبرایا۔ شاید اس لیے کہ اسے اپنے وزیر اور سپہ سالار کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

اسود عنسی نے قیس مرادی کو حکم دیا کہ وہ اپنے مسلح جوانوں سے کہے کہ یہ باہر جائیں اور وہیں انتظار کریں۔

قیس مرادی نے اپنے مسلح جوانوں کو باہر لے جاتے ہوئے آہستہ سے سمجھایا "دیکھو! تم لوگ یہیں کہیں قریب ہی رہو گے اور تم جیسے ہی میری چیخ سنو گے' فوراً میری مدد کو آجاؤ گے۔"

اپنے محافظوں کو سمجھا کر قیس مرادی دوبارہ اسود عنسی کے سامنے پہنچا۔

اس وقت اسود عنسی کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے جیسے ہی قیس مرادی کو دیکھا' کہنے لگا "تو کچھ بھی کر اور کچھ بھی کہہ مگر میرے موکل بار بار مجھے یہ بتا رہے ہیں کہ تو مسلسل میرے خلاف میرے دشمنوں سے سازباز کر رہا ہے اور تجھے تیرے اس جرم کی سزا میں چاہ ہلاکت میں ڈلوا دیا جائے۔"

قیس مرادی نے ایک بار پھر اپنا سر اسود عنسی کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا "پتا نہیں آپ کے موکل آپ کو جھوٹی جھوٹی خبریں کیوں پہنچاتے رہتے ہیں جب کہ میں بہ صمیم قلب آپ کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اپنا دل چیر کے آپ کے سامنے رکھ دیتا اور کہتا کہ آپ اپنے موکل سے کہئے کہ اس دل میں جو خلوص اور ایمان پایا جاتا ہے اسے کسی طرح مجسم کر کے آپ کے سامنے پیش کر دے کیونکہ اب کوئی اور طریقہ باقی نہیں رہا جس سے میں اپنے ایمان اور خلوص کا آپ کو یقین دلا سکوں۔"

اسود عنسی نے کہا "میں بھی کیا کروں کہ مجھے میرے موکل بار بار بتا رہے ہیں کہ تو فیروز دیلمی خشنس دیلمی اور دوسرے مسلمانوں سے ملاقاتیں کرتا رہتا ہے اور اب تو میرا پہلے جیسا صاحب ایمان قیس نہیں رہا۔"

قیس مرادی نے جواب دیا "آپ اپنے محبوں اور جاں نثاروں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ آپ آج ہی اس قضیہ کا فیصلہ کر دیں کیونکہ غلط فہمیوں کا مسلسل دلوں میں قیام خطرناک ہوتا ہے۔ میں اپنے دس مسلح جوانوں کو یہیں بلائے لیتا ہوں اور آپ ان کو حکم دیں کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔"

اسود عنسی نے کہا "نہیں' اب میرے موکل تیرا قتل نہیں چاہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ تیرے دونوں ہاتھ کاٹ دیے جائیں اور اس طرح تو اپنے جیسے غداروں کے لیے عبرت کا سامان بن جائے گا۔"

قیس مرادی نے عرض کیا "ٹھیک ہے' آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں دیں مگر یاد رہے کہ اس طرح میرے دشمن جو آپ کے بھی دشمن ہیں' اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائیں گے یعنی آج اگر وہ مجھے آپ کے ذریعے معذور کر دیں گے تو کل اپنی سازشوں سے آپ کے دوسرے جاں نثاروں کو بھی آپ سے علیحدہ کروا دیں گے اور آخر میں آپ بالکل تنہا رہ جائیں گے۔"

قیس مرادی کا جھکا ہوا سر اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ کچھ دیر بعد اسود عنسی نے کہا "ٹھیک ہے' اگر میرے موکل مجھے غلط خبریں پہنچا رہے ہیں تو میں ان سے بھی جواب طلب کروں گا اور تیری یہ بات بھی سچ ہے کہ اگر میں اپنے موکلوں کی نشان دہی پر اپنے ہی محبوں اور جاں نثاروں کو قتل کرواتا چلا گیا تو

آخر کار میں تنہا رہ جاؤں گا۔ میں نے عارضی طور پر تجھے معاف کیا مگر جس دن میرے دوسرے موکلوں نے بھی تیرے خلاف اس قسم کی شکایتیں پہنچائیں تو میں فوراً ہی تیرے خلاف کوئی انتہائی اور آخری قدم اٹھاؤں گا۔ اس روز تیری کوئی بات' تیری کوئی حرکت مجھے تیری حمایت پر آمادہ نہیں کر سکے گی۔"

❂*❂

مسلمان جہاد کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے اور میدان میں اترنے کے لیے بے قرار نظر آ رہے تھے مگر فیروز دیلمی نے ان کو سمجھایا۔ "کچھ دن اور صبر کرو۔" مسلمان کچھ دن کے لیے خاموش ہو گئے۔

اب فیروز دیلمی کو اپنی چچا زاد دودھ شریک بہن آزاد سے مشورہ اور مدد کی ضرورت پیش آئی۔ وہ خاموشی سے محل میں داخل ہوا اور اپنی بہن آزاد کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنی بہن سے پوچھا "بہن کیا تو جانتی ہے کہ تجھ کو کس نے بیوہ کیا ہے؟"

آزاد نے جواب دیا "اسی ملعون اسود عنسی نے۔"

فیروز دیلمی نے کہا "یہ مکار اور جھوٹا شخص ایک طرف تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے دوسری طرف حلال و حرام کی پروا کیے بغیر اپنے نفس امارہ کی پیروی کرتا ہے۔ میں اس شخص کو جہنم واصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس کے خلاف میری کس طرح مدد کر سکتی ہے؟"

آزاد نے جواب دیا "بے شک میں اس معاملے میں تیری مدد ضرور کروں گی کیونکہ یہ سچ ہے کہ یہ حرام و حلال کی پروا نہیں کرتا۔ یہ اپنے نفس کا غلام ہے۔"

فیروز دیلمی نے کہا "یمن کے مسلمان اس کے خلاف ایک بہت بڑی جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن میں ذاتی طور پر ایک مسلمان کا بھی نقصان برداشت نہیں کر سکتا اور اس موذی کو کسی سازش کے ذریعے قتل کر دینا چاہتا ہوں۔"

آزاد نے اپنے بھائی فیروز دیلمی کو یقین دلایا "تو اسود عنسی کے خلاف جو بھی سازش تیار کرے گا میں اس میں حصہ لوں گی اور اپنی جان کی پروا کیے بغیر اس سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ اگر اس کوشش میں میری جان بھی چلی گئی تو اسے اپنے حق میں سعادت سمجھوں گی۔"

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ اچانک چوروں کی طرح اسود عنسی اندر داخل ہوا اور دونوں کو یکجا دیکھ کر فیروز دیلمی سے پوچھا "تو یہاں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟"

آزاد نے غصے میں جواب دیا "آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فیروز میرا چچا زاد بھائی ہے اور میرا دودھ شریک بھی ہے۔ کیا تو ہر شخص کو اپنے جیسا سمجھتا ہے۔"

اسود عنسی نے کسی قدر نرمی سے بات کی "ٹھیک ہے لیکن میں اس قسم کی ملاقاتیں ذاتی طور پر پسند نہیں کرتا۔"

آزاد نے طوفان کھڑا کر دیا اور اتنی گریہ و زاری کی کہ اسود عنسی کا دل پگھل گیا اور فیروز دیلمی سے کہا "تو احتیاط سے کام لے۔ مجھے یہاں تیری آمد پر کوئی اعتراض نہیں مگر تو آئندہ یہاں میری اجازت کے بغیر ہرگز نہیں آئے گا۔"

فیروز دیلمی اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اسود عنسی نے آزاد کو بھی سمجھانا چاہا۔ "دیکھ آزاد! اب تو میری وجہ سے میری امت میں بلند مرتبت ہو گئی ہے اس لیے اب تیرا اپنے عزیزوں سے ملنا بھی مناسب نہیں رہا۔"

آزاد نے ضد کی اور کہا "تو میرے رشتے داروں پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔"

اسود عنسی نے آزاد کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور کہا "ٹھیک ہے لیکن یہ یاد رہے کہ میں یہاں جب بھی آؤں اس وقت تیرے پاس کوئی نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ یہ کہتا ہوا محل میں غائب ہو گیا۔ آزاد نے اب یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو' اس قصے کو ختم ہو جانا چاہیے۔

بظاہر وہ محل میں پر سکون ہو گئی تھی اور پورے محل میں سکون ہی سکون نظر آ رہا تھا لیکن حقیقتاً اب یہ محل ہی اسود عنسی کے خلاف سازشوں کی سب سے بڑی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

فیروز دیلمی کے بعد خشنس دیلمی آزاد کے پاس پہنچا اور پوچھا "کیا فیروز یہاں آیا تھا؟"

آزاد نے جواب دیا "ہاں! آیا تو تھا۔" اور اس پر آزاد کے حوالے سے جو کچھ بیتی تھی سارا کچھ جلدی جلدی بیان کر دیا اور کہا "دیکھ تو بھی ہوشیار رہ کیونکہ اسود عنسی نے اپنے موکل چھوڑ رکھے ہیں جو ہماری ایک ایک بات اسود عنسی تک پہنچا دیتے ہیں۔ اگر تیری شکایت بھی موکلوں نے اسود عنسی تک پہنچا دی تو ہم دونوں بھی خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔"

خشنس دیلمی نے کہا "میں موت سے نہیں ڈرتا۔"

آزاد نے اس کو سمجھایا "میں یہ کب کہتی ہوں کہ تم لوگ موت سے ڈرتے ہو لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ ان دنوں اور ان حالات میں تم دونوں اپنی جانوں کی پروا کرو اور زندہ رہو۔"

خشنس دیلمی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے سنا ہو گا کہ اپنے معاملات میں دیوانہ بھی بہت

ہوشیار ہوتا ہے اور ہم لوگ تو فرزانے ہیں پھر کس طرح اسود عنسی کے جعلی موکلوں کے قبضے میں چلے جائیں گے۔"

آزاد نے اٹھ کر ہر طرف کا جائزہ لیا کہ کہیں کوئی چھپا ہوا ان کی باتیں تو نہیں سن رہا۔ بظاہر وہاں کسی کے چھپنے کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ ہاں اگر دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں تو ان دیواروں کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ ہماری باتیں ان دیواروں کے ذریعے سن لیں گے!

جشنس دیلمی نے آزاد کو یقین دلایا "میں اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ اگر اسود عنسی کے موکل میرے بارے میں اس کو کچھ بتا دیں گے تو میں مرنے کے لیے تیار ہوں کیونکہ اسلام کی راہ میں اگر میری جان بھی چلی جائے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

آزاد نے اس کو سمجھایا "لیکن اس عظیم مقصد میں اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالے بغیر اگر کسی طرح کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کیا برا ہے۔"

جشنس دیلمی یہ جاننے کے لیے بے قرار تھا کہ فیروز اور آزاد میں کیا باتیں ہوئیں اور اسود عنسی کے خلاف کون سا حتمی منصوبہ بنا کہ کس طرح اس شخص کو اپنی راہ سے ہٹایا جائے گا اور اس میں جشنس دیلمی کو کس قسم کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ وہ ان ساری باتوں سے خبردار ہونا چاہتا تھا بس یہی چند نکات تھے جو جشنس دیلمی کو آزاد کے پاس روکے ہوئے تھے مگر ابھی کوئی اتنا بڑا منصوبہ بنا ہی نہ تھا، وہ کیا جواب دیتی۔

ابھی یہ گفتگو تشنہ تھی کہ اچانک اسود عنسی اندر داخل ہوا اور جشنس کی طرف دیکھ کر اس کو گدی سے پکڑ لیا اور کہا "تم لوگ یوں باز نہیں آؤ گے۔ میرے موکل جھوٹے نہیں ہو سکتے۔"

آزاد نے جشنس دیلمی کو بچانے کی کوشش کی اور اس کی گدی کو چھڑاتے ہوئے کہا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اسود عنسی نے اس کو چھوڑ دیا مگر آزاد سے پوچھا "یہ یہاں تیرے پاس بیٹھا کیا کر رہا تھا؟"

آزاد نے پھر وہی فقرہ دہرایا "یہ بھی میرا عم زاد اور دودھ شریک ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں میں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لوں؟"

اسود عنسی نے سختی سے کہا "میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ بس یہ چاہتا ہوں کہ تیرا جو عزیز بھی تجھ سے ملے مجھے اس کی خبر ہونا چاہیے۔"

آزاد نے جواب دیا "آپ تو نبی ہیں۔ آپ پر آسمان سے فرشتے اترتے ہیں اور آپ کے قبضے میں

موکل ہیں، ان سب کی موجودگی میں آپ کو انسان کچھ بتائے، کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے؟"

اسود عنسی نے کہا "ٹھیک ہے میں یہاں اپنے موکل بٹھا دوں گا مگر وہ یہاں مستقل نہیں بیٹھ سکتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے دوسرے کام بھی کرنے ہوتے ہیں۔"

آزاد نے حیرت سے پوچھا "کیا ایک بھی ایسا موکل موجود نہیں جو خالی ہو اور اللہ کے پیارے نبی کے لیے یہاں ہماری چوکیداری کرے۔"

اسود عنسی کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور جشنس دیلمی سے کہا "میں تیرے جیسے فضول آدمیوں کی چوکیداری اور پہرے داری پر کسی موکل کو نہیں بٹھا سکتا۔ اس لیے تو یہاں سے رخصت ہو جا اور آئندہ مجھے بتائے بغیر اس محل میں تو قدم نہیں رکھے گا۔"

جشنس دیلمی نے اسود عنسی کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا "اگر یہی بات آزاد کہہ دے تو میں پھر کبھی یہاں نہیں آؤں گا اور یوں بھی ہمارے اس شہر میں گنے چنے رشتہ دار ہیں۔ میں تو اپنی بہن سے کئی بار یہ کہہ چکا ہوں کہ وہ اس محل کو چھوڑ دے اور ہم لوگوں کے ساتھ رہے مگر یہ تیری وجہ سے یہ محل چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔ بس اسی مجبوری نے ہمارا اس محل سے رشتہ اور رابطہ قائم کر رکھا ہے۔"

اب اسود عنسی کے جوش اور اشتعال میں کمی واقع ہو گئی۔ اسے ابھی تک یہ شبہ تھا کہ آزاد اسے پسند نہیں کرتی۔ اسی لیے وہ اس کی خوشامد میں لگا رہتا تھا مگر اب جو یہ معلوم ہوا کہ آزاد اسود عنسی کو چاہتی ہے اور اس کی وجہ سے محل چھوڑنے کو تیار نہیں ہے تو اسود عنسی بہت خوش ہوا اور محبت بھری نظروں سے آزاد کو دیکھنے لگا اور کہا "اے آزاد! اب وہ دن دور نہیں جب میں پورے عرب پر قابض ہو جاؤں گا اور تجھے دنیا کے لاکھوں انسانوں پر اقتدار اور عزت حاصل ہوگی۔"

آزاد نے برہمی سے کہا "میں ایسی عزت اور ایسا اقتدار نہیں چاہتی کہ لاکھوں نادیدہ لوگ میری عزت کریں اور وہ لوگ جو میرے عزیز اور رشتے دار ہیں مجھ سے دور رہیں مجھے ان سے ملاقات کرنے کا وقت اور موقع نہ دیا جائے۔"

اسود عنسی نے نرم پڑتے ہوئے کہا "تو اپنے عزیزوں اور رشتے داروں سے مل سکتی ہے مگر فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی پر پابندی رہے گی کیونکہ میرے موکل ان دونوں کے بارے میں جیسی کچھ خبریں دے چکے ہیں، ان کی وجہ سے میرا دل ان دونوں سے صاف نہیں ہے۔"

جشنس دیلمی نے غصے میں کہا "اگر آپ کے پاس موکل ہیں تو ان کو ہم دونوں کے سامنے بلوائیں

تاکہ ہم خود ان سے پوچھ لیں کہ ہم تمہارے نبی کے خلاف کس قسم کی اور کون سی سازشیں کر رہے ہیں، جن کا ہمیں کوئی علم نہیں مگر تم ان سے اچھی طرح واقف ہو اور اپنے نبی کو ہمارے خلاف بھڑکاتے رہتے ہو۔"

اسود عنسی نے جواب دیا "ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جب آئے گا تو اپنے موکلوں سے سامنا بھی کروا دوں گا۔"

جشنس دیلمی نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا "جناب! آپ مجھے مزید بیٹھنے کی اجازت دیں گے یا میں چلا جاؤں؟"

اسود عنسی نے اسے مزید بیٹھنے کی اجازت دے دی اور کہا "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میرے موکل نے فیروز دیلمی کی شکایت کی تھی یا تیری؟"

اسود عنسی خود چلا گیا اور کچھ دیر بعد ایک خادمہ کے ذریعہ جشنس دیلمی کو پیغام بھیجا "جناب! آپ کے لیے یہ حکم صادر ہوا ہے کہ اسی وقت یہاں سے چلے جائیں کیونکہ ابھی ابھی کسی موکل نے انہیں یہ بتایا ہے کہ جشنس دیلمی اور فیروز دیلمی دونوں ہی مسلمانوں سے مل کر آقا کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور موکل نے یہ بھی بتایا ہے کہ عنقریب ان دونوں کو قید کر کے ہمیشہ کے لیے بھلا دیا جائے گا۔"

جشنس دیلمی ہنسنے لگا اور کہا "یہ عجیب نبی ہے کہ اس کے موکل اس کو ہر وقت ورغلاتے رہتے ہیں۔"

اسود عنسی کی خادمہ واپس چلی گئی اور اس کے جاتے ہی جشنس دیلمی نے آزاد کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا "اگر ہمارے خلاف اسی طرح موکلوں کی سازشیں جاری رہیں تو ہم آئندہ اس محل میں قدم نہیں رکھیں گے۔"

جشنس دیلمی کے چلے جانے کے بعد آزاد افسردہ ہو گئی اور اسود عنسی سے نجات حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگی۔

دوسری طرف مسلمانوں نے افواہ پھیلا دی کہ اسود عنسی عنقریب اپنے وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی کو قتل کروا دے گا۔ کیونکہ اسود عنسی کے موکل ہر روز اس کو قیس مرادی کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں اور اسود عنسی اپنے وزیر اور سپہ سالار سے تنگ آ گیا ہے۔ اسود عنسی صنعا کے محل میں اس طرح رہ رہا تھا گویا وہ اس محل میں محصور ہو۔ وہ شاذ و نادر ہی باہر نکلتا تھا ورنہ ہر وقت محل کے اندر ہی

رہتا تھا اور سارے فرامین یہیں سے جاری کرتا تھا۔

ادھر کچھ عرصے سے جنگ و جدل کا سلسلہ بھی بند تھا اور قیس مرادی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے مسلمانوں سے جنگ کے لیے نئے احکامات نہیں مل رہے تھے اور اسود عنسی بھی اس شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا تھا اس کے آدمی کچھ عرصے سے قابل اعتبار نہیں رہے تھے اور یہ اس کی ذہانت تھی یا کچھ اور کہ جب بھی قیس مرادی نے مسلمانوں سے اسود عنسی کے خلاف باتیں کیں اسود عنسی کو اس کی خبر ہو گئی۔ یہاں تک کہ فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی بھی اسود عنسی کے خلاف سرگرم عمل تھے ان کی اپنے خلاف مصروفیات کا اسے علم رہتا تھا اور جب بھی اس نے ان دونوں کو محل میں دیکھا یہی کہا کہ میرے موکلوں نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہو۔

اچانک اسے اس کے موکلوں نے بتایا کہ مقامی مسلمان بھی اسود عنسی کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

اس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور انہیں بتایا "تم لوگ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ میں نبی ہوں اور میرے پاس فرشتوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ موکل بھی میرے قبضے میں ہیں اور یہ مجھے ہر اس بات سے مطلع کر دیتے ہیں جو لوگ میرے خلاف سوچتے ہیں اور میرے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں تو میرے موکل مجھے اس سے خبردار کر دیتے ہیں۔"

مسلمانوں نے اس سے انکار نہیں کیا کہ وہ اسود عنسی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں جواب میں کہا "ہم لوگوں پر تیرے ماننے والے جو ظلم ڈھا رہے ہیں کیا ہم اس ظلم کے خلاف آواز بھی نہ بلند کریں۔"

اسود عنسی نے دھمکی دی "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں یمن میں کسی بھی مسلمان کو نہ رہنے دوں کیونکہ تم لوگ میرے علاقوں میں رہو گے تو میرے ماننے والوں سے بدمزگی بھی ہو گی، تلخیاں بھی ہوں گی، جھگڑے بھی ہوں گے اور فسادات بھی ہو سکتے ہیں۔"

مسلمانوں نے کہا "ہم خود ہجرت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم نے جس دن یہ محسوس کر لیا کہ اب ہمارے لیے یمن میں امن و سکون نہیں رہا اور دینی معاملے میں ہم پر زبردستی کی جا رہی ہے تو ہم یہ علاقہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔"

اسود عنسی نے نہایت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور ان مسلمانوں کو سمجھایا "دیکھو! میں نے نبوت کا اعلان اس لیے کر دیا کہ مجھے اللہ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا تھا۔ میرے پاس فرشتوں اور موکلوں کی

آمدورفت رہتی ہے اور میں پورے یمن کے حالات سے باخبر رہتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرا وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی کیا سوچ رہا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی میرے خلاف کس قسم کی منصوبہ بندیاں کر رہے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مسلمانوں نے میرے وزیر قیس مرادی سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یمن میں میرے خلاف کئی قوتیں متحد ہو چکی ہیں لیکن میں مطمئن ہوں کہ جس اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے وہ مجھے لحہ بہ لحہ واقعات اور سازشوں سے باخبر کرتا رہے گا اور میں فتنوں کا سر کچلتا رہوں گا۔ تم سب کو میرا مشورہ ہے کہ مجھ پر ایمان لے آؤ اور آزادی سے بے خوف و خطر رہتے رہو۔"

مسلمان خاموشی سے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے مگر چند نے قیس مرادی سے خفیہ ملاقات کی اور اسے بتایا "تیرا تو عنقریب کام تمام کر دیا جائے گا۔ تیری جگہ عمرو بن معد یکرب کو وزیر اور سپہ سالار مقرر کر دیا جائے گا اس لیے تو اس جھوٹے انسان کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا ہے تو کر گزر ورنہ یہ سمجھ لے کہ تیری زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔"

قیس مرادی نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہا "میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ بظاہر میں وزیر بھی ہوں اور سپہ سالار بھی لیکن میں ان دونوں عہدوں سے اسود عنسی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ فوج بظاہر میرے احکامات کی تابع ہے مگر وہ فوج اسود عنسی کی امتی بھی ہے اور وہ اسود عنسی کے خلاف میرے کسی حکم کی تعمیل نہیں کرے گی۔"

مسلمانوں نے یہ مشورہ دیا "تم جب چاہتے ہو اسود عنسی تک پہنچ جاتے ہو کیونکہ اس سے بے حد قریب ہو۔ اس لیے تم ہم سے مل کر منصوبہ بندی کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ تم کوئی منصوبہ تو بناؤ۔"

قیس مرادی کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی لیکن دو افراد ایسے تھے جو انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتے تھے اور یہ دونوں دیلمی جوان تھے۔

قیس مرادی ان دونوں سے ملتے ہوئے گھبراتا تھا کیونکہ کئی بار اس قسم کی ملاقاتوں کی خبر اسود عنسی کے بقول اس کے موکل اس کو دے چکے تھے۔ جب اس نے اپنے اس منصوبے اور اس کے مضمرات پر مسلمانوں سے بات کی تو ایک مسلمان نے قیس مرادی سے کہا "میں اس جھوٹے کے فرشتوں اور موکلوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ وہ اس طرح جاہلوں کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن ہم مسلمانوں کو نہیں۔ اپنے اندازے کے مطابق اس کے موکل اور فرشتے اس کے پیرو اور اس کو نبی ماننے والے

پرستار ہیں۔ جو ہر طرف موجود ہیں اور عجیب و غریب خبریں اسے پہنچاتے رہتے ہیں۔"

قیس مرادی نے پوچھا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے وضاحت سے بتاؤ۔"

مسلمان نے بالتفصیل بتایا "دیکھو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس وقت ہماری اس گفتگو کے درمیان صرف چند مسلمان ہیں اور تو ہے۔ یہاں اسود عنسی کے ماننے والوں میں سے کوئی شخص بھی موجود نہیں۔ اس لیے ان باتوں کی خبریں اسود عنسی تک نہیں پہنچیں گی۔"

قیس مرادی اس پر غور کرنے لگا اور کچھ دیر بعد کہا "لیکن جب میں فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی سے باتیں کرتا ہوں تو یہ خبریں بھی وہاں پہنچ جاتی ہیں حالانکہ جب یہ دونوں مجھ سے ملتے ہیں تو وہاں چوتھا کوئی شخص نہیں ہوتا۔"

ایک مسلمان نے کہا "محل میں اس کی جاسوسی کا جال بچھا ہو گا جس سے تو واقف نہیں ہو گا۔"

قیس مرادی نے حیرت سے آنکھیں کھول لیں اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا "اگر یہ خبریں بھی اسود عنسی تک پہنچ گئیں تو اس کا یہی مطلب ہو گا کہ موکل اس کی مدد کرتے ہیں۔"

مسلمانوں نے پوچھا "اب تو ایک بات بتا۔ جیسا کہ ہم میں سے کچھ لوگ یہ جانتے ہیں کہ شہر بن باذان کی بیوہ بھی اسود عنسی کے خلاف ہے اور کسی حد تک وہ بھی اس سازش میں شریک ہو گئی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسود عنسی کے یہ موکل کیسے ہیں کہ جو کچھ ان کی آنکھوں اور ناکوں کے نیچے ہو رہا ہے۔ اس کی ان موکلوں کو کوئی خبر نہیں۔ موکل یہ تو بتا دیتے ہیں کہ فیروز دیلمی اور جشنس دیلمی اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں لیکن یہ موکل اسود عنسی کو یہ نہیں بتاتے کہ اس سازش میں بیوہ آزاد بھی شامل ہے۔"

اب قیس مرادی کی سمجھ میں یہ بات کھل کر آ گئی تھی کہ اسود عنسی کے پاس نہ تو فرشتے آتے جاتے ہیں اور نہ ہی اس کے قبضے میں کوئی موکل ہے۔ اس نے مسلمانوں سے کہا "ٹھیک ہے۔ میں نے آپ کی ساری باتیں مان لیں مگر سوال یہ ہے کہ میں اسود عنسی پر کس طرح قابو کروں؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "یہ کام تمہاری مدد سے ہو تو سکتا ہے مگر تم تنہا یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔"

یہ مختصر مشاورت بھی کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گئی لیکن قیس مرادی بہت بے چین تھا اور اسے ایک ایک لحہ گراں گزر رہا تھا۔ اسے ایسا لگتا تھا کہ جیسے موت اپنی آغوش وا کیے ہوئے تیزی سے اس کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ اب اس کی سمجھ میں یہ بات آ رہی تھی کہ وہ اسود عنسی کے خلاف جس

سے بھی بات کرے اس طرح کرے کہ وہاں کوئی غیر متعلق شخص نہ ہو۔ چنانچہ وہ کئی دن تک فیروز دیلمی سے ملاقات کرنے کا خواہاں رہا مگر کوئی ایسا موقع میسر نہ آیا جس کا وہ طلب گار تھا۔ آخر ان تینوں کی یہ ملاقات شہر کے باہر ایک باغ میں ہوئی۔ اس باغ میں ان تینوں کے سوا چوتھا کوئی شخص نہ تھا۔

قیس مرادی نے کسی تمہید کے بغیر کہا "آپ لوگ اسود عنسی کے خاتمے کے لیے کوئی جامع منصوبہ نہیں بناتے اور موت میری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ اس کا ضرور خیال رکھیں۔"

فیروز نے یہی بات جشنس دیلمی سے کہی اور کہا "ہم لوگ جو کرنا چاہتے ہیں وہ شہر بن باذان کی بیوہ کے بغیر ناممکن ہے میرے تن و توش اور صحت مندی سے اسود عنسی گھبراتا ہے۔ اس لیے مجھے اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے تم آزاد کے پاس جاؤ اس سے پوچھو کہ ہم اسود عنسی کو کس طرح ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔"

جشنس دیلمی نے کہا "وہ خوش تو مجھ سے بھی نہیں ہے اور ایک آدھ بار مجھے منع بھی کر چکا ہے کہ میں محل میں نہ آیا جایا کروں مگر ٹھیک ہے اس بڑے کام کے لیے اس قسم کے خطرات مول لینا ہی پڑیں گے۔"

جشنس دیلمی کو اسود عنسی کے معمولات کا علم تھا کہ یہ شخص آزاد کے پاس کس وقت ہوتا ہے اور کس وقت نہیں ہوتا چنانچہ ایک ایسے وقت میں یہ آزاد کے پاس پہنچ گیا' جب اس کے پاس اسود عنسی نہیں تھا۔

اس نے آزاد سے کہا "بہن! مجھے کسی ایسی جگہ بٹھا جہاں اسود عنسی کا خطرہ نہ ہو۔"

آزاد اس کو محل کے ایک ایسے کمرے میں لے گئی' جہاں آس پاس کوئی نہ تھا۔

دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تو آزاد نے جشنس دیلمی کو سمجھایا "دیکھ جشنس! تجھے مجھ سے جو کام بھی ہو فوراً کروالے کیونکہ اسود عنسی نے ہم سب کو شک و شبہ کی فہرست میں لکھ لیا ہے۔ اس لیے کسی دن بھی ہماری شامت آسکتی ہے۔"

جشنس نے کہا "دیکھ بہن! ایک بات کئی کئی بار دہرانے سے کچھ حاصل نہیں لیکن میں اب جو بات کہنے والا ہوں بظاہر وہ کئی بار کہی جا چکی ہے لیکن میں وہ بات کہوں گا ضرور تاکہ تیرے جذبات اور جذبہ انتقام کو تسکین پہنچے۔"

آزاد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "وقت ضائع نہ کر جو کچھ کہنا ہے جلد از جلد کہہ دے۔"

جشنس دیلمی نے کہا "بہن تم جانتی ہو کہ یہ لعین اسود عنسی تمہارے والد اور شوہر کا قاتل ہے اور

تمہیں جبراً و قہراً گھر میں ڈال رکھا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ اسے جلد از جلد راہ سے ہٹا دیا جائے اور یہ کام تمہاری مدد کے بغیر ناممکن ہے۔"

آزاد نے کہا "واللہ میرے لیے اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے اسود عنسی نابکار سے بڑھ کر مکروہ اور قابلِ نفرت کوئی اور چیز نہیں ہے۔ یہ کم بخت نبوت کا مدعی ہے مگر حالت یہ ہے کہ نہ تو اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے اور نہ ہی اسے محرمات سے پرہیز ہے۔ منصوبے بنانا تم لوگوں کا کام ہے۔ تم لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہو خود منصوبہ بنا لو اور ان سے مجھے مطلع کر دو۔"

جشنس دیلمی نے کہا "دیکھو بہن! ہم اس شخص کو باہر تو کہیں مار نہیں سکتے۔ واردات کے لیے لے دے کر یہی محل رہ جاتا ہے اس لیے اب جو کچھ کرنا ہے تجھی کو کرنا ہے۔ محل میں اسود عنسی کہاں کہاں رہتا ہے' شام کو کہاں ہوتا ہے' صبح کو کہاں چلا جاتا ہے رات گئے کس کے پاس ہوتا ہے اور صبح کہاں ہوتا ہے اس کے ان معمولات کی روشنی میں ہم تیرے مشورے سے کوئی منصوبہ بنائیں گے۔"

آزاد نے کہا "اب تم لوگوں کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ بس یہی آٹھ دس دن اور۔"

جشنس نے پوچھا "تو اب مجھے تجھ سے کب ملنا چاہیے؟"

آزاد نے جواب دیا "میں کسی نہ کسی طرح تمہیں خود بلوا لوں گی۔"

جشنس ادھر سے مطمئن ہو کر چپ چاپ محل سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی اسود عنسی نے آزاد کو بلوا لیا اور ہنستے ہوئے پوچھا "یہ جشنس دیلمی منع کرنے کے باوجود تیرے پاس کیوں آیا تھا؟"

آزاد نے جواب دیا "اب وہ دن زیادہ دور نہیں جب آپ مجھ سے اس قسم کے سوالات نہیں کر سکیں گے۔"

اسود عنسی نے ذرا حیرت سے پوچھا "وہ کیوں؟"

آزاد نے جواب دیا "میں نے جب یہ دیکھا کہ میں ان دونوں کے سلسلے میں آپ کے دل سے شبہات دور نہیں کر سکتی تو متبادل یہ فیصلہ کیا کہ ان دونوں کو وطیم بھیج دیا جائے۔"

اسود عنسی نے خوشی کا اظہار کیا اور نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "اگر یہ بات ہے تو میری طرف سے تجھ کو اجازت ہے کہ تو اب ان دونوں سے ہر روز مل سکتی ہے۔"

اسود عنسی کی اس اجازت سے آزاد کو بہترین منصوبہ بندی کا موقع مل گیا لیکن اسود عنسی نے آزاد سے کہا "اگر یہ دونوں مجھ پر ایمان لے آئیں تو ان کے دن پھر جائیں گے ان دونوں نے یمن میں تو میرے لیے کچھ نہیں کیا شاید اس لیے کہ یہاں ان کی بحیثیت مسلمان عزت ہے' وقار ہے اور یہی

باتیں انہیں میرا دین اختیار کرنے سے روکتی ہوں گی۔ مگر اب جب کہ یہ دونوں دیلم جانے والے ہیں تو ان سے کہو وہاں میرے لیے کام کریں۔ میں ان کی مالی مدد کروں گا اور یہ دیلم اور اس کے آس پاس کے جو علاقے فتح کریں گے میں انہیں ان کا مالک بنادوں گا۔"

آزاد نے کہا "میں آپ کے منصوبے کا ذکر ان دونوں سے کروں گی اگر وہ راضی ہو گئے تو میں ان دونوں کو آپ سے ملوا دوں گی۔" اب آزاد بہت خوش اور مطمئن تھی کہ صیاد اپنے دام میں خود آتا جا رہا تھا۔

***

اسود عنسی یمن پر قابض ہو جانے کے بعد یمن سے باہر نکلنے کی فکر میں تھا لیکن وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کے اپنے قابل اعتماد لوگ مشتبہ ہوتے جا رہے تھے۔ اب تک اسے جو کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں ان میں قیس مرادی کو بڑی اہمیت حاصل تھی لیکن قیس مرادی کے سلسلے میں جو خبریں آ رہی تھیں وہ ایسی نہ تھیں کہ قیس مرادی کو اب بھی فتوحات کی ذمہ داریاں سونپی جاتیں۔ خاص کر مسلمانوں نے قیس مرادی کو بالکل مشکوک اور نامقبول بنا دیا تھا اور اسود عنسی اس سے اتنا بدظن ہوا کہ یہ فیصلہ کرلیا کہ اب اس شخص کو اپنی راہ سے ہٹا دینا چاہیے۔ اس کا متبادل اس کے پاس موجود تھا لیکن اسود عنسی کے بقول اس کے موکل نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ قیس مرادی کے سلسلے میں خوب سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ اسود عنسی کے لیے بہت اہم اور کارآمد آدمی ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی آخری قدم اٹھانا ہی ہو تو پہلے اس کو بلوا کر صفائی کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ اسود عنسی نے ہنگامی طور پر ایک قاصد کو بھیج کر قیس مرادی کو بلوایا۔ اس بار اس نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آج قیس مرادی سے جو بھی باتیں ہوں گی ان سے وہ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اب اگر قیس مرادی نے اس کو قائل کردیا تو قیس مرادی کو نئی کمان دے کر نئے محاذوں پر بھیج دیا جائے گا اور اگر وہ اس کے معیار اور کسوٹی پر پورا نہ اترا تو اسے آج بالضرور قتل کر دیا جائے گا۔

قیس مرادی بھی کوئی بے وقوف آدمی نہیں تھا۔ اسے بھی ان معاملات میں خاصا شعور حاصل ہو چکا تھا۔ اس نے دس مسلح اور طاقتور جوان اپنے ساتھ لیے اور اسود عنسی کے پاس روانہ ہو گیا۔ محل کے پھاٹک پر انہیں روکا گیا تو قیس مرادی نے دربانوں کو دھمکی دی "مجھے اپنے ان دس ساتھیوں کے ساتھ اندر جانے دیا جائے کیونکہ میں یہاں خود سے نہیں آیا ہوں بلکہ مجھے بلوایا گیا ہے۔"

دربان اپنے نبی کے وزیر اور سپہ سالار سے مرعوب ہو گئے اور اندر جانے کی اجازت دے دی۔

مگر ایک شخص نے قیس مرادی سے طنزاً پوچھا "تو اپنے نبی سے اپنی طلبی پر ملاقات کرنے آیا ہے یا جنگ وجدل کرنے؟"

قیس مرادی نے اس کے سوال کو ہنسی میں ٹال دیا اور کہا "ہم جنگیں صرف مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔"

جب انہیں اسود عنسی کے سامنے پیش کیا گیا تو اسود عنسی کی پیشانی پر غم وغصے سے شکنیں پڑ گئیں اور قیس مرادی سے جواب طلب کیا۔ "قیس! میں نے تجھ کو زیادہ آدمیوں کے ساتھ آنے کے لیے منع کیا تھا۔ ان جنگجو سواروں کا یہاں آنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔"

قیس مرادی نے جواب دیا "جناب عالی! آپ جو کام مجھے سونپ رہے ہیں اس کے لیے میرا تنہا آنا کسی طرح مناسب نہیں۔"

اسود عنسی نے پوچھا "میں تیرے سپرد کون سا کام کرنے والا ہوں۔ تجھ کو کیا معلوم؟ کیا میری طرح تیرے پاس بھی کسی موکل کی آمدورفت شروع ہو گئی ہے؟"

قیس مرادی نے کہا "میں ٹھہرا ایک گنہگار انسان جو اپنے نبی اور اپنے آقا کی انتہائی خدمت انجام دینے کے باوجود اس کا اعتماد حاصل نہیں کرسکا۔ اس کے پاس کسی موکل کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ میں ان دس مسلح سپاہیوں کو اپنے ساتھ کیوں لایا ہوں تو اس کے مثبت اور منفی دو پہلو ہیں۔ منفی پہلو تو یہ کہ آپ میری گرفتاری یا میرے قتل کا حکم صادر فرمائیں تو آپ کو اس کے لیے آدمی نہ بلوانے پڑیں اور میرے ہی آدمیوں کے ذریعے میری تکہ بوٹی کروا دیں اور مجھے اس الجھن سے نجات مل جائے کہ میرا نبی میرے ایمان پر شبہ کرنے لگا ہے۔"

اسود عنسی نے کہا "یہ تو ہوا منفی پہلو۔ مثبت پہلو کیا ہے؟ اب وہ بھی بتادے۔"

قیس مرادی نے جواب دیا "اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ آپ اکثر یہ فرما چکے ہیں کہ یہاں کچھ لوگ آپ کے خلاف سازشوں میں مشغول ہیں۔ مثلاً فیروز دیلمی حشنس دیلمی اور بہت سے مسلمان۔ آپ ان لوگوں کی نشاندہی کریں میں ان دس آدمیوں کی مدد سے ان سب کا صفایا کروں گا۔"

اسود عنسی اس کی باتوں سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "میں اپنے موکل کی خبروں سے پریشان ہو رہا ہوں اور وہ مجھے مسلسل خبردار کر رہے ہیں کہ تو میرے قتل کی سازش میں شریک ہے اور ہر مرتبہ مجھ سے جھوٹ بول کر صاف بچ کر نکل جاتا ہے۔ اس بار میرے موکل نے مجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں تیرے ہاتھ کٹوا دوں ورنہ تو مجھے قتل کروا دے گا۔"

قیس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے اور کہا "میرے یہ ہاتھ حاضر ہیں۔ آپ انہیں کٹوا دیں اور جب میرے ہاتھ کٹ رہے ہوں گے تو میں بہ آواز بلند کہوں گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ناحق میرے ہاتھ کٹوا دیے گئے۔"

اسود عنسی گھبرا گیا اور پوچھا "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میرا موکل جھوٹا ہے۔"

قیس مرادی نے نہایت عاجزی سے عرض کیا "نہیں۔ میں آپ کے موکل کو جھوٹا کہہ کر گنہگار نہیں ہونا چاہتا۔ آپ کا موکل سچا ہے لیکن وحی میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ وحی جس طرح بھیجی گئی ہو موکل اور فرشتے اس کے القا میں آپ کو شک و شبہ میں ڈال سکتے ہیں۔ آپ کسی بات کو یقینی سمجھ کر ڈٹ جاتے ہیں بس یہیں سے غلطی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ اللہ سے پھر یہ معلوم کریں کہ میں جو کچھ ہوں اس کی اصلیت کیا ہے۔ میرے قتل میں عجلت سے کام نہ لیں۔"

اسود عنسی اس کی باتوں سے قائل ہو گیا اور کہا "اگر وحی الٰہی کے بعد اس بار بھی تو گنہگار ٹھہرا تو میں تجھ کو فوراً قتل کروا دوں گا۔"

اب اسود عنسی کے سامنے فیروز ویلمی اور حشنس ویلمی کے معاملات تھے۔ قیس مرادی بضد تھا کہ ان دونوں کو قتل کروا دیا جائے مگر اسود عنسی کو ان دونوں کے ایمان لانے کی امید پیدا ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ انہیں کس طرح قتل کروا سکتا تھا۔ بدرجہ مجبوری اس کا حکم دیا گیا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تجھ کو ان دونوں پر شبہ ہو اور ان کا ہماری راہ سے ہٹ جانا مناسب ہو تو میں دو چار دن میں یہ کام کر دوں گا۔"

لیکن کچھ سوچ کر اسود عنسی نے منع کر دیا اور کہا "جب تک میں نہ کہوں تم یہ کام مت کرنا۔"

اسود عنسی نے کئی بار حشنس ویلمی کو بلوایا مگر وہ نہیں ملا اور یہی کہلوا دیا کہ آپ کا کام ویلم اور اس کے نواح میں کس طرح انجام دیا جائے گا میں اس کی منصوبہ بندی کر رہا ہوں۔

فیروز ویلمی ایک بار نہایت خاموشی سے آزاد کے پاس پہنچا اور پوچھا "دیکھ بہن! اب ہمارے پاس بالکل وقت نہیں ہے تو ہماری کیا مدد کرے گی صرف یہ بتا دے۔ باقی کام ہم کر لیں گے۔"

آزاد نے اس کو محل کے ایک حصے میں لے جا کر آہستہ سے بتایا "یہ اس خبیث کی خواب گاہ ہے۔ اس خواب گاہ میں داخل ہونے کے لیے اندر سے کوئی راستہ نہیں ملے گا تجھ کو باہر سے وہاں تک پہنچنا ہو گا۔"

فیروز کچھ سوچتا رہا اور پوچھا "میں باہر سے خواب گاہ میں کس طرح داخل ہوں گا؟"

آزاد نے جواب دیا "نقب لگا کر، چوروں کی طرح، کیوں کہ اس بدمعاش نے اندر جو پہرا بٹھا رکھا

ہے وہ سب اس کے جاں نثار ہیں۔ ان کی موجودگی میں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

فیروز ویلمی نے کہا "میں دو دن بعد حشنس کے ساتھ اسود عنسی سے ملاقات کروں گا اور جائزہ لوں گا کہ اس کو کس طرح مارا جائے؟"

آزاد نے اسود عنسی کی بعض عادتیں بتائیں۔ "اس کو بہت جلد نیند آ جاتی ہے اور بظاہر یہ انتہائی گہری نیند سوتا ہے۔ خراٹے لینے کی عادت ہے اور یہ خراٹے غیر معمولی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ کافی دور سے سنے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ جب تو نقب لگا کے اس کی خواب گاہ میں داخل ہونا چاہے گا تو تجھے ایک جھری سے ہی خراٹوں کی آواز سنائی دینے لگے گی اس وقت تو گھبرا بھی سکتا ہے مگر تجھے گھبرانا نہیں چاہیے اور اندر داخل ہوتے ہی اپنا خنجر یا تلوار اس کے پیٹ میں اتار دینا ہو گا اور اس وقت تک اس کا دم نکل چکا ہو گا۔ بس اس دوران میں یہ ڈر ضرور رہے گا کہ کہیں اس کی چیخ و پکار سن کر اس کے خدمت گار اس کے پاس نہ پہنچ جائیں اور تجھ اکیلے سے ان کئی کی مزاحمت شروع ہو جائے گی۔ اس کا خیال ضرور رکھنا۔"

فیروز نے جواب دیا "میں خواب گاہ میں جنگ و جدل کا قائل نہیں ہوں۔ پہلے ہی میں اسود عنسی کے ڈیل ڈول اور جسم کا اندازہ لگا چکا ہوں اور اللہ نے چاہا تو اس پر ایسا حتمی اور قطعی وار کروں گا کہ کسی طرف سے ناکامی یا ہنگامے کا شبہ تک کسی کو نہ ہو گا۔"

آزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ایک کام اور ہے، اور وہ کام حشنس ویلمی ہی انجام دے سکتا ہے!"

فیروز نے پوچھا "یعنی وہ کام میں نہیں کر سکتا؟"

آزاد نے کہا "تو اپنے ڈیل ڈول کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں آ جائے گا جبکہ حشنس پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔"

فیروز نے کہا "یعنی اس کا کچھ اتا پتا؟"

آزاد نے جواب دیا "میں اسود سے کہوں گی کہ اس کی خواب گاہ باہر سے کمزور ہے۔ اس کے لیے اس کی دیوار دوہری ہونی چاہیے۔ یعنی دیوار کے سامنے ایک اور دیوار اٹھا دی جائے۔"

فیروز ہنسنے لگا "عجیب دماغ ہے تیرا بھی یعنی مجھے تو یہ مشورہ دے رہی ہے کہ میں باہر سے نقب لگا کر اس خبیث کی خواب گاہ میں داخل ہو جاؤں اور اسود عنسی کو یہ مشورہ دے گی کہ دیوار کمزور ہے، اس کے سامنے ایک اور دیوار کھڑی کر دی جائے۔ تو نے یہ مشورہ میرے مفاد میں دیا ہے یا اسود عنسی کے

مفاد میں؟"

آزاد نے پوچھا "چلیے جناب میں اسود عنسی کو کوئی مشورہ نہیں دیتی اب آپ نقب لگا کے دکھائیں؟"

فیروز ویلمی نے کہا "نقب لگا کے خواب گاہ میں داخل ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اگر یہ کام رات کو بھی کیا جائے تب بھی اسود عنسی کے پہرے دار رکاوٹ بن جائیں گے۔"

آزاد نے کہا "تب پھر میرے مشورے کو غور سے سن' نقب لگانے کا سارا کام دن میں ہو سکتا ہے اور کوئی اس کی مزاحمت بھی نہیں کرے گا۔"

فیروز کو جلدی تھی کہ جو بات بھی کی جائے مختصر ہو۔ اس لیے کہ اسود عنسی کا کوئی بھروسا نہیں تھا کہ وہ کس وقت آجائے اور فیروز ویلمی کو محل سے رخصت کردے۔ "بہن! آپ کو جو بھی مشورہ دینا ہے فوراً ہی دے دیں۔ کیوں کہ میرا دیر تک یہاں رہنا ہم دونوں کے لیے خطرناک ہے۔"

آزاد نے کہا "تب پھر تو میری بات غور سے سن۔ میں نے محل کے ایک خاص آدمی کو اپنا ہم خیال بنالیا ہے وہ بھی اسود عنسی کے خلاف ہے اور قیس مرادی کا ہمدرد ہے۔ جب میں اس خبیث کو خواب گاہ کی دیوار کے متوازی دوسری دیوار تعمیر کرنے کا مشورہ دوں گی تو مجھے یقین ہے کہ وہ میرے مشورے کو فوراً قبول کرلے گا اور یہ کام اپنے اسی معتمد کے حوالے کردے گا جو در پردہ اسود عنسی کا مخالف' قیس مرادی اور میرا ہمدرد ہے۔ وہ یہ کام ایسے مزدوروں سے لے گا جو اسود عنسی کے دشمن ہیں۔ کچھ لوگ متوازی دیوار کھڑی کریں گے اور کچھ لوگ خواب گاہ کی دیوار میں نقب لگائیں گے۔ دیوار میں نقب اتنی ہوشیاری سے لگے گی کہ جب تو رات کو اس نقب کے ذریعے اندر داخل ہونا چاہے گا تو یہی مزدور اس وقت بھی تیرے معاملے میں مددگار ہوں گے اور تو ان کی مدد سے بہ آسانی اسود عنسی کی خواب گاہ میں داخل ہوجائے گا۔"

اس مشورے سے فیروز ویلمی کو پہلی بار آزاد کی ذہانت کا اندازہ ہوا تھا۔ جاتے جاتے کہنے لگا "جب اس منصوبے پر کام شروع ہوگا تو آپ مجھے کسی بھی طرح ان آدمیوں سے ملوادیں گی جو اس مہم میں میرے معاون و مددگار ہوں گے۔"

لیکن اسی وقت اچانک خلاف امید اسود عنسی اندر داخل ہوا اور فیروز ویلمی کو دیکھ کر آپے سے باہر ہوگیا۔ غصے میں آگے بڑھا اور فیروز ویلمی کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا لیکن فیروز ویلمی کی صحت اور تندرستی سے مرعوب ہوگیا۔ "جب میں نے تم لوگوں کو یہ باور کروا دیا ہے کہ مجھے تمہاری یہاں

آمد و رفت پسند نہیں ہے تو تم لوگ کسی کو کچھ بتائے بغیر اندر کیوں آجاتے ہو؟"

آزاد نے حیرت سے سوال کیا "یوں تو آپ کے موکل ساری خبریں آپ تک پہنچا دیتے ہیں مگر وہ خوشی کی کوئی بات آپ تک کیوں نہیں پہنچاتے؟"

فیروز ویلمی جانے لگا تو آزاد نے اسے روک لیا اور اسود عنسی سے کہا "فیروز اور جشنس ویلم جانے والے ہیں۔ یہ وہاں آپ کے دین کے لیے کام کریں گے۔ اس وقت یہ یہی بتانے آیا تھا مگر آپ نے اسے ناراض کردیا۔"

اسود عنسی نے کہا "لیکن یہ دونوں ابھی تک تو بے دین ہیں اور انہوں نے ابھی تک میری نبوت کا اقرار نہیں کیا پھر میرے دین کے لیے کیا کام کریں گے؟"

آزاد نے جواب دیا "فی الحال یہ دونوں ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے آپ کا دین اختیار کرلیا تو ان کے سارے عزیز اور رشتے دار جو مسلمان ہیں' ان کا سماجی مقاطعہ کردیں گے لیکن ویلم روانہ ہونے سے دو چار دن پہلے یہ آپ کے دین میں داخل ہوجائیں گے۔"

اسود عنسی نرم پڑ گیا اور کہا "مجھے حیرت ہے کہ میرے موکلوں نے مجھے یہ خبریں کیوں نہیں پہنچائیں۔"

آزاد نے کہا "فیروز نے بھی میرے اس خیال سے اتفاق کیا ہے کہ آپ کی خواب گاہ کی بیرونی دیواروں کے متوازی ایک دیوار تعمیر ہونی چاہیے تاکہ بداندیش آپ کی خواب گاہ کی بیرونی دیوار کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ فیروز کہتا ہے کہ میں یہ مبارک کام اپنی نگرانی میں کروادوں گا۔"

اسود عنسی نے بے پروائی سے کہا "میں اس کی ضرورت تو محسوس نہیں کرتا کیونکہ میرے اس محل کے پہرے دار اور محافظ کسی بداندیش کو میری خواب گاہ کے بیرونی حصے سے اندر آنے ہی نہیں دیں گے۔ ویسے میں اپنے موکلوں سے مشورہ کروں گا۔"

فیروز ویلمی جانے لگا تو اسود عنسی نے تند و تیز لہجے میں کہا "اب تو میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آئے گا۔ جس روز تو میری نبوت کا اقرار کرلے گا اور میرے دین میں داخل ہوجائے گا اس وقت تجھے محل میں آنے جانے کا حق حاصل ہوجائے گا۔"

آزاد کو اسود عنسی کی یہ بات بری لگی اور وہ روٹھ کر ایک طرف جانے لگی تو اسود عنسی نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا اور پوچھا "تو کیوں خفا ہوگئی؟"

آزاد نے جواب دیا "آپ اپنوں پر بھی شبہ کرتے ہیں۔"

اسود عنسی نے کہا "میں شبہ نہیں کرتا' میرے ہر کام میں فرشتے اور موکل میرے مشیر ہوتے ہیں۔ تو نے فیروز اور جشنس کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے جب تک میرے موکل اس کی تصدیق نہیں کردیں گے میں اپنی کوئی رائے نہیں دوں گا۔"

آزاد نے فیروز سے کہا "میں تجھ کو حکم دیتی ہوں کہ تو اپنی نگرانی میں اپنے نبی کی خواب گاہ کی بیرونی دیواروں کے متوازی دوسری دیواریں تعمیر کرانے کا کام شروع کرادے۔ موکل ان دونوں کے بارے میں جب کچھ بتائیں گے تو دیکھا جائے گا۔"

فیروز کچھ ناراض اور خفا خفا چلا گیا۔

اسود عنسی نے آزاد کو سمجھایا "میں جانتا ہوں کہ تو بے حد عقل مند عورت ہے مگر افسوس کہ تیرے پاس نہ تو کوئی فرشتہ آتا ہے اور نہ کوئی موکل۔ اس لیے تجھے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

آزاد نے کسی قدر بے چینی سے کہا "کچھ بھی ہو میں آپ کی خواب گاہ کی بیرونی دیواروں کے مقابل دوسری دیواریں ضرور تعمیر کرواؤں گی اور یہ کام بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔"

اسود عنسی چلا گیا اور آزاد نے اسی وقت سے اپنے منصوبے پر کام شروع کردیا۔

✪✲✪

جو لوگ درپردہ آزاد سے مل گئے تھے' چالاک آزاد ان پر بھی بھروسا کرنے کو تیار نہ تھی لیکن اسود عنسی کا معتمد واقعی آزاد کا مخلص معاون و مددگار بن چکا تھا۔ شہر میں اسود عنسی کے خلاف قیس مرادی کے مسلمانوں سے مشورے جاری تھے کہ اچانک اسود عنسی بگڑتا گرجتا آزاد کے پاس پہنچا اور کہا "میرے موکلوں نے مجھے خبردار کیا ہے کہ میں فیروز دیلمی جشنس ویلمی اور قیس مرادی پر ہرگز اعتماد نہ کروں۔ کیونکہ یہ تینوں منافق ہیں اور میرے بارے میں ان کے ارادے بالکل درست نہیں ہیں۔"

آزاد افسردہ ہو گئی اور اسود عنسی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اسود عنسی نے اس کو منانے کی کوشش کی اور کہا "یہ تو فیروز دیلمی اور جشنس ویلمی کے خلاف کچھ سننا کیوں پسند نہیں کرتی۔ حالانکہ میں کئی بار تجھ کو یہ بتا چکا ہوں کہ میرے موکل ان تینوں کو اچھا نہیں سمجھتے اور مجھے بار بار یہ یقین دلاتے ہیں کہ یہ تینوں مجھے دھوکا دیں گے۔"

آزاد نے پوچھا "اور آپ کے موکل میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ موکل آپ کو میرے بارے میں بھی بدظن نہ کردیں۔"

اسود عنسی نے کہا "اگر تو نے بھی میرے خلاف کچھ سوچا تو میرے موکل مجھے اس کی بھی خبر کردیں گے لیکن ابھی تک انہوں نے تیرے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

کئی دن محل کے اندر اور باہر زبردست خاموشی رہی۔ اسود عنسی یمن کی طرف سے مطمئن نظر آرہا تھا اور اب وہ یمن کے باہر شمالی علاقوں پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنا رہا تھا مگر اپنے ان منصوبوں کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا۔

آزاد کو فی الحال متوازی دیواریں تعمیر کروانے کے منصوبے سے روک دیا گیا تھا۔ اسود عنسی اس سے کئی بار ملا اور اپنے آئندہ کے منصوبے آزاد کو بتلائے اور یہ بھی بتایا "میرے موکلان نے مجھے خبردار کیا ہے کہ میں قیس مرادی' فیروز دیلمی اور جشنس ویلمی پر قطعی بھروسا نہ کروں۔ کیونکہ یہ تینوں منافق ہیں۔"

آزاد نے بے دلی سے کہا "اب تو مجھے ذاتی طور پر آپ کے موکلوں سے ڈر لگنے لگا ہے۔ کیا آپ ایسا نہیں کرسکتے کہ کچھ دنوں کے لیے اپنے موکلوں کو چھٹی دے دیں تاکہ اس محل اور یمن کی فضا میں کچھ سکون نظر آئے۔ وہ موکل ہوں یا فرشتے' ہمیشہ آپ کو بری خبریں پہنچاتے ہیں۔"

اسود عنسی نے اسے بتایا "کل صبح محل کے باہر میرے فوجی حاضری دیں گے۔ وہاں ان فوجیوں کے علاوہ یمن کے شہری بھی ہوں گے۔ میں نے فیروز اور جشنس کو بھی طلب کرلیا ہے۔ قیس مرادی بھی آجائے گا اور اس وقت میں سب کو یہ بتاؤں گا کہ اب میرے کیا منصوبے ہیں اور آئندہ میری افواج کی قیادت کون کرے گا اور وہیں ایک گوشے میں تو بھی موجود ہوگی اور میری کارروائیاں تو بھی دیکھے گی۔"

آزاد نے کہا "آپ جو چاہیں کریں مگر مجھے بھی اپنا ایک موکل سمجھ لیں۔ معلوم نہیں مجھے کون یہ ہدایات دیتا رہتا ہے کہ آپ کی خواب گاہ کی مجھے خاص فکر کرنی چاہیے۔"

اسود عنسی مسکرایا اور کہا "ٹھیک ہے اگر تیری یہی خوشی ہے کہ میری خواب گاہ کی بیرونی دیوار کے متوازی دوسری دیوار تعمیر کروائے تو ٹھیک ہے مگر کل کے بعد۔"

اس رات محل میں بڑی چہل پہل رہی۔ تمام پہرے دار اور محافظ خوش نظر آرہے تھے اور اسی محل کے ایک حصے میں عمرو بن معدیکرب اپنے دوستوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ شخص قیس مرادی کی جگہ حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ مذحج قبیلے کے کئی معزز افراد بھی وزارت اور سپہ سالاری کے مناصب حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ فیصلے صبح ہونے تھے۔

اسود عنسی کے جو پرستار یمن سے باہر اپنے دین کو فروغ دینے کے منصوبے بنا رہے تھے وہ بھی اسی

محل میں ٹھہرائے گئے تھے۔

اسود عنسی کے عام پرستار مویشی اکٹھے کرتے پھر رہے تھے کیونکہ دوسرے دن صبح اجتماع میں شریک ہونے والوں کے لیے طعام کا بندوبست ان عامیوں کے سپرد کردیا گیا تھا۔ اونٹ، دنبے، گائے اور بکریاں بہت بڑے عارضی باڑے میں باندھ دی گئی تھیں۔

اہالیان محل کے علاوہ شہری بھی اس چہل پہل میں حصہ لے رہے تھے کیونکہ اب ان کا دین یمن سے نکل کر عرب کے دوسرے علاقوں میں داخل ہونے والا تھا۔ اس خطرناک ماحول میں قیس مرادی، فیروز دیلمی اور حشنس دیلمی چند سربر آوردہ معزز مسلمانوں سے ملے اور ان سے مشورے شروع کر دیئے۔

قیس مرادی نے ان سب کو بتایا "کل صبح کے اجتماع میں مجھ سے وزارت اور سپہ سالاری کے عہدے چھین لیے جائیں گے اور ان دونوں منصبوں کے لیے دو الگ الگ آدمی مقرر کردیے جائیں گے اور شاید اسی وقت یہ فیصلہ بھی ہوجائے کہ اب میرا زندہ رہنا اسود عنسی کے لیے غیر ضروری ہے اور اسی وقت مجھے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔"

فیروز دیلمی نے کہا "اسود عنسی کے موکلوں کو معلوم نہیں مجھ سے کب کی دشمنی چلی آرہی ہے۔ وہ اسود عنسی کو میرے خلاف مستقل ورغلاتے رہتے ہیں کل مجھے بھی اس تقریب میں مدعو کیا گیا ہے، بس اللہ خیر کرے۔"

حشنس دیلمی نے کہا "جب آپ دونوں کے خلاف کچھ ہوسکتا ہے تو میری کیا حیثیت ہے۔ وہ مجھ سے بھی ناخوش ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کروادیا جائے۔"

مسلمانوں نے اپنی تشویش ظاہر کی اور کہا "ہمیں یہ ڈر ہے کہ کل اسود عنسی کے جنونی ہمارے گھروں کا رخ کریں گے اور لوٹ مار شروع کردیں گے۔ یوں بھی صبح سے ہم سے مویشی چھینے جارہے ہیں۔ کل معلوم نہیں ہم پر کیسی قیامت گزر جائے۔ ہم اگر ان سے جنگ کرنا چاہیں تو ہمیں جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی کیونکہ ہم مدینے کے تابع ہیں۔ مدینے کی طرف سے یہاں جو لوگ فائز ہیں وہ ہمیں روک رہے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے جنگ کا آغاز نہ کریں۔"

قیس مرادی نے بالکل اس مویشی کی طرح بے قراری ظاہر کی جسے اپنے ذبح کیے جانے کا یقین ہو چکا ہو۔ "اگر آپ لوگ کل تک کچھ نہ کرسکے تو میں قتل کردیا جاؤں گا اور اب میں پچھتا رہا ہوں کہ میں نے تم لوگوں سے میل کرکے اپنے لیے اچھا نہیں کیا۔"

فیروز دیلمی نے کہا "قیس مرادی! تو ہم پر الزام نہ لگا کیونکہ تو نے ہمیں خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ یمن کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں سے جو جنگیں لڑی گئیں اس میں ہمارے دشمن کی طرف سے تو سپہ سالاری کررہا تھا اور جتنا نقصان مسلمانوں کو تو نے پہنچایا ہے کسی اور نے نہیں۔"

قیس مرادی نے جواب دیا "لیکن پھر میری ہی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگوں کا سلسلہ موقوف ہوا۔ مجھے اقرار ہے کہ میں نے مسلمانوں پر ظلم کیے تھے اس پر میں تہ دل سے شرمندہ ہوں اور توبہ کرلی کہ اب میں مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم لوگ میرے اس جذبے کی تو قدر کرو۔"

فیروز دیلمی نے کہا "تو نے اسود عنسی کی مخالفت اسی لیے مول لی کہ اسود عنسی ضرورت سے زیادہ مغرور ہوچکا ہے اور اب وہ اپنے جاں نثاروں کی وہ عزت نہیں کرتا جیسی پہلے کیا کرتا تھا بس اس کے اس تکبر نے تیرے دل میں اسود عنسی کے خلاف نفرت پیدا کردی اور تو ہم سے مل کر اسود عنسی کے خلاف درپے آزار ہوگیا۔"

حشنس دیلمی نے ان دونوں کو منع کیا کہ وہ ان فضول باتوں میں اپنا وقت برباد نہ کریں۔ اب اگر قیس مرادی ہمارا دوست بن گیا ہے تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔

ایک معزز مسلمان نے بھی حشنس دیلمی کی تائید کی اور کہا "کل اگر واقعی قیس مرادی کی زندگی خطرے میں ہے تو کل اسود عنسی کے اجتماع میں ہر اس شخص کو نہیں جانا چاہیے جسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آتی ہو۔"

فیروز دیلمی نے اس مشورے کی مخالفت کی اور کہا "ابھی تک تو ہمیں اسود عنسی سے ملنے جلنے کے مواقع حاصل رہے ہیں۔ اب اگر ہم اس سے ملنا جلنا ترک کردیں گے تو گویا اس بات کا اقرار کرلیں گے کہ ہم واقعی اسود عنسی کے دشمن ہیں اور جب ہم اپنے بارے میں اعتماد کھودیں گے تو پھر ہماری موت ہمارے سامنے کھڑی ہوگی۔"

گھنٹوں بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسود عنسی کے صبح کے اجتماع میں ہر وہ شخص شریک ہوگا جسے بلایا گیا ہے اور اس بات کی کوشش کرے گا کہ اپنے خطرناک حشر کو دو چار دنوں کے لیے التوا میں ڈلوادے اور ان چار دنوں میں اسود عنسی کا کام تمام کردیا جائے۔

اس تجویز پر سبھی کا اتفاق ہوگیا لیکن فیروز دیلمی کے علاوہ یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ واقعی اسود عنسی کو ٹھکانے لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ اسود عنسی کے محل ہی میں تیار ہوچکا ہے۔

سبھی چپ چاپ منتشر ہوگئے۔ وہ رات قیامت کی رات تھی۔ مقامی مسلمان بے حد پریشان

تھے۔ اسی طرح قیس مرادی اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ رہ گئے فیروز دیلمی اور حشنس دیلمی تو یہ دونوں کسی قدر پر امید تھے کہ حالات پر قابو پالیں گے۔

دوسرے دن محل کے باہر لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اور چند ساعتوں کے اندر پورا میدان آدمیوں سے پٹ گیا لیکن اسود عنسی اس وقت بھی محل کے اندر تھا۔ جب اس کو اندر یہ خبر دی گئی کہ باہر اس کا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے تو وہ بھی آزاد کے ساتھ نمودار ہوا۔ ہجوم نے اسے دیکھتے ہی اہلاً و سہلاً کے نعرے بلند کیے۔ آزاد کو ایک چھوٹے سے خیمے میں بٹھا دیا گیا جو اسود عنسی کے بہت بڑے خیمے میں خاص طور پر آزاد کے لیے بنایا گیا تھا۔ یہاں اسود عنسی ایک تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے بالکل پیچھے قریب ہی آزاد اسود عنسی کے کاموں کی نگرانی کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اسود عنسی نے اپنے پرستاروں کو یہ خوش خبری سنائی کہ اس کے موکل کل رات بتا گئے ہیں کہ میرا دین اب یمن سے بھی آگے نکل جائے گا اور آہستہ آہستہ پورا عرب میرے زیرِ نگیں ہو گا۔ تم لوگ آسودگی پاؤ گے، گھر گھر خوشحالی ہو گی لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ہم میں چند ایسے منافق بھی موجود ہیں جن سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

عمرو بن معدیکرب اس کے سامنے بائیں طرف بیٹھا تھا۔ جب کہ اس کے داہنی طرف سامنے اس کے اپنے قبیلے مذحج کے چند معززین موجود تھے اور یہ لوگ وزارت اور سپہ سالاری کے امیدوار تھے۔

اچانک عمرو بن معدیکرب کھڑا ہوا اور درخواست کی "جن منافقوں کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ انہیں اس ہجوم میں بے نقاب کیا جائے اور ہم سب کے سامنے انہیں سزا دی جائے تاکہ ان کے انجام سے دوسرے عبرت پکڑیں اور لوگ منافقت کا خیال تک اپنے دل میں نہ لا سکیں۔"

تخت کے روبرو اسود عنسی کے بالکل سامنے قیس مرادی بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اب بھی سپہ سالار تھا اور وزیر بھی۔ اس کے دونوں طرف فیروز دیلمی اور حشنس دیلمی بیٹھے تھے۔

اچانک ہاتھ کے اشارے سے قیس مرادی کو اسود عنسی نے اپنے پاس بلوایا اور اپنے قریب پڑے ہوئے چھوٹے سے تخت پر بیٹھ جانے کا حکم دیا اور پھر لوگوں سے پوچھا "تم لوگ اس معمولی شخص سے تو واقف ہو گے کیونکہ یہ ہمارا وزیر بھی ہے اور سپہ سالار بھی؟"

لوگوں نے آوازیں بلند کیں "ہاں! ہم سب اس سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ادھر کچھ دنوں سے اس شخص نے منافقت اختیار کر رکھی ہے۔"

قیس مرادی ان آوازوں سے اتنا گھبرایا کہ کبھی وہ فیروز دیلمی کو دیکھتا اور کبھی حشنس دیلمی کو۔ وہ

یہاں آ کے پچھتا رہا تھا۔

اس کی اس پریشانی سے اسود عنسی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے اعلان کیا "میرے موکل مجھے بار بار خبردار کر رہے ہیں کہ میں اپنے وزیر اور سپہ سالار قیس مرادی پر اعتبار نہ کروں مگر میں ہر بار قیس مرادی کی خدمات جلیلہ کے پیشِ نظر اس کو طرح دیتا رہا ہوں اور یہ اسی وجہ سے اب تک ہم میں زندہ نظر آ رہا ہے۔"

اس پورے ہجوم میں ایک شخص قیس مرادی کا حامی نکلا اور اس نے اسود عنسی سے درخواست کی۔ "نبی محترم! اس شخص کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر اس کو کچھ اور موقعے دیے جائیں اور جیسا کہ قیس مرادی بار بار یہ یقین دلاتا رہا ہے کہ یہ کبھی بھی آپ کے خلاف نہیں رہا، اب اسے چند ماہ اور زندہ رہنے دیا جائے اور ان چند ماہ میں اس سے چند بڑے کام لیے جائیں تاکہ ہمارے دین کو فروغ حاصل ہو۔"

یہ مشورہ اثر کر گیا اور اسود عنسی نے قیس مرادی سے کہا "آج میں یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اپنی تلوار سے میں خود اس بہت بڑے ہجوم کے سامنے تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا مگر اب ایسا ممکن نہیں رہا اور اب میں فی الحال تیرے ہی ذریعے مسقط اور عمان فتح کروں گا۔ قریب ہی بحرین ہے وہاں بھی ہم پہنچ جائیں گے۔"

قیس مرادی نے ان سب کو یقین دلایا کہ اس کے سپرد جو ذمے داریاں کی جائیں گی وہ انہیں خلوص اور دیانت داری سے انجام دے گا۔ اب اسود عنسی، فیروز دیلمی سے مخاطب ہوا اور کہا "اے فیروز! کیا بات ہے کہ میرے موکل تیری طرف سے بھی خبردار کرتے رہتے ہیں۔ وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ تو قابل اعتبار نہیں ہے اور مجھے دھوکا دے گا۔ تیری وہ ساری باتیں جو تیری نسبت مجھے بتائی گئی ہیں، غلط ہیں۔"

ابھی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ ایک شخص اسود عنسی کے قریب پہنچا اور قطع کلامی کی معافی مانگتے ہوئے عرض کیا "اے اللہ کے نبی! اس وقت تیس اونٹ، ستر گائیں، چالیس دنبے اور دو سو بکریاں باڑے میں موجود ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو انہیں ذبح کیا جائے اور دیگیں چولہوں پر چڑھا دی جائیں کہ جیسے ہی آپ لوگ فارغ ہوں آپ سب کی خدمت میں گرم گرم کھانا پیش کر دیا جائے۔"

اسود عنسی کو یہ مداخلت پسند نہ آئی اور رعونت سے کہا "ٹھیک ہے، مطلوبہ جانور ذبح کیے جائیں اور چولہوں پر دیگیں چڑھا دی جائیں اور اس وقت تو نے جو بے جا مداخلت کی ہے اس کی سزا یہ ہے کہ

جانوروں کے ساتھ تجھے بھی ذبح کر دیا جائے۔"

یہ شخص معافیاں مانگنے لگا اور توبہ کرنے لگا۔

اسود عنسی نے اپنی میان سے تلوار کھینچی اور کہا "تیرے جیسے معمولی آدمی کے قتل سے میں اپنی تلوار کو آلودہ نہیں کروں گا مگر فیروز ویلمی جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے' میرے ہاتھ سے اس تلوار کے ذریعے ضرور ذبح ہو گا۔"

فیروز ویلمی ذرا بھی نہ گھبرایا اور عرض کیا "حضور والا! کیا آپ بھول گئے ہیں کہ حضور کی حرم محترم میری عم زاد بہن اور دودھ شریک ہے اور ہم اس پر نازاں رہتے ہیں کہ جناب نے ہمیں سسرالی قرابت سے سرفراز فرمایا۔ اگر حضرت اعلیٰ منصبِ نبوت پر فائز نہ ہوتے تو ہم کسی بڑی سے بڑی قیمت پر بھی اپنی قسمت حضور کے ہاتھ فروخت نہ کرتے۔ اب حضور کی اطاعت میں ہمیں ہر طرح دین و دنیا کی فلاح نصیب ہے۔"

اچانک ہجوم میں ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا "سرکار! یہ فیروز ویلمی آپ کا جانی دشمن ہے۔ آپ اس کی سخن سازیوں سے دھوکا نہ کھائیے۔"

فیروز ویلمی نے اس شخص سے پوچھا "تجھ کو میرے ارادوں کی خبر کس طرح ہوئی اور تو جو یہ چغلی کھا رہا ہے تو کیا تجھے الہام ہوا ہے یا تیرے پاس بھی فرشتے اور موکل آتے رہتے ہیں اور غلط سلط خبریں دے کر چلے جاتے ہیں۔"

اسود عنسی نے کہا "اے فیروز! میں سچ کہتا ہوں کہ میرا دل تیری طرف سے صاف نہیں ہے۔ یہ دو دن تو میری مصروفیت کے ہیں لیکن تیسرے دن میں تجھ کو اپنے ہاتھوں سے ضرور قتل کروں گا۔ نہ صرف تجھ کو بلکہ تیرے ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

اس روز جب ہر کوئی کھانے پینے میں مشغول تھا آزاد نے اسود عنسی کو ایک بار پھر یاد دلایا "آپ بار بار یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ فیروز اور خشنس میرے عم زاد اور دودھ شریک ہیں اور یہ کہ دونوں ویلم جا رہے ہیں۔۔ وہاں آپ کے دین کے لیے کام کریں گے۔"

اسود عنسی نے جواب دیا "میں کچھ بھی نہیں بھولا۔ مجھے سب کچھ یاد ہے مگر میں اپنے فرشتوں اور موکلوں کو کس طرح جھٹلاؤں جو بار بار فیروز ویلمی اور خشنس ویلمی کے خلاف بولتے رہتے ہیں۔ اگر میں اپنے موکلوں اور فرشتوں کو منع کر دوں کہ یہ شخص یا دونوں وہ نہیں ہیں جو تم مجھے بتلا رہے ہو بلکہ یہ دونوں ویلم جا کر میرے اور میرے دین کے لیے بڑے بڑے کام انجام دینے والے ہیں تو وہ میری بات

ماننے کو تیار نہیں ہوں گے۔ بہرحال یہ بات بھی چند دنوں کی ہے اس کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟"

آزاد نے پھر وہی بات دہرائی اور زور دیا کہ اب خواب گاہ کی بیرونی دیواروں کے متوازی ایک اور دیوار تعمیر کی جائے کیونکہ پورے محل میں آپ تک پہنچنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے بس محل کا وہی حصہ خطرناک ہے۔

اسود عنسی نے کہا "ٹھیک ہے۔ جیسا تو کہتی ہے ویسا ہی کر' اور جتنے مزدور اس کام کے لیے درکار ہیں وہ میرا معتمد فراہم کر دے گا۔"

آزاد نے اس کام میں ذرا سی بھی سستی نہیں کی اور اسی وقت معتمد کے ذریعے مزدوروں کا انتظام کیا۔ اب اسے فیروز ویلمی اور خشنس ویلمی کی سخت ضرورت تھی کیونکہ ان ہی دونوں کو کسی بھی وقت اسود عنسی کی خواب گاہ میں پہنچنا تھا۔

اسود عنسی اپنے مستقبل کے منصوبوں کی تکمیل میں مشغول ہو گیا۔ اسے اتنی فرصت بھی نہیں ملتی تھی کہ وہ متوازی دیوار پر توجہ دیتا اور ایک بار ہی جا کر یہ دیکھتا کہ اس کی دیواروں کی تعمیر کے ساتھ ہی اس کی خواب گاہ میں کتنی ہوشیاری سے نقب لگائی جا رہی ہے۔

فیروز ویلمی اور خشنس ویلمی نے اپنی جانوں کے خوف سے' آزاد سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا لیکن دونوں کو اس منصوبے کا علم تھا اس لیے اب کسی ایک کی آزاد سے ملاقات ضروری ہو گئی تھی۔ آخر فیروز ویلمی نے خشنس سے کہا "میں اس منصوبے کا آخری کردار ہوں۔ تو موقع محل دیکھ کر آزاد کے پاس جا کر معلوم کر کہ مجھے کس رات اسود عنسی کی خواب گاہ میں داخل ہونا ہے۔"

خشنس ویلمی نے خوفزدہ لہجے میں کہا "ٹھیک ہے! آج میں کسی وقت آزاد سے ملوں گا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ میں واپس آ کر تجھے یہ بتاؤں کہ تو کس رات اسود عنسی کی خواب گاہ میں داخل ہو گا اور اپنا کام انجام دے گا کیونکہ میں محل میں قتل بھی کیا جا سکتا ہوں۔"

فیروز ویلمی نے اسے تسلی دی اور کہا "ہم جو کچھ کر رہے ہیں اپنے لیے نہیں کر رہے بلکہ اس کے پیچھے اسلامی روح اور جذبہ کارفرما ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مطلوب ہے۔ جھوٹی نبوت کے اس فتنے کو اس دنیا سے ناپید کرنا ہے۔ واللہ میں نے اس سے زیادہ جھوٹا آدمی نہیں دیکھا۔ ہمیشہ یہ شخص فرشتوں اور موکلوں کی بات کرتا ہے اور یہ ہمارے بارے میں تو ساری خبریں پہنچا دیتے ہیں لیکن انہیں تیسرے کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم اور کمال تو یہ ہے کہ اسود عنسی کا

خاص معتمد بھی آزاد سے مل چکا ہے اور اسود عنسی کے خلاف سازش میں شریک ہے مگر فرشتوں اور موکلوں نے اس کے بارے میں کبھی اسود عنسی کو کچھ نہیں بتلایا۔"

بہرحال حشنس ویلمی اپنی جان ہتھیلی پر لیے ہوئے آزاد سے ملنے اس کے محل میں پہنچ گیا اور پوچھا "اب فیروز کو کب نقب زدہ حصے سے داخل ہو کر اسود عنسی کی خواب گاہ میں داخل ہونا ہو گا کیونکہ اب ہمارے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ اپنی جانیں بچا کر یہاں سے فرار ہو جائیں۔ اسود عنسی کے آدمی ہماری مسلسل نگرانی کر رہے ہیں۔ اسی دوران میں کسی وقت بھی اس کا فرمان گردن زدنی ہم دونوں کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔"

آزاد نے جواب دیا "آج کل اسود عنسی بہت چوکنا اور ہوشیار ہو چکا ہے۔ محل کے اندر ہر جگہ پہرا چوکی موجود ہے۔ اگر کوئی شخص محل میں داخل ہو کر اسود عنسی تک پہنچنا چاہے تو اسے یہاں کے ہر دروازے پر دو چار پہرے دار ضرور ملیں گے لیکن خواب گاہ کے باہر کوئی پہرے دار نہیں ہے۔ بس وہیں سے نقب لگا کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے اور میرے علم کے مطابق آج رات فیروز وہاں سے اندر آ سکتا ہے اور اسود عنسی کو ٹھکانے لگا سکتا ہے۔"

کسی نے اسود عنسی کو خبر کر دی تھی کہ حشنس ویلمی آزاد سے باتیں کر رہا ہے۔ اسود عنسی غضب ناک حالت میں اندر داخل ہوا اور حشنس سے دریافت کیا "تو یہاں کیوں آیا؟"

حشنس نے جواب دیا "آزاد میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے کیا میں اپنی بہن سے نہیں مل سکتا؟"

اسود عنسی نے اشتعال میں کہا "ضرور مل سکتا ہے۔" یہ کہہ کر حشنس کے ایک زوردار گھونسا رسید کیا۔ جس سے وہ نیچے گر گیا۔

آزاد نے خلاف توقع چیخنا چلانا اور شور مچانا شروع کر دیا۔

اسود عنسی کا غصہ جاتا رہا۔ وہ آزاد سے ڈر گیا اور کسی مجرم کی طرح ہاتھ باندھ کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

آزاد نے ناک بھوں چڑھا کر اسود کو ڈانٹا "تو نے میرے دودھ شریک بھائی کو مارا جو اپنی بہن کی محبت سے سرشار یہاں آیا تھا تو نے اس سے وحشیانہ سلوک کیا۔ مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی۔"

اسود عنسی خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ اس نے حشنس کو تو چھوڑ دیا اور آزاد سے معذرت کرنے لگا۔ بمشکل اپنا قصور معاف کروایا۔ حشنس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور چپ چاپ محل سے نکل گیا

اپنے دوستوں سے ملا اور پٹنے کی داستان سنائی۔

حشنس نے اندرون محل کے پہرے داری اور مخالفت کی کچھ ایسی منظر کشی کی کہ اس کے دوست اسود عنسی سے خوفزدہ ہو گئے۔ اب انہیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ اسود عنسی اپنی اس خفت کا مسلمانوں سے ضرور بدلہ لے گا ان سب نے فرار کا منصوبہ بنایا۔

یہ لوگ فرار کے منصوبے بنا رہے تھے کہ ایک شخص حشنس کو تلاش کرتا ہوا آیا۔ حشنس نے اسے پہچان لیا۔ یہ آزاد کا غلام تھا۔ یہ غلام حشنس کو ایک طرف لے گیا اور کہا "مجھے میری مالکن نے بھیجا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ ہم دونوں کے درمیان جو بات طے پا گئی ہے اس میں سستی نہ اختیار کی جائے۔"

حشنس نے اپنا گال سہلاتے ہوئے کہا "مجھے اسود عنسی کا یہ گھونسا ہمیشہ یاد رہے گا۔ میرا جبڑا ٹیڑھا ہو گیا اور میری بتیسی ہل گئی ہے۔ میرے سینے میں بھی آتش انتقام بھڑک رہی ہے۔ میں طے شدہ منصوبے کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔"

ابھی حشنس کی ملاقات فیروز سے نہیں ہو سکی تھی کہ غلام نے حشنس سے کہا "اس منصوبے پر فیروز کو عمل کرنا ہے اس لیے میرے ساتھ فیروز کے پاس چلو اور میرے سامنے اس سے بات کرو۔"

حشنس اٹھا اور فیروز کو تلاش کرنے لگا۔ جب ان دونوں کی فیروز سے ملاقات ہو گئی تو حشنس نے فیروز کو اپنی پوری روداد سنا دی اور کہا "آج رات اس فتنے کا سر کچل دینا ہے۔"

غلام نے فیروز سے کہا "جناب! آپ کو آج رات جس منصوبے پر عمل کرنا ہے مالکن نے فرمایا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے پہلے مالکن سے ایک بار محل میں ملاقات ضرور کر لیں۔"

فیروز نے غلام کو جواب دیا "تو اپنی مالکن سے جا کر کہہ دے کہ آج میں کسی بھی وقت آ کر ملوں گا اور آخری بار منصوبہ بندی ہو جائے گی۔" غلام واپس چلا گیا۔

حشنس نے اپنا سر سہلاتے ہوئے کہا "میں اس مکے کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ آپ بھی ذرا ہوشیار رہیے گا۔"

فیروز نے کہا "میں حشنس نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بدسلوکی کرنے سے پہلے اسود عنسی کو کئی بار سوچنا پڑے گا۔ وہ اگر ایک مکا مارے گا تو میں اس کے دو مکے رسید کروں گا اور اس کے دونوں جبڑے توڑ دوں گا۔"

فیروز نہایت آن بان کا صحت مند نوجوان تھا۔ وہ اسی وقت آزاد کے پاس پہنچ گیا۔ آزاد اس کو اتنی

جلدی اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور کہا "اب ہمارے پاس زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اس لیے کسی تمہید کے بغیر سمجھ لے کہ آج رات تو اپنے منصوبے پر عمل کرے گا اور یہ سمجھ لے کہ اگر آج تو ناکام رہا تو پھر تجھے زندگی بھر ایسا دوسرا موقع نہیں ملے گا۔"

فیروز نے کہا "بہن! آپ اطمینان رکھیے میں اگر اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو اپنی جان دے دوں گا تاکہ لوگ مجھے ناکامی کا طعنہ نہ دیں۔"

اسود عنسی کو لوگوں نے خبر دے دی کہ فیروز بھی آزاد سے ملاقات کرنے آیا ہوا ہے۔

اسود عنسی غصے میں لال بھبوکا آزاد کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ فیروز سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ دور ہی سے چیخا "آج ہی میں ایک کو مکا مار کر نکال چکا ہوں کہ یہ دوسرا آ گیا۔"

آزاد نے کہا "ایک تو فرشتوں اور موکلوں نے بار بار آ کر آپ کو اپنا محتاج بنا لیا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ فیروز سے بارہا مل چکے ہیں مگر اس وقت اسے نہیں پہچان رہے ہیں۔ یہ فیروز ہے میرا چچا زاد دودھ شریک بھائی۔ خبردار! جو اسے کوئی تکلیف پہنچائی۔"

اسود عنسی نے پوچھا "یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

آزاد نے جواب دیا "آپ نے حشنس کے ایک مکا مارا تو وہ ہم سب سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ فیروز کے ساتھ ویلم جا رہا ہے۔ اس لیے فیروز مجھ سے الوداعی ملاقات کرنے آیا ہے۔"

اسود عنسی نے فیروز کی طرف دیکھا اور ناخوشگوار لہجے میں پوچھا "تو نے الوداعی ملاقات کر لی یا ابھی کچھ باقی ہے۔"

فیروز نے جواب دیا "میں نے اپنی بہن سے تو ملاقات کر لی مگر تجھ سے ایک ملاقات کرنی ہے اس کے بعد پھر ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔"

اسود عنسی کسی قدر نرم پڑ گیا اور کہا "تم دونوں نے تو مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ویلم پہنچ کر تم میری اور میرے دین کی تبلیغ کرو گے۔ کیا تم دونوں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہو؟"

فیروز نے کہا "افسوس کہ آپ نے اس کو اس زور کا مکا رسید کیا ہے کہ اس کا جبڑا ٹیڑھا ہو گیا۔ اب کم از کم حشنس تو میرا ساتھ نہیں دے گا۔"

اسود عنسی نے کہا "حشنس سے کہو کہ وہ مجھ سے ایک بار مل لے۔ میں اس سے معذرت کر لوں گا۔"

فیروز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "ٹھیک ہے۔ میں اس کو آپ سے آخری بار ملوا دوں گا۔"

اسود عنسی نے آزاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم دونوں نے ملاقات کر لی؟"

آزاد نے جواب دیا "ہاں، ملاقات کر لی اور اب یہ دونوں جب آپ سے ملنے آئیں گے تو دونوں سے ایک ملاقات اور ہو جائے گی۔"

فیروز اسی وقت محل سے نکل گیا اور اسود عنسی نے آزاد سے کہا "مجھ کو تیرے یہ دونوں چچا زاد دودھ شریک بھائی اچھے نہیں لگتے۔ ان کی نیتوں میں فتور پایا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی موت ان کا پیچھا کر رہی ہے اور میرے آدمی بہت جلد ان دونوں کو ہلاک کر دیں گے۔"

☼☆☼

اسی روز شام کو فیروز نے اپنے ساتھیوں کو یکجا کیا اور رات کے اندھیرے میں خواب گاہ کے اس بیرونی حصے میں پہنچ گیا جہاں نقب لگائی جا چکی تھی اور ذرا سے اشارے سے اندر جانے کے لیے شگاف ڈالا جا سکتا تھا۔

فیروز نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے نقب زدہ حصے کو اندر جانے کے لائق کیا اور سب سے پہلے خواب گاہ میں داخل ہوا، اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئے اور خواب گاہ کے ان دروازوں پر جا کر کھڑے ہو گئے جہاں سے اسود عنسی کے محافظ کسی کھٹکے پر دروازے کھول کر اندر داخل ہو سکتے تھے۔

اندر ایک شمع روشن تھی۔ یہ شمع دان آزاد نے ایک ایسی جگہ رکھ دی تھی جہاں سے مدھم روشنی بمشکل اسود عنسی کے بستر تک پہنچ سکتی تھی۔ اسی مدھم روشنی میں فیروز نے آزاد کو دیکھا جو اسود عنسی کے پاس خاموش بیٹھی تھی اسود عنسی کے زوردار خراٹے پوری خواب گاہ میں گونج رہے تھے جس سے پورا ماحول بہت خطرناک لگ رہا تھا۔

آزاد اسود عنسی کے پاس سے ہٹ گئی اور فیروز کے پاس جا کر آہستہ سے کہا "وہ بہت گہری نیند سویا ہوا ہے۔ اب تو اپنا کام انجام دے سکتا ہے۔"

ابھی آزاد کا فقرہ پورا ہی ہوا تھا کہ اچانک اسود عنسی کی آواز سنائی دی۔ وہ بالکل نیم غنودگی میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور بڑبڑا رہا تھا۔ "اے فیروز! تو یہاں کیا لینے آیا ہے؟ مجھے معلوم تھا کہ تو یہاں آئے گا۔"

فیروز ڈر گیا کہ یہ موذی اچانک بیدار کس طرح ہو گیا؟ اب فیروز کے لیے سوچنے کی گنجائش نہیں رہی تھی اور اسے اندیشہ تھا کہ اگر اسود عنسی نے اپنی مدد کے لیے اپنے محافظوں کو آواز دی تو حالات اور معاملات اس کے اختیار سے نکل جائیں گے اور اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ فیروز بھی مارا جائے

گا۔

وہ تیزی سے اسود عنسی کے پاس گیا۔ اس نے شمع کی مدھم روشنی میں اسود کو دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بڑبڑا رہا تھا "مجھے میرے موکل نے بتایا کہ تو اپنے بہت سے ساتھیوں کے ہمراہ میری خواب گاہ میں برے ارادے سے داخل ہو چکا ہے مگر اب تو بچ کے یہاں سے کہاں جائے گا؟"

آزاد نے فیروز سے کہا "تو باتوں میں اپنا وقت کیوں ضائع کر رہا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے کر گزر۔"

فیروز جھپٹا۔ اب اس کے لیے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نکالنا دشوار ہو گیا تھا۔ اس نے اسود عنسی کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسے اس طرح زور سے موڑا جس طرح دھوبی کپڑے نچوڑتا ہے۔

فیروز کا طاقت ور یہ داؤ اسود عنسی کی گردن توڑنے کے لیے بہت ہی معاون و مددگار ثابت ہوا۔

گردن ٹوٹ گئی اور اسود عنسی بدستور خرخر کی آوازیں نکالتا رہا۔

آزاد دوڑتے ہوئے فیروز کے پاس پہنچی اور کہا "یہ کیا کر رہا ہے تو کہ ابھی تک اسود عنسی مرا بھی نہیں اور تو واپسی کی سوچ رہا ہے۔"

فیروز نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "مجھے جو کام کرنا تھا کر چکا۔ اب اس میں جان باقی نہیں ہے اور نہ یہ اپنے محافظوں کو آواز دے کر اندر بلا سکتا ہے۔"

آزاد نے خاموشی سے خرخر کی آواز سنی جو ابھی تک اسود عنسی کے حلق سے پھنس پھنس کر نکل رہی تھی۔ اس نے اس کی آواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ ابھی زندہ ہے۔"

فیروز نے آزاد کو ساتھ لیا اور شمع دان کے قریب جا کر اپنے طاقت ور بازو دکھائے اور کہا "ان بازوؤں کی گرفت میں آج تک جو بھی آیا ہے اس کی ہڈی پسلی توڑ کے ایک طرف پھینک دیا گیا۔ اب اسود عنسی میں بھی جان باقی نہیں ہے۔"

آزاد نے ڈرتے ڈرتے اسود عنسی کی گردن کو ٹٹول کر دیکھا تو وہ ٹوٹ چکی تھی اور اس کا منکا ڈھل چکا تھا۔ آزاد خوشی سے پاگل ہو گئی اور بہ آواز بلند کہا "موذی مارا گیا۔ فتنے کا خاتمہ ہوا۔"

فیروز باہر جانے لگا تو آزاد نے دوڑ کر اس کا دامن پکڑ لیا۔ اس وقت آزاد کا ذہنی توازن درست نہیں تھا کہنے لگی "باہر کہاں جا رہا ہے، پہلے اس کا کام تمام تو کر دے۔"

فیروز نے جواب دیا "بہن! ہوش میں آ۔ موذی مارا گیا اور تجھے اس خوفناک اور تکلیف دہ ماحول سے نجات مل گئی۔"

اچانک خرخر کی آواز میں شدت پیدا ہو گئی اور یہ آواز باہر پہرے داروں تک پہنچی تو اس کے

محافظ اسود عنسی کی خواب گاہ کی طرف دوڑے اور اندر داخل ہونا چاہا۔ آزاد ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور کہا "تم لوگ خاموش رہو اور اندر آنے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہارے پیغمبر پر وحی نازل ہو رہی ہے۔"

محافظ واپس چلے گئے۔

فیروز نقب زدہ حصے سے باہر نکل گیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ خوش خبری سنائی کہ اسود عنسی مارا گیا۔

فیروز کے ساتھی خواب گاہ میں داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہونے والوں میں حشنس سب سے آگے تھا۔ چنانچہ اندر داخل ہوتے ہی وہ اسود عنسی کے قریب پہنچا وہ اب بھی خرخر کر رہا تھا۔

حشنس نے اپنا مکا زدہ جبڑا سہلایا اور اپنی پیش قبض سے اسود عنسی کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کے منہ کو دیکھتے ہوئے کہا "اے موذی! دیکھا تو نے، تیرے ایک مکے نے تجھے کہاں پہنچا دیا ہے اور کہاں ہیں تیرے فرشتے اور موکل جو تجھے ہر بات کی پیشگی اطلاع دے دیا کرتے تھے۔"

یہ کہتے ہوئے حشنس نے اسود عنسی کے منہ پر تھوک دیا۔

یہ لوگ خواب گاہ بند کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور صبح فجر کی نماز کے بعد سب بیٹھ کر یہ سوچنے لگے کہ اسود عنسی کی موت کی خبر کس طرح پھیلائی جائے۔ بالآخر حشنس کو حکم دیا گیا کہ وہ مسجد کے مینار پر چڑھ کر اذان دے اور اسی اذان میں اشہدوان محمد الرسول اللہ کے بعد بار بار اعلان کرے۔ اشہدان عیسلہ کذاب (میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسلہ جھوٹا ہے)

اس پر عمل ہوا تو تہلکہ مچ گیا۔ اسود عنسی کے پیرو ہر طرف سے دوڑ پڑے اور حشنس کو مارنے کی کوشش کی۔ حشنس نے اوپر سے اسود عنسی کا کٹا ہوا سر ان کی طرف پھینک دیا۔ اس سر نے ان پر جوش گمراہ انسانوں کو خوفزدہ کر دیا لیکن اچانک یہ لوگ مسلمانوں کے گھروں پر حملہ آور ہو گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔

مسلمانوں نے بھی بے دریغ ان کا قتل عام شروع کر دیا اور ۱۷۰ آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

شام تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ اس ہنگامے میں مسلمانوں کا مال بھی لٹا اور بچے بھی اغوا ہوئے تھے۔

عصر کے وقت تک اسود عنسی کے پیروؤں کو ہوش آ چکا تھا کہ اب مسلمانوں سے جنگ بے سود ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو اسود عنسی کے ماننے والے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلاک کیے جائیں گے۔

انہوں نے اپنے معززین کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ۱۷۰ معزز لوگ غائب ہیں۔ لاشوں

میں تلاش کیا گیا تو ان میں بھی موجود نہیں تھے۔ آخر کسی نے ان کو بتایا کہ یہ ۱۷۰ آدمی مسلمانوں کی قید میں جا چکے ہیں۔

ان لوگوں نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ان کے یہ آدمی رہا کر دیے جائیں۔

فیروز اور جشنس نے ان مطالبہ کرنے والوں سے کہا "تم لوگ ہمارا لٹا ہوا مال اور ہمارے اغوا کیے ہوئے بچے واپس کر دو، ہم تمہارے ۱۷۰ آدمی رہا کر دیں گے۔"

دونوں نے اس معاہدے کی رو سے مال و دولت اور بچے مسلمانوں کو واپس کر دیے۔ دوسری طرف سے ۱۷۰ اسود عنسی کے پرستاروں کو بھی رہا کر دیا گیا۔

✪✲✪

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح فجر کی نماز کے بعد اپنے اصحابؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "آج رات اسود عنسی مارا گیا۔"

صحابہ کو خوشی ہوئی دریافت کیا "یا رسول اللہؐ وہ کس کے ہاتھ سے ہلاک ہوا؟"

آپؐ نے فرمایا "ایک مسلمان کے ہاتھ سے جو ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔"

صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ اس کا نام کیا ہے؟"

آپؐ نے جواب دیا "فیروز۔"

چند دنوں بعد آپؐ وصال فرما گئے اور آپؐ کی جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو ان کو اپنے عہدِ خلافت میں سب سے پہلی جو بشارت ملی وہ اسود عنسی کے قتل کا مژدہ جاں فزا تھی۔

قاصد نے جب یہ خبر ایک مکتوب کی صورت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچائی تو آپؓ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔

اب صنعا اور نجران کی حکومت حضرت معاذ بن جبلؓ کے سپرد کی گئی اور لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

فیروز وہاں سب کا پسندیدہ اور مقبول شخص تھا۔ جدھر جاتا ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ کہیں کہیں مضافات میں اسود عنسی کے ماننے والے نمودار ہوتے، لوٹ مار کرتے، مسلمانوں کو ستاتے لیکن جب مسلمان ان کے مقابلے میں پہنچتے تو وہ بھاگ جاتے۔

کہتے ہیں کہ اسود عنسی نے قرآن پاک کے مقابلے میں اپنی الگ سورتیں گھڑ رکھی تھیں جنہیں اس کے پیرو بربان مقدس کے مماثل خیال کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ ان کا زور ٹوٹتا چلا گیا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو اسود عنسی کے ماننے والوں نے مرتدین کا ساتھ دیا اور بڑے ہنگامے کیے لیکن یہ فتنہ بھی کچل دیا گیا اور آج ہمیں ان کے بارے میں کتابوں سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ اسود عنسی اور اس کے ماننے والے قصہ پارینہ بن گئے اور دنیا کے لیے نمونہ عبرت۔

✪✲✪

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وصال کے فوراً بعد جن فتنوں نے
اسلام کے خلاف سر اٹھایا تھا، ان میں یہ فتنہ
سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ یہ براہ راست مدینے
پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے اور اس جھوٹے نبی نے
یمامہ کے ستائیس قبائل کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔
چالیس ہزار جنگ جوؤں کے مقابلے میں صرف تیرہ
ہزار مسلمان تھے۔ یہاں صرف جنگ ہی کوئی فیصلہ
نہیں کرسکتی تھی بلکہ تدبر اور فراست بھی ضروری
تھی۔ خلیفہ اول کی حکمتِ عملی نے اس پر جس طرح
قابو پایا وہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ اپنی تمام
جزئیات کے ساتھ آپ اس عہد میں پہنچ
جائیں گے اور چشم تصور سے
سب کچھ دیکھ لیں گے۔

مضمون کے مآخذ

تاریخ کامل	تاریخ ابن خلدون	فتوح البلدان	تاریخ اسلام	تاریخ طبری	معارج النبوۃ
ابن اثیر	علامہ ابن خلدون	البلاذری	اکبر شاہ خان	ابوجریرالطبری	عبدالحق محدث دہلوی

مسیلمہ کذاب

۶۳۲ء بڑھاپے میں نبوت کا دعویٰ کیا ۶۳۳ء میں قتل ہوا

مسیلمہ کذاب کا تعلق یمامہ سے تھا۔ یمامہ میں بنو حنیفہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ مسیلمہ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ اس کے باپ کا نام کبیر بن حبیب تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب و غریب خیالات کی وجہ سے خاصی شہرت رکھتا تھا اور اسے رحمان یمامہ بھی کہتے تھے لیکن بعد میں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسیلمہ کذاب کہہ کر مخاطب کیا تو لوگوں نے اسے کذاب یمامہ کا لقب دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عمر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ سے بھی بڑا تھا لیکن اپنی کہن سالی کے باوجود یہ شخص اپنی صحت اور تندرستی میں ایک گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا، دیکھنے میں اچھا لگتا تھا۔

جب اسلام تیزی سے پھیلنے پھولنے لگا اور مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ میں عرب قبائل اسلام قبول کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے تو یمامہ کے بنو حنیفہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستانہ مبارک پر حاضر ہوئے۔

بنو حنیفہ کے لوگوں میں مسیلمہ بھی شامل تھا۔ یہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسلمان ہوتے دیکھتا رہا مگر خود آگے نہیں بڑھا اور جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھ آنے والے سبھی مسلمان ہوگئے ہیں تو اس نے اپنے ہم قبیلہ حضرات سے پوچھا "تم لوگوں نے اسلام قبول کرلیا؟"

قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا "ہاں... الحمد للہ!"

مسیلمہ نے پوچھا "تم لوگوں نے محمدؐ کی نبوت کا اقرار کرلیا؟"

قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا "ہاں کیونکہ اس کے بغیر ہم کس طرح مسلمان ہو سکتے ہیں اور ہمیں صاحبِ ایمان کس طرح کہا جا سکتا ہے!"

مسیلمہ نے کہا "تو اب تم لوگ یہاں سے جاؤ اور مجھے محمدؐ سے بات کرنے کا موقع دو۔"

بنو حنیفہ کے لوگ حیران تھے کہ ان کا یہ کہن سالہ تجربہ کار خطیب اور ناٹھالفاظ اسلام قبول کرنے آیا ہے یا صرف باتیں کرنے۔ وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔ یہ شخص تخلئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور عرض کیا "میں بھی اپنے قبیلے والوں کی طرح اسلام قبول کرنے کو تیار ہوں لیکن میں یمامہ کا کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔ مجھے لوگ رحمان یمامہ بھی کہتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا "تو کھل کے بات کر' تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "آپؐ اپنی نبوت میں مجھے بھی شریک فرمالیں جس طرح حضرت موسیٰؑ کے عہد میں حضرت ہارونؑ بھی نبی تھے۔ اسی طرح آپؐ مجھے بھی نبی مان لیں اور مجھے اپنا جانشین مقرر فرمادیں۔"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کھجور کی ایک شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اے مسیلمہ! اگر تو امرِ نبوت اور امرِ خلافت میں مجھ سے یہ شاخ خرما طلب کرے تو میں دینے کو تیار نہیں۔ اسلام' ایمان' اقرارِ توحید اور اقرارِ نبوت کو مشروط نہیں کیا جا سکتا۔"

مسیلمہ نے اسلام قبول نہیں کیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔ یمامہ سے واپس جاتے ہوئے راستے میں اس کے قبیلے والوں نے پوچھا "اے مسیلمہ! تو نے اسلام قبول کر لیا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "ہاں' لیکن میرا اسلام قبول کرنا مشروط تھا۔"

قبیلے کے لوگوں نے کہا "اے مسیلمہ! تو ذاتی وجاہت اور قابلیت کی وجہ سے ابنائے وطن میں ہمیشہ ممتاز رہا۔ تیری طاقت لسانی اور فصاحت وانشاپردازی سالوں سے ضرب المثل ہے۔ تو کہنا کیا چاہتا ہے؟ ہمیں سیدھے سادے لفظوں میں بتا۔"

مسیلمہ نے جواب دیا "میں نے مسلمانوں کے نبی سے کہا کہ اگر وہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی طرح مجھے بھی اپنی نبوت میں شریک کر لیں اور اپنا جانشین نامزد کر دیں تو میں ان کی نبوت پر ایمان لانے کو تیار ہوں۔"

بنو حنیفہ کے مسلمانوں کو جستجو ہوئی کہ مسیلمہ کو اس کی پیش کش کا کیا جواب ملا انہوں نے پوچھا "پھر نبیؐ کی طرف سے تجھ کو کیا جواب ملا؟"

مسیلمہ نے جھوٹ کا سہارا لیا اور بے تامل جواب دیا "ہم دونوں نے ایک دوسرے کی نبوت کو تسلیم کر لیا ہے جس طرح محمدؐ مدینہ میں نبی ہیں۔ اسی طرح یمامہ میں' میں نبی ہوں گا اور انہوں نے مجھے اپنا جانشین نامزد کر دیا ہے۔"

بنو حنیفہ کے مسلمانوں نے مسیلمہ کی باتوں پر یقین نہیں کیا کیونکہ اگر ایسی کوئی بات تھی تو مسیلمہ کو آستانہِ نبوتؐ سے نکلتے ہی اعلان کر دینا چاہیے تھا۔ ان لوگوں نے کہا "لیکن ہم کس طرح یقین کریں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو' درست ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "اس لیے کہ میں رحمان یمامہ ہوں۔ میں برسوں تم میں رہا ہوں اور ایک نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

بنو حنیفہ کے مسلمانوں نے کہا "ہم اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک مدینے سے اس کی تصدیق نہیں کر لیں گے۔"

مسیلمہ نے ان کو ڈرایا "تم مدینے سے تصدیق کر سکتے ہو لیکن میری بات یاد رکھنا کہ اس وقت تک تمہارا ایمان ناقص ہے جب تک تم میری نبوت کا بھی اقرار نہیں کرو گے۔ محمدؐ کی طرح میری نبوت کا بھی اقرار کرو تب کہیں اپنے ایمان کو کامل پاؤ گے۔"

اس کی اس دیدہ دلیری کے باوجود بنو حنیفہ کے مسلمانوں نے مسیلمہ کو نبی نہیں مانا اور وہ اپنی بات پر اڑے رہے کہ جب تک مسیلمہ کے دعوؤں کی مدینے سے تصدیق نہیں ہو جائے گی' وہ مسیلمہ کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے۔"

مسیلمہ نے یمامہ میں اپنی نبوت کے لیے کام شروع کر دیا۔ یمامہ والوں نے مدینے سے ان کی تصدیق چاہی اور اس کا ایک آدمی رحال بن عنفوہ مدینہ پہنچا۔ یہ شخص نہار کے نام سے مشہور تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور مسیلمہ کی باتیں آپ کو بتائیں۔ آپؐ نے مسیلمہ کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا "بنو حنیفہ کے لوگوں کو بتاؤ کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور وہ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔"

نہار خود بھی کمزور ایمان رکھتا تھا اور قبیلے کی عصبیت نے اس کے دل ودماغ کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ یہ شخص رات کے اندھیرے میں یمامہ میں داخل ہوا۔ مسیلمہ سے ملاقات کی اور اس کو بتایا "میں مدینے سے آرہا ہوں۔ محمدؐ نے بنو حنیفہ کے مسلمانوں کے لیے پیغام بھیجا ہے کہ مسیلمہ جھوٹا ہے۔ اگر مسیلمہ کی جھوٹی نبوت پر ایمان لایا گیا تو ایمان لانے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔"

مسیلمہ نے کہا "خدا تیرا بھلا کرے کہ تو مدینے سے سیدھا میرے پاس آیا ہے۔ اب تو یہ بتا کہ تو مال

وہ دولت اور جاہ و عزت کا طلب گار ہے یا نہیں؟"

نہار نے جواب دیا "یہ ساری چیزیں اپنی جگہ لیکن مجھے جس بات نے تیری مدد کرنے پر آمادہ کیا ہے وہ قبیلے کی عصبیت ہے۔ میں تیرا ساتھ اس لیے دوں گا کہ تیرا تعلق یمامہ اور بنو حنیفہ سے ہے اور میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ ہم میں کوئی نبی ظہور کرے۔"

مسیلمہ نہار کی باتوں سے بے حد خوش ہوا اور کہا "اب پورے یمامہ پر میرا قبضہ ہوگا اور بنو حنیفہ کے لوگ بے جھجک مجھ پر ایمان لے آئیں گے۔"

نہار مسیلمہ سے مل کر اپنے گھر گیا۔ اس کے گھر والے مسلمان ہو چکے تھے۔ گھر والوں نے بے چینی سے پوچھا "تم مدینے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کی نبوت کے بارے میں کیا فرمایا؟"

نہار نے کہا "انہوں نے فرمایا ہے کہ مسیلمہ بھی نبی ہے اور میری نبوت میں میرا شریک ہے۔"

اس کے گھر والوں نے اس خبر پر اتنی عجلت سے عمل کیا کہ اسی وقت مسیلمہ کے پاس پہنچے۔ اس کی نبوت کا اقرار کیا اور اپنی دانست میں مسیلمہ پر ایمان لانے والوں میں سبقت اور اولیت حاصل کر لی۔

صبح ہوتے ہوتے پورے یمامہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نہار مدینے سے واپس آگیا ہے اور آج وہ سب کو بتائے گا کہ مسیلمہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟"

قوم کے لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ یہیں مسیلمہ بھی ایک طرف بیٹھ گیا۔ ہاں نہار نے کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کی بس کھڑے ہو کر اعلان کر دیا "خود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مسیلمہ نبوت میں میرا شریک ہے۔"

اس اعلان نے وہ اثر دکھایا کہ مجمع مسیلمہ پر ٹوٹ پڑا۔ ہر شخص نے اس کی نبوت کا اقرار کیا۔ یمامہ اور بنو حنیفہ کے لوگ بے حد خوش تھے کہ ان میں بھی ایک نبی موجود ہے۔

نہار نے وہ کام کر دکھایا جو مسیلمہ کے بھی بس کا نہ تھا۔ اور یہ کتنی عجیب بات تھی کہ مدینے کے نبی کی نبوت پر لوگ کسی کی گواہی اور شہادت کے بغیر ایمان لا رہے تھے مگر مسیلمہ کے اعلانِ نبوت پر اس وقت تک کوئی یقین کرنے کو تیار نہ ہوا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نہار نے جھوٹی گواہی دے دی۔ قبائلی عصبیت بھی اپنا کام کر رہی تھی۔

اب مسیلمہ کی بساطِ نبوت اچانک اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی۔ نہار مسیلمہ کے لیے نہایت قیمتی آدمی تھا اور وہ نہار کی حد سے زیادہ خاطر مدارات کرتا تھا۔ بنو حنیفہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں اب بھی

مسیلمہ کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ تھا۔ وہ نہار کو بھی جھوٹا سمجھتے تھے اور انہیں یہ یقین تھا کہ اگر یمامہ اور بنو حنیفہ کے بجائے کسی اور جگہ کے مسلمان کو مدینے بھیجا جائے تو وہاں سے یہی خبر لائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور نہار نے ان کا نام لے کر اس کی نبوت کی جھوٹی گواہی دی ہے۔"

یہ بحث عام تھی کہ مسیلمہ نبی ہے بھی یا نہیں؟ اسی دوران میں ان کا ایک آدمی کافی عرصے بعد یمامہ پہنچا۔ اس کا نام طلیحہ النمری تھا۔ یہ شخص بنو حنیفہ کی شاخ بنو ربیعہ سے تعلق رکھتا تھا اور مسیلمہ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مضر قبیلے سے تھا۔

طلیحہ نامی شخص یمامہ میں داخل ہوا تو یہاں ہر طرف مسیلمہ کا چرچا تھا۔ وہ مسیلمہ کا نام یمامہ کے باہر بھی سن چکا تھا۔ یمامہ میں داخل ہوتے ہی اس نے لوگوں سے پوچھا "مسیلمہ کہاں رہتا ہے؟"

یمامہ کے لوگ بگڑ گئے اور طلیحہ کو ڈانٹ دیا خبردار! سرکار عالم کا نام کبھی زبان پر نہ لانا بلکہ رسول اللہ کہہ کر پکارنا۔"

طلیحہ نے بھی اپنی اکڑ برقرار رکھی اور کہا "میں جب تک اسے دیکھ نہ لوں اور اس سے بات نہ کر لوں، میں اسے رسول اللہ نہیں مان سکتا۔"

لوگوں نے کہا "ٹھیک ہے تو اپنا یہ شوق بھی پورا کر لے۔ ہمارے ساتھ چل، ہم تجھے اپنے نبی سے ملوا دیں گے۔"

وہ لوگ طلیحہ کو مسیلمہ کے پاس لے گئے اور مسیلمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہے ہمارا نبی مسیلمہ۔"

طلیحہ نے آگے بڑھ کر مسیلمہ سے پوچھا "کیا تو ہی وہ مسیلمہ ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "ہاں، میں ہی مسیلمہ ہوں۔ کہہ کیا بات ہے؟"

طلیحہ نے پوچھا "تیرے پاس کون آتا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "رحمان۔"

طلیحہ نے دریافت کیا "روشنی میں آتا ہے یا تاریکی میں؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "تاریکی میں۔"

طلیحہ بے اختیار بولا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو کذاب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انبیائے سلف کی طرح وحی دن کی روشنی میں نازل ہوتی ہے۔"

مسیلمہ کو افسوس ہوا کہ اس کا ہم قبیلہ اس کو جھوٹا کہہ رہا تھا لیکن طلحہ نے یہ کہہ کر مسیلمہ کو خوش کردیا "اس کے باوجود کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور تو جھوٹا نبی ہے' میرے لیے تو زیادہ لائق عزت ہے کہ تو میرے قبیلے کا ہے۔ میں مصر کے سچے نبی پر بنو ربیعہ کے جھوٹے نبی کو ترجیح دوں گا کہ جھوٹا نبی اپنا ہم قبیلہ ہے۔"

کچھ عرصے بعد یمامہ کے بنو حنیفہ کا ایک وفد مدینے پہنچا اور اس نے لوگوں سے اپنے نبی کا حال بیان کرنا شروع کردیا۔ یہ اپنے نبی کے اقوال اور ارشادات کو وحی الٰہی کہہ کر بیان کرتے پھر رہے تھے۔ مسلمانوں نے اس وفد کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپؐ نے ان سب کو ماؤف الذہن قرار دیا اور بنو حنیفہ کے نہار نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کہا تھا اسے جھوٹ قرار دے دیا۔ آپؐ نے ان لوگوں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں ایک خطبہ دیا۔ اس خطبے میں آپؐ نے فرمایا "ساری تعریفیں اس کے لیے ہیں جو رحمان اور رحیم ہے۔ لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسیلمہ ان تیس مشہور کذابوں میں سے ایک کذاب ہے، جو دجال اعور سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں۔"

مسیلمہ کو پہلی مرتبہ اسی خطبے میں کذاب کہا گیا تھا اور اس کے بعد "کذاب" مسیلمہ کے نام کا ایک جزو بن گیا۔

مسیلمہ کذاب نے مزید جسارت کی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا:

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کے نام معلوم ہو کہ امر نبوت میں' میں آپ کا شریک کار ہوں۔ عرب کی سرزمین نصف ہماری اور قریش کی ہے لیکن قریش کی قوم زیادتی اور بے انصافی کررہی ہے۔"

اس نے اپنا یہ خط دو آدمیوں کے ہاتھ مدینے روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں ہی مسیلمہ کذاب کی نبوت کے قائل تھے۔ جب انہیں مسیلمہ کذاب کے خط کے ساتھ بارگاہ نبوت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے ان دونوں سے دریافت کیا "مسیلمہ کذاب کے بارے میں تم دونوں کا کیا عقیدہ ہے؟"

ان دونوں نے بیک آواز جواب دیا "ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے پیغمبر کا ارشاد ہے۔"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔"

اس کے بعد آپؐ نے مسیلمہ کذاب کے خط کا جواب لکھوایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من جانب محمد رسول اللہ' بنام مسیلمہ کذاب۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنادیتا ہے اور عاقبت کی کامرانی متقیوں کے لیے ہے۔"

مسیلمہ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نہایت متواضع اور متحمل مزاج تھا۔ اگر کوئی اس سے سختی سے پیش آتا تو یہ درگزر کرتا۔ مسیلمہ کے موذن کا نام عبداللہ بن نواحہ تھا اور جو شخص اس کی اقامت کرتا تھا اس کا نام حجیر بن عمیر تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ ترجمہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ مسیلمہ رسول اللہ ہونے کا مدعی ہے۔"

مسیلمہ کو اس پر اعتراض تھا کیونکہ اس میں حجیر نے خود اس کا اقرار نہیں کیا تھا کہ مسیلمہ نبی ہے بلکہ اس بات کی گواہی دی گئی تھی کہ مسیلمہ رسول اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ ایک دن مسیلمہ نے اس کو ٹوک دیا اور کہا "حجیر' بات صاف صاف کہہ کیونکہ بات کے ادل بدل کرنے میں کوئی خوبی نہیں ہے۔"

مسیلمہ نے دو کتابیں بھی لکھی تھیں۔ وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ وہ اسے مقولہ کفر کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سجدۂ غیر کا کسی کو حکم دے۔ اس کے بقول اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نیک عمل وبد کا پورا اختیار دے دیا تھا اس لیے وہ بندوں کے نیک وبد اعمال کا محاسبہ فرمائے گا۔

مسیلمہ اپنے ماننے والوں سے کہتا تھا "یہ نہ کہو کہ خدا کا جسم نہیں ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ اس کا جسم ہو اور وہ جسم اجسام مخلوق سے مماثلت نہ رکھتا ہو۔"

وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ' ناک' کان اور آنکھ مخلوق کے ہاتھ پاؤں چشم وگوشت کے مانند نہیں بلکہ کسی اور وضع وہیت کے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ حضرت محمد علیہ السلام کے وقت قبلہ کی سمت معین نہ تھی کبھی آپؐ بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے اور کبھی کعبے کی طرف لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کعبے کی سمت کو ہمیشہ کے لیے متعین کردیا گیا۔ اسے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جاری کردہ بدعت کہتا تھا (نعوذباللہ)

وہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ محراب کی طرف منہ کرنا اور جہت معین کی طرف متوجہ ہونا کفر اور شرک کی علامات ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ کسی گھر کو قبلہ بنانا کہاں تک روا ہے۔ پس نماز کے وقت جدھر چاہیں منہ کرلیا کریں اور یہ نیت کریں کہ میں بے جہت نماز ادا کرتا ہوں۔"

اس وقت مسیلمہ کے جو ماننے والے مسیلمہ کو مخبر صادق اور خدا کا برگزیدہ بندہ یقین سے سمجھتے تھے

ان کا کہنا تھا کہ مسیلمہ رسول اللہ ؐ کی رسالت میں اسی طرح شریک ہے جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں ان کے حصے دار تھے۔ یہ لوگ جہاں بھی کسی مسلمان کو کمزور پاتے تھے اس کا مذاق اڑانے لگتے۔ کہتے تھے "اے مسلمانو! تمہارا تو ایک ہی پیغمبر ہے لیکن ہمارے دو پیغمبر ہیں، ایک محمد رسول اللہ اور دوسرا مسیلمہ رسول اللہ۔"

یہ لوگ کہتے پھرتے تھے کہ ہر امت کے کم از کم دو پیغمبر ہونے چاہئیں کیونکہ پیغمبر قیامت کے دن شاہد ہوں گے کہ دو شاہدوں سے کم کی شہادت معتبر نہیں بلکہ شاہد دو سے جس قدر زیادہ ہوں گے، اسی قدر بہتر ہو گا۔

مسیلمہ کے ماننے والے خود کو صادق اور رحمانیہ کہتے تھے کیونکہ وہ مسیلمہ کو رحمان کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مسیلمہ کی شریعت بھی نہایت عامیانہ اور رندانہ تھی۔ وہ خواہشاتِ نفسانی کا غلام تھا۔ سب سے پہلے اس نے شراب کو جائز قرار دیا۔ اس کے بعد اس نے ازدواجی تعلقات کا مذاق اڑایا۔ اس نے جانوروں کی مثال دیتے ہوئے پوچھا "کیا چوپائے انسانوں کی طرح توالد اور تناسل میں پابند اور مجبور ہیں؟ انسان بھی چوپایوں کی طرح فطرتاً آزاد ہے۔ ازدواجی تعلقات محض انتظام خانہ داری کے لیے ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مرد وزن عقد و مناکحت کے دائرے میں محصور و مجبور رہیں۔" اس نے اپنی کتاب میں زنا کو مباح لکھا ہے۔

جب یہ سہولتیں بہم پہنچائی گئیں تو لوگ جوق در جوق اس کے حلقہ ارادت اور نیاز مندی میں داخل ہونے لگے۔

اس نے شادی پر کئی پابندیاں عائد کر دیں لیکن زنا اور حرام کاری میں سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اس نے حکم دیا کہ جس شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو جائے وہ بیوی سے اس وقت تک قربت نہ کرے جب تک یہ لڑکا زندہ رہے۔ ہاں اگر یہ مر جائے تو دوسرے لڑکے کی پیدائش تک اس سے مباشرت کرے۔ اس نے اعلان کیا کہ نکاح میں گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول کی حاجت نہیں بلکہ عورت اور مرد کا خلوت میں ایجاب و قبول کر لینا ہی کافی ہے۔

ہندوؤں کی طرح مسیلمہ کے نزدیک بھی اقربا میں شادی کرنا مذموم تھا۔ وہ کہتا تھا کہ چچا، پھوپی، ماموں اور خالہ زاد بھائی بہنوں میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ لوگ بیک وقت کئی بیویاں رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن عارضی معاہدے اور مرضی سے جتنی عورتوں سے بھی تعلق رکھا جائے اسے جائز قرار دیتے تھے۔

یہ لوگ ختنہ کو حرام قرار دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ اس میں یہود کی مشابہت پائی جاتی ہے مگر یہ نہیں بتاتے کہ ترکِ ختنہ میں عیسائیوں اور مشرکوں کی مطابقت لازم آتی ہے۔

مسیلمہ نے رمضان کے روزوں کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ روزے کی جگہ شبینہ رکھنا چاہیے یعنی غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کریں۔

مسیلمہ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں مقرر کی تھیں اور حکم دیا تھا کہ تینوں نمازیں مختلف سمتوں میں منہ کر کے ادا کی جائیں۔ ظہر کی نماز مشرق کی طرف منہ کر کے ادا کی جائے۔ عصر کی نماز مغرب کی طرف منہ کر کے اور مغرب کی نماز کے لیے جو سمت چاہیں اختیار کریں۔ یہ لوگ نماز سنت نہیں ادا کرتے تھے۔

نماز میں قرآنی آیات نہیں پڑھتے تھے بلکہ کذاب کی کتاب کے کچھ فقرے یا اشعار پڑھ لیتے تھے۔

اصمعی نے ایک اعرابی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ سب سے پہلے تو وہ نماز کی سمت پر حیران ہوا۔ اس نے اس اعرابی کی ہر بات پر نظر رکھی۔ اس نے پہلی رکعت میں پڑھا تھا۔ "اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنی نماز پست آواز میں پڑھی اور اپنے تھیلے میں سے مسکین کو کھانا کھلایا اور اپنے اونٹوں اور بکریوں کو منزل پر لے آیا۔"

رکوع اور سجود کے بعد اعرابی کھڑا ہوا اور دوسری رکعت میں اس نے یہ پڑھا "ہمارے بیٹے، ہمارے پوتے ہماری بیٹیاں، ہمارے نواسے اور ہمارے دور کے قرابت دار مردوں کی اولاد۔"

اصمعی یہ سب کچھ حیرت سے دیکھتا اور سنتا رہا۔ جب اعرابی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو اصمعی نے حیرت سے پوچھا "تم نے نماز میں یہ سب کیا پڑھا ہے۔ یہ سب کچھ تو قرآن پاک میں نہیں ہے۔ یعنی قرآن پاک سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

اعرابی نے جواب دیا "اصمعی! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آج سے چالیس سال پیشتر میری پھوپی نے اس کو مسیلمہ رسول اللہ سے سیکھا تھا۔"

۞☆۞

مسیلمہ نے آیات قرآنی کے مقابلے میں جو سورتیں وضع کی تھیں، ان میں قرآنی آیات کے لہجے کی نقل کرنے کی کوششیں پائی جاتی ہیں۔

اس نے سورہ والعادیت کے جواب میں سورت گھڑی تھی "قسم ہے کھیتی کرنے والوں کی اور قسم ہے کھیتی کاٹنے والوں کی اور قسم ہے بھوسا صاف کرنے کے لیے گیہوں کو ہوا میں اڑانے والوں کی اور

قسم ہے آٹا پیسنے والوں کی اور قسم ہے روٹی پکانے والوں کی اور قسم ہے سالن پکانے والوں کی اور قسم ہے تیل اور گھی کے لقمے کھانے والوں کی کہ تم کو صوف والے بادیہ نشین عربوں پر فضیلت دی گئی ہے اور مٹی سے مکان بنانے والے شہری عرب بھی تم سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ تم اپنی روکھی سوکھی روٹی کی حفاظت کرو۔ عاجز اور درماندہ کو پناہ دو اور طالب اور مانگنے والے کو اپنے پاس ٹھہراؤ۔"

اس نے سورہ فیل کے جواب میں اپنی سورتیں لکھی تھیں۔

"ہاتھی اور ہاتھی کیا ہے۔ اس کی بدنما دم اور سونڈ ہے۔ یہ ہمارے لیے رب جلیل کی مخلوق ہے۔"

"اے مینڈکی اور مینڈکی کی بچی' اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے۔ تیرا بالائی حصہ تو پانی میں ہے اور نچلا حصہ مٹی میں ہے۔ نہ تو تو پانی پینے والے کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔"

اس کے ماننے والوں نے اس سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو معجزات دکھاتے ہیں۔ اگر تم نبی ہو تو تم بھی معجزے دکھاؤ اور اپنی قوم کو فائدے پہنچاؤ۔"

مسیلمہ کذاب نے پوچھا "تم لوگ مجھ سے کس قسم کے معجزات چاہتے ہو اور میں تمہیں کیا فائدے پہنچا سکتا ہوں۔"

اس قسم کی باتوں کے بعد یہ مشہور ہو گیا کہ مسیلمہ اپنی قوم کو فائدے پہنچانا چاہتا ہے جو لوگ اس سے مدد لینا چاہیں وہ اس سے رجوع کریں۔ مسیلمہ نبی اپنی دعاؤں کی برکت سے اپنی قوم کو فائدے پہنچائے گا۔

جب یہ باتیں اس کی قوم میں پہنچیں تو ایک عورت نے اس کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کیا "جناب! آپ اللہ کے نبی ہیں اور میں اللہ کی برکتوں اور نعمتوں سے محروم ہوں۔ میرا نخلستان سوکھ رہا ہے۔ میرے کنوئیں یا تو سوکھ گئے ہیں یا ان کا پانی اتنی تہ میں چلا گیا ہے کہ اس کا نکالنا مشکل ہے۔ آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح میرے لیے دعا فرمائیں۔ ساکنان ہزمان کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرما کر ان کی دلی مراد پوری کر دی تھی۔"

مسیلمہ بہت پریشانی میں مبتلا تھا۔ عورت سے کہا "تو کچھ دیر باہر بیٹھ پھر میں تجھ کو بلوالوں گا۔"

وہ عورت باہر جا کر بیٹھ گئی اور اس نے انتظار کرنا شروع کر دیا کہ دیکھیں بات بنتی ہے یا نہیں؟

اس عرصے میں اس نے نہار کو طلب کر لیا اور اس سے پوچھا "ابھی کچھ دیر پہلے یہاں ایک عورت آئی تھی شاید وہ ابھی باہر بیٹھی ہو۔"

نہار نے پوچھا "اس عورت کی کیا خواہش ہے اور میں اس کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

مسیلمہ نے بتایا "یہ عورت کیا چاہتی ہے تو خود اس سے پوچھ۔ وہ ہزمان والوں کا ذکر کر رہی تھی کہ محمدؐ نے دعا دے کر ان کے نخلستان کو ہرا بھرا کر دیا تھا اور کنواں پانی سے لبریز ہو گیا تھا۔ میں نے تجھ کو اس لیے بلوایا تھا کہ تو بتا کہ محمدؐ نے اہل ہزمان کے واسطے کس طرح دعا کی تھی؟"

نہار نے جواب دیا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کنوؤں سے پانی لیا اور اس سے غرغرہ کر کے ان ہی کے کنوؤں میں کلی کر دی اور یہ حقیقت ہے کہ اس کے بعد ان کے کنوئیں چشمے کی طرح ابلنے لگے تھے پھر یہی پانی کھجور کے درختوں کی جڑوں میں ڈالا گیا تو وہ سب بھی ہرے بھرے ہو گئے تھے۔"

مسیلمہ نے عورت کو بلوایا اور کہا "کل میں تیرے ساتھ تیرے کنوئیں اور تیرے نخلستان میں چلوں گا۔ تو مجھے اپنے نخلستان تک لے جائے گی۔"

عورت چلی گئی مگر اس نے ہر طرف یہ خبر پھیلا دی کہ کل میں مسیلمہ نبی کے ساتھ نخلستان جاؤں گی اور اپنے پایاب کنوؤں کے لیے دعا کرواؤں گی۔

یہ خبر دور دور تک مشہور ہو گئی کہ ان کا مسیلمہ نبی معجزے دکھائے گا۔

دوسرے دن تقریباً پوری آبادی یا تو نخلستان پہنچ گئی یا پھر مسیلمہ کے گھر کے سامنے جمع ہو گئی۔ عورت مسیلمہ نبی کو لینے آ گئی اور پھر یہ لوگ ہجوم کی شکل میں عورت کے ساتھ نخلستان روانہ ہو گئے۔ مسیلمہ کے ساتھیوں میں نہار کی حیثیت ہی کچھ اور تھی۔ وہ مسیلمہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جبکہ دوسرے لوگ مسیلمہ سے دو قدم پیچھے چل رہے تھے۔

نخلستان میں پہنچنے کے بعد مسیلمہ نے عورت سے پوچھا "تیرا کنواں کہاں ہے؟ پہلے تو کنوئیں کا پانی نکلوا۔ اس کے بعد میں دعا کروں گا۔"

عورت اسے نخلستان ہی کے ایک گوشے میں لے گئی اور ایک کنوئیں کے سامنے کھڑا کر دیا۔

مسیلمہ نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو اسے اندھیرے میں کچھ صاف نظر نہ آیا شاید پانی کی سطح بہت نیچے ہو گئی تھی۔

عورت نے اپنے مزدوروں سے کہا "کنوئیں سے پانی نکالو۔"

بہ مشکل پانی نکالا گیا۔ مسیلمہ پہلے تو کچھ پڑھتا رہا اس کے بعد پانی سے غرغرہ کر کے اسے کنوئیں میں کلی کر کے واپس ڈال دیا اور کہا "اللہ نے چاہا تو دو چار دن بعد پانی کی سطح اونچی بھی ہو جائے گی اور کنواں پانی سے لبریز بھی ہو جائے گا۔"

نخلستان میں دو کنوئیں اور تھے۔ مسیلمہ نے ان دونوں کنوؤں کے پاس جا کر یہی عمل کیا اور اس کے بعد مسیلمہ کی زندگی کی بڑی مشقت کا آغاز ہوا۔ وہ پانی منہ میں لیتا غرغرہ کرتا اور کچھ کھجور کی جڑ میں کلی کر دیتا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ ڈھائی سو درختوں کی جڑوں میں کلیاں کرنے کے لیے کتنا وقت درکار ہو سکتا ہے۔

مسیلمہ اس مشقت سے فارغ ہوا تو اس کا برا حال تھا۔ اس کا منہ درد کرنے لگا اور جسم تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اس نے ہانپتے ہوئے نہار سے کہا "عورت سے کہو کہ دو چار دن میں یہاں کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔"

ہجوم میں سے چند نے آگے بڑھ کر درخواست کی کہ ان کے نخلستانوں اور کنوؤں کے لیے بھی دُعا کی جائے۔

مسیلمہ نے نہار سے کہا "انہیں ٹالو اور منع کرو۔"

جب نہار نے یہ اعلان کیا تو مجمع میں سے کچھ لوگوں نے کہا "آخر ہمارا نبی ہمارے کام نہ آیا تو کس کے کام آئے گا۔"

نہار نے کہا "حضرت! نبوت کا بھرم رکھنے کے لیے ان سب کے کام کرنے پڑیں گے۔"

مسیلمہ نے بیزار لہجے میں کہا "نہار! تو اس اذیت سے واقف نہیں ہے کہ اگر میں ان سب کے لیے بھی وہی عمل کروں تو سوچ تو سہی کہ مجھے کتنا خوار ہونا پڑے گا۔"

نہار نے اپنی طرف سے اعلان کر دیا "آج ہمارے نبی نے جو دُعا کی ہے۔ آپ لوگ ہفتہ دس دن میں اس کے اثرات دیکھیں گے اس کے بعد باقی لوگوں کے کنوؤں اور نخلستان کے لیے بھی دُعا کر دی جائے گی۔"

لوگ ایک ہفتے تک نتائج کا انتظار کرتے رہے اور ایک ہفتے بعد یہ معلوم ہوا کہ نخلستان کے مرجھانے کا عمل شروع ہو گیا اور کنوؤں کا پانی اور زیادہ نیچے چلا گیا ہے۔ جو عورت اس نخلستان اور کنوؤں کی مالک تھی۔ وہ مسیلمہ کی دعاؤں کے الٹے اثر سے بہت پریشان تھی۔ وہ مسیلمہ کے پاس واپس گئی اور شکایتاً کہا "یا نبی! میرا نخلستان اور کنوئیں پہلے سے زیادہ تیزی سے خشک ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ کی دُعاؤں کا الٹا اثر ہو گیا ہے۔ بتائیے اب میں کیا کروں؟"

مسیلمہ نے اس کو دلاسا دیا "صبر کر عورت صبر کر۔ اللہ نے چاہا تو میری دُعا ضرور اثر کرے گی۔"

لیکن چند ہفتوں کے بعد اس نخلستان کو خزاں کی ایسی ہوا لگی کہ وہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ کنوئیں بھی پانی سے محروم ہو گئے۔ اب وہ لوگ جو اپنے اپنے نخلستانوں اور کنوؤں کے لیے مسیلمہ سے دعائیں کرانا چاہتے تھے' وہ پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں اپنے نبی سے یہ شکایت تھی کہ کیا بات ہے جو یمامہ والوں کو اپنے نبی کی دعاؤں سے فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔

نہار کو بھی شرمندگی تھی کہ جس شخص کو اس نے نبی بنا دیا تھا وہ یمامہ والوں کے کام نہیں آ رہا تھا۔ گلی کوچوں میں لوگ نہار کو روک لیتے اور پوچھتے۔ "اے نہار! تو نے تو گواہی دی تھی کہ مسیلمہ بھی قریشیوں کے نبیؐ کی نبوت میں شریک ہے۔ قریشی نبیؐ سے تو ان کی قوم کو فائدے پہنچے لیکن یمامہ کے نبی کی دُعاؤں کا الٹا اثر ہو رہا ہے۔ ہم علاقائی اور قبائلی عصبیت کی وجہ سے مسیلمہ کو نبی مان رہے ہیں مگر دل سے اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اب تو ہی بتا کہ ہم کب تک اپنے عقیدے پر قائم رہیں گے۔"

نہار نے جواب دیا "میں نے یہ چاہا تھا کہ یمامہ کے لوگ اپنے نبی سے برکتیں حاصل کریں اور قریشی نبیؐ کے حوالے سے ایسی جھوٹی گواہی دے دی تھی کہ جس سے یمامہ والوں کے سر اونچے ہو گئے مگر میرا سر جھک گیا۔"

نہار نے یہ شکایتیں مسیلمہ تک پہنچا دیں اور کہا "میں نے تو لوگوں کو روک دیا ہے کہ وہ اپنے نخلستان کی سرسبزی اور کنوؤں سے پانی کی سیرابی کے لیے آپ سے دُعاؤں کے طالب نہ ہوں کیونکہ آپ مسلمانوں کی طرف سے فکرمند ہیں اور حالتِ فکرمندی میں دعائیں دل سے نہیں نکلتیں' اسی لیے شرف قبولیت حاصل نہیں کرتیں۔"

مسیلمہ نے کہا "تو نے محمدؐ کے پاس خاصا وقت گزارا ہے۔ ان کے بارے میں بتا کہ وہ کس کس طرح لوگوں کو فیض پہنچایا کرتے ہیں۔"

نہار نے جواب دیا "میں نے ایک دن دیکھا کہ عورتیں آپؐ کے پاس اپنے بچوں کو لے کر پہنچی ہوئی ہیں اور محمدؐ ان بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ ان بچوں کا بعد میں یہ حال دیکھا کہ اللہ نے ان کے گھروں میں رزق میں کشائش پیدا کر دی اور وہ بیماری آزاری سے محفوظ ہو گئے۔"

مسیلمہ بہت خوش ہوا کہا "یہ ٹھیک ہے۔ اگر میں دو چار سو بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیروں گا تو ان سے چند بچوں پر تو میری دُعاؤں کا ضرور اثر ہو گا اور یہ لوگ میری نبوت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھریں گے۔"

نہار نے یمامہ کے گلی کوچوں میں اعلان کروا دیا کہ لوگ اپنے بچوں کو لے کر یمامہ کے نبی کے پاس پہنچ جائیں کیونکہ ان کا نبی بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرے گا جس سے ان کے گھروں میں

رزق کی زیادتی ہوگی اور وہ بچے بیماریوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ مسیلمہ نے یہ اعلان کروا تو دیا تھا لیکن وہ اس کے نتائج سے بے خبر تھا۔

اس اعلان کے بعد مسیلمہ کے گھر کے سامنے ہزاروں مرد اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ جمع ہو گئے۔

نہار نے یہ نظارہ دیکھا تو اندر جا کر مسیلمہ کو بتایا "حضرت! اب تو آپ صبح سے رات تک سروں پر ہاتھ ہی پھیرتے رہیں گے اور مجبوری یہ ہے کہ ہم انہیں منع بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہم نے انہیں خود بلوایا ہے۔"

مسیلمہ نے بھی اپنے گھر کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو اس ہجوم میں اس کو عورتیں، بچے اور مرد یکساں نظر آئے۔ ان سب کی نظریں مسیلمہ کے در پر لگی ہوئی تھیں۔ مسیلمہ نے نہار سے کہا "یہ تو ایک عذاب ہے جو میں نے خود اپنے در پر بلوایا ہے۔"

نہار نے کہا "جناب! اب آپ ٹال مٹول سے کام نہیں لے سکتے آپ کو ان بچوں کے سروں پر دستِ شفقت پھیرنا ہی ہوگا کیونکہ اگر اس بار ہم نے ان کو ٹالا تو یہ ہمارے خلاف کام شروع کر دیں گے۔"

مسیلمہ ایک چٹائی پر بیٹھ گیا اور نہار کو حکم دیا کہ وہ دس دس بچوں کو اندر بلائے اور جب یہ بچے باہر جائیں تو دس مزید بچے اندر بلا لیے جائیں۔

بچوں کی آمد شروع ہوگئی اور مسیلمہ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا اور ان کی ٹھوڑیاں پکڑ کر شفقت سے ہلاتا۔ اس طرح اس نے تقریباً سو کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ٹھوڑیاں پکڑ کر ہلاتا رہا۔ اس کے بعد نہار سے کہا "جا، باہر جا کر بقیہ سے کہہ دے کہ وہ ان بچوں کے نتائج کا انتظار کریں اس کے بعد بقیہ کے سروں پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔"

جب نہار نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو لوگوں کو اپنے نبی کا یہ رویہ بالکل پسند نہ آیا اور وہ آپس میں کہنے لگے "یہ کیسا نبی ہے جسے خود اپنی دُعاؤں پر یقین نہیں ہے اور بار بار یہی کہتا ہے کہ میری دُعاؤں کا اثر دیکھ لو، بقیہ کے لیے بعد میں دُعا کی جائے گی۔"

اسی دوران میں نہار نے مسیلمہ کو بتایا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے آشوب چشم اچھا ہو گیا تھا۔ آپ بھی کسی پر آزما کر دیکھیں۔"

مسیلمہ خوف زدہ تھا اور اسے خود بھی یقین نہیں تھا کہ وہ کوئی معجزہ دکھا سکے گا۔ کچھ دنوں بعد لوگوں

نے شکایتیں کرنی شروع کر دیں کہ اس نے جن بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا تھا اور ٹھوڑیاں پکڑ کر ہلائی تھیں وہ سارے بچے گنجے ہو گئے اور ان میں سے اکثریت توتلے ہو گئے ہیں بقیہ ہکلانے لگے ہیں اور ان کے گھروں میں رزق کی تنگی ہو گئی ہے۔"

لوگ مسیلمہ کے در پر کھڑے شور اور واویلا کر رہے تھے۔

مسیلمہ نے نہار سے کہا "تو باہر جا کے ان سب کو سمجھا اور تاویلوں سے ان کو راضی رکھ۔"

نہار کو مسیلمہ کی نبوت سے بڑے فائدے پہنچے تھے اور مسلسل فائدے پہنچنے کے امکان موجود تھے۔ اس لیے وہ باہر گیا اور لوگوں کو سمجھانے لگا "لوگو! تم اپنے نبی کی دُعاؤں پر شک نہ کرو بلکہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، اس کو اپنی عمیق نظروں سے دیکھ کر نتائج اخذ کرو۔"

لوگوں نے غصے سے پوچھا "یہ عمیق نظر کیا ہوتی ہے؟ ذرا ہمیں تو ہی بتا دے۔"

نہار نے کہا "جس عورت کا نخلستان سوکھ گیا ہے اور کنوئیں پانی سے محروم ہو گئے تو ان دونوں واقعوں کے پیچھے یہ رمز پوشیدہ تھا کہ نخلستان کی سرسبزی دورِ جہالت سے تعلق رکھتی تھی اور کنوئیں کا پانی مسیلمہ کے دورِ رسالت سے پہلے کا ناپاک پانی تھا۔ اب نخلستان چند سالوں میں پھر سرسبز و شاداب ہو جائے گا اور کنوئیں پانی سے لبریز ہو جائیں گے، یہ سب کچھ مسیلمہ نبی کی دعاؤں اور برکتوں سے ہوگا اسی طرح جن بچوں کے سروں کے بال اڑ گئے ہیں اور کسی طرح بھی ان کی قوت گویائی متاثر ہوئی ہے تو ان کے پیچھے بھی یہ رمز کار فرما ہے کہ بچوں کے سروں پر دورِ جاہلیت کے بال اڑ گئے تھے اور ان کی قوت گویائی اسی دورِ نامسعود سے تعلق رکھتی تھی لیکن چند سالوں کے بعد ان کے سر بالوں سے ڈھک جائیں گے اور انہیں حیرت انگیز قوت گویائی عطا کی جائے گی۔"

اس طرح نہار نے ان خطرناک ہنگاموں کو چند سال آگے دھکیل دیا تھا۔

یمامہ والوں کا جو وفد مدینے گیا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خطبہ بھی سنا تھا جس میں آپ نے مسیلمہ کو کذاب قرار دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جب تک تیس جھوٹے نہیں پیدا ہو جائیں گے دجال نہیں ظاہر ہوگا۔ ان تیس جھوٹے نبیوں میں سے مسیلمہ سب سے بڑا کذاب قرار دیا گیا تھا۔ یمامہ کے اس وفد نے قبائلی عصبیت کے پیش نظر آپ کے خطبے کا یمامہ میں ذکر نہیں کیا تھا۔ انہیں مسیلمہ کی کامیابی میں اپنی کامیابیاں نظر آ رہی تھیں۔

عقیدے اور ایمان کے کمزور لوگوں نے مسیلمہ کو نبی سمجھ رکھا تھا اور وہ کسی کی باتیں مسیلمہ کے خلاف سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک شخص آشوب چشم میں مبتلا ہوا تو وہ سیدھا مسیلمہ

کے پاس پہنچا اور کہا "اے اللہ کے نبی! محمدؐ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر کسی کی آنکھ ٹھیک کر دی تھی۔ آپ بھی مجھ پر کرم کریں اور اپنے لعابِ دہن سے میری آنکھ ٹھیک کر دیں۔"

نہار نے مسیلمہ نبی کی طرف سے عرض کیا "اے شخص! تو جانتا ہو گا کہ ہمارے نبی کی برکتوں کا ظہور کسی اور ہی طرح ہوتا ہے۔ اگر تو نے حضرت محمدؐ کے لعابِ دہن کے اثر کی طرح یہ سمجھا کہ اسی طرح ہمارے نبی مسیلمہ کے لعابِ دہن سے تیری آنکھ ٹھیک ہو جائے گی تو یہ سمجھ لے کہ فوراً ایسا نہیں ہو گا۔"

اس شخص نے کہا "آپ پروا نہ کریں۔ جو کچھ ہونا ہے میرے ساتھ ہو گا۔ آپ تو میری آنکھوں میں لعابِ دہن لگوا دیں اور نتیجے کی کوئی فکر نہ کریں۔"

نہار نے اس کی دونوں آنکھوں میں مسیلمہ کا لعاب دہن لگوا دیا۔ وہ شخص ہنسی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔

کئی دن بعد نہار نے اس شخص کو ایک گلی میں اس طرح جاتے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور ایک بچہ اس لاٹھی کو پکڑ کر اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ نہار نے اس کے قریب جا کے پوچھا "تیرا یہ کیا حال ہوا ہے؟ تیری بینائی کہاں چلی گئی؟"

نابینا نے نہار کی آواز پہچان لی اور کہا "اے نہار! میری بینائی کا تعلق زمانہ جاہلیت سے تھا سو چلی گئی۔ اب جب وہ واپس آئے گی تو کبھی نہیں جائے گی۔"

نہار کو اس جواب سے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ لوگوں کی یہی خوش اعتقادی مسیلمہ کو نبی بنائے رکھے گی۔ اس نے جب مسیلمہ کو یہ خبر سنائی تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا "اگر تو نے اسی طرح میرا ساتھ دیا تو میرے بعد تو میرا جانشین ہو گا۔"

نہار کا اس خوش خبری سے جو حال ہوا وہی جانتا تھا اور اس نے اپنی کوششیں اور تیز کر دیں۔

❂✲❂

اسی دوران میں خود مسیلمہ اس فکر میں رہا کہ اسے اپنی قوم کو کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور دکھانا چاہیے ورنہ اس کی قوم کے لوگ اب زیادہ انتظار نہیں کریں گے اور اگر یمامہ میں کسی طرف سے بھی یہ آواز بلند ہو گئی کہ مسیلمہ ایک ایسا نبی ہے جو معجزہ نہیں دکھا سکتا اور اس کے معجزات منفی ہوتے ہیں تو یمامہ کے لوگ اس کی نبوت سے منحرف ہو جائیں گے۔

اس نے کسی تدبیر سے مرغی کے دو انڈوں کو صحیح و سالم بوتل میں اتار دیا۔ کہتے ہیں کہ اگر سرکے

میں انڈے کو کچھ عرصے رکھا جائے تو وہ بالکل نرم ہو جاتا ہے اور اسے بہ آسانی بوتل میں اتارا جا سکتا ہے۔ مسیلمہ نے بھی کسی ایسی ہی تدبیر سے انڈے کو بوتل میں اتار دیا۔

نہار کے ذریعے مسیلمہ نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سب کو یہ بوتل دکھائی گئی۔ نہار نے یمامہ والوں سے کہا "ہمارے تمہارے نبی نے یہ انڈا اس بوتل میں اتار دیا ہے۔ یہ ہمارے نبی کا ایک ایسا شاندار معجزہ ہے جو کوئی دوسرا نبی نہیں دکھا سکتا کیا تم اب بھی اپنے نبی کی نبوت پر شبہ کرو گے؟"

ہجوم میں سے آوازیں بلند ہوئیں "ہم نے تو اپنے نبی سے کبھی کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا۔ ان حالات میں اگر نبی نے کوئی معجزہ پیش کیا ہے تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔"

لوگوں کو بوتل میں انڈا دیکھ کر بڑی حیرت ہو رہی تھی۔

مگر ایک بار پھر یمامہ والوں کو معجزات کی طلب ہو گئی تھی۔ ایک عورت مسیلمہ کی خدمت میں اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ آگے بڑھی۔ یہ عورت بیوہ تھی۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسیلمہ سے کہا "حضرت آٹھ بیٹوں میں سے صرف یہ دو بچے ہیں۔ جب میرا شوہر مرا تھا تو اس نے اپنے آٹھ بیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تیرے لیے یہ دولت چھوڑے جا رہا ہوں مگر میں لٹتی چلی گئی کیونکہ چھ سالوں میں میرے چھ بیٹے مر چکے ہیں۔ اب صرف دو بچے ہیں۔ آپ ان دونوں کے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ انہیں لمبی عمر عطا فرمائے تاکہ میں ان کا سکھ دیکھوں اور یہ مجھے سکھ پہنچائیں۔"

مسیلمہ نے دونوں بیٹوں کو اپنے قریب بلایا اور ان کو سامنے بٹھا کر انہیں دعائیں دیں۔

عورت نے استدعا کی "حضرت! ان دونوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں۔"

لیکن مسیلمہ سر پر ہاتھ پھیرنے سے ڈرا ہوا تھا کہ کہیں یہ دونوں بچے بھی گنجے اور توتلے نہ ہو جائیں کہنے لگا "سر پر ہاتھ پھیرنے کی ضرورت نہیں، میں نے دونوں کے حق میں دُعا کر دی ہے۔ اللہ نے چاہا تو میری نبوت کے طفیل یہ لمبی عمر پائیں گے۔"

بیوہ نے اصرار کیا "حضرت! یہ کتنی لمبی عمر پائیں گے اگر یہ بھی معلوم ہو جائے تو دل کو تسلی ہو۔"

مسیلمہ سامنے سے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد نہار نے بیوہ سے کہا "ذرا صبر کر۔ میں نبی سے تخلئے میں جا کر تیرے اس سوال کا جواب مانگوں گا۔"

کچھ دیر بعد مسیلمہ نے نہار اور بیوہ کو اندر طلب کیا اور بیوہ سے کہا "ابھی ابھی میں نے اللہ سے تیرے دونوں بیٹوں کی عمروں کے بارے میں معلوم کیا تھا تو مجھے بتایا گیا کہ تیرا بڑا بیٹا پیرانہ سالی تک زندہ

رہے گا لیکن چھوٹے بیٹے کی عمر کم ہے۔"

مسیلمہ نے جواب دیا "اس کی عمر چالیس سال بتائی گئی ہے۔"

بیوہ نے حساب لگایا کہ چالیس سال تو شاید وہ زندہ بھی نہیں رہے گی اس لیے اب اسے دونوں بیٹوں کا غم نہیں اٹھانا پڑے گا۔

نہار نے دونوں بیٹوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور بیوہ سے کہا "تجھے مبارک ہو کہ تو دونوں کی بہت ساری خوشیاں دیکھے گی۔"

بیوہ عورت دونوں بیٹوں کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی اور اپنے عزیزوں میں مشہور کر دیا کہ اس کے دونوں بیٹے کافی عرصہ جئیں گے اور اس کو ان دونوں کی بہت ساری خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں گی۔

عزیزوں، رشتے داروں اور محلے والوں نے بیوہ کو مبارک بادیں پیش کریں کہ اس کے دونوں بیٹے لمبی عمر پائیں گے۔

ایک ہی محلے میں اور خاص کر رشتے داروں میں ایسے حاسد بھی موجود تھے جو بیوہ کو خوش نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ لوگ آپس میں کہتے پھر رہے تھے کہ اللہ دونوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے کیونکہ ان دونوں کو مسیلمہ نے دعا دی ہے جس کی دعائیں ہمیشہ منفی ہوتی ہیں ان کا اثر الٹا پڑتا ہے۔

ایک نے بیوہ سے پوچھا "کہیں مسیلمہ نے تیرے بیٹوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ تو نہیں پھیرا تھا۔"

بیوہ نے کہا "نہیں تو۔ حالانکہ میں نے بڑی کوشش کی تھی کہ وہ میرے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیر دے مگر معلوم نہیں کیوں مسیلمہ نے ایسا نہیں کیا۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا "یہ تو بہت اچھا ہوا کیونکہ مشہور ہے کہ مسیلمہ نے جس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا وہ گنجا ہو گیا اور جس کی ٹھوڑی پکڑی وہ توتلا ہو گیا یا ہکلانے لگا۔"

بیوہ نے کہا "مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میرے بیٹے گنجے ہو جائیں گے یا توتلے۔ میں تو دونوں کی درازیِ عمر کی طالب ہوں اور دونوں کو مسیلمہ نبی کی طرف سے عمریں مل گئیں۔"

تیسرے دن محلے کے کسی شخص نے بیوہ کو یہ منحوس خبر پہنچائی کہ نخلستان کے ایک گہرے کنوئیں میں کوئی گر گیا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ تیرا بڑا بیٹا ہے۔"

بیوہ بھاگی ہوئی اس کنوئیں پر پہنچی اور لوگوں کی مدد سے کنوئیں سے لاش نکلوائی تو معلوم ہوا کہ یہ بیوہ کا بڑا بیٹا ہے جس کو مسیلمہ نے پیرانہ سالی کی بشارت دی تھی۔

اپنے بیٹے کی موت پر بیوہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہی۔ وہ لوگوں سے پوچھتی تھی "ابو ثمامہ نے میرے بیٹے کو درازیِ عمر کی بشارت دی تھی اور کہا تھا کہ میرا یہ بیٹا پیرانہ سالی کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گا مگر یہ تو تین دن کے اندر ہی چل بسا۔ ابو ثمامہ کیسا نبی ہے کہ اس کی کوئی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔"

ابو ثمامہ مسیلمہ کی کنیت تھی۔

مسیلمہ کا بیٹا شرجیل طویل سفر سے واپس آیا تھا۔ اس نے یہ جو دیکھا کہ بیوہ اس کے باپ کو برا کہہ رہی ہے تو اس نے بیوہ کو سمجھایا "اے عورت! پہلے تو نبی کی باتیں سمجھنے کا شعور پیدا کر۔ میرے باپ نے کیا کہا تھا اور تو نے کیا سنا۔"

بیوہ نے دل جلے لہجے میں کہا "تیرے باپ نے جو کچھ کہا تھا اس کا وہی مطلب تھا جو میں نے سمجھا تھا۔"

شرجیل کو لوگوں نے بتایا کہ "بیوہ کے دوسرے بیٹے کو چالیس سال زندہ رہنے کی بشارت دی گئی ہے۔"

شرجیل نے بیوہ سے کہا "اگر تو میرے باپ کی بشارتوں کو سمجھنے میں حق بجانب تھی تو تجھے اپنے چھوٹے بیٹے کی خبر لینی چاہیے کیونکہ چالیس سال پیرانہ سالی سے پہلے آجاتے ہیں۔"

بیوہ اپنے بیٹے کی لاش لے کر اپنے گھر پہنچی تو معلوم ہوا کہ اس کا دوسرا بیٹا بھی حالتِ نزع میں ہے۔ اس کی سانس کی نالی بند ہو رہی تھی اور سانس اوپر ہی اوپر کھنچ رہی تھی۔

بیٹے نے ماں کو دیکھا تو کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکا۔ ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کیا کہ سانس گھٹ رہی ہے۔

کچھ دیر بعد یہ لڑکا بھی چل بسا اور بیوہ کا اپنے نبی پر سے ایمان اٹھ گیا۔

❂✲❂

مدینے سے خبر آئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور ان کی جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول مقرر ہوئے ہیں۔

اب مسیلمہ کے لیے اس کے اپنے خیال میں میدان صاف تھا اور وہ اپنی نبوت کے جھنڈے پورے عرب میں گاڑ سکتا تھا۔ اس نے مدینے پر چڑھائی کرنے کے لیے فوج جمع کرنی شروع کر دی۔ مجاعہ بن مرارہ اور نہار، مسیلمہ کے اہم سپہ سالار تھے۔ اس کا بیٹا شرجیل بھی ان دونوں سپہ سالاروں کے

ساتھ فوج تیار کرنے میں پیش پیش تھا۔

یمامہ کی یہ ساری خبریں مدینے بھی پہنچ رہی تھیں۔ ایک اندازے کے مطابق اُن دنوں یمامہ میں ستائیس عرب قبائل آباد تھے انہی میں بنو حنیفہ بھی شامل تھا۔ سارے قبائل نہایت جنگ جو بلکہ خونخوار تھے۔

اسی عہد میں، ہوازن کے قبیلے بنی تمیم کی ایک عورت سجاع بنت حارث نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس عورت نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد یہ دعویٰ کیا تھا اور مسیلمہ کی قوت دیکھ کر اس کی شریک حیات بن گئی تھی۔ اس کے پرستار قبیلے بھی مسیلمہ سے مل گئے۔ اس طرح مسیلمہ کی فوجی قوت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔

ان دنوں حضرت خالد بن ولیدؓ مدینے سے باہر تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ یمامہ کے فتنے کو فوراً کچل دینا چاہتے تھے۔ آپ نے حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل کو فوج کی قیادت تفویض فرمائی کہ وہ یمامہ جائیں اور مسیلمہ کذاب کا مقابلہ کریں۔

دوسرا لشکر حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو دیا اور حضرت عکرمہؓ سے کہا "یہ تمہاری کمک ہے جو تمہاری فوج کے پیچھے رہے گی۔ جب تم مسیلمہ کے لشکر سے جنگ میں مشغول ہوگے تو کسی مناسب وقت پر شرجیلؓ بھی اس جنگ میں شامل ہو جائیں گے۔ اللہ نے چاہا تو اس طرح دشمن پر غالب آ جاؤ گے۔"

حضرت عکرمہؓ نے تیزی سے سفر شروع کیا اور یمامہ پہنچ گئے۔ انہوں نے مسیلمہ کی فوجی قوت کا اندازہ لگائے بغیر یہ سوچا کہ اگر وہ حضرت شرجیلؓ کا انتظار کیے بغیر شکست دے دیں گے تو ان کا یہ کارنامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مسلمانوں کی نظر میں مستحسن قرار پائے گا۔

جنگ شروع ہوئی اور کچھ ہی دیر بعد حضرت عکرمہؓ کو محسوس ہوا کہ مسیلمہ کی طرف سے کیڑے مکوڑوں کی طرح جنگ جو چلے آ رہے ہیں۔ چند گھنٹوں بعد حضرت عکرمہؓ کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ یہ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ میدان جنگ سے پیچھے ہٹ گئے اور مسیلمہ کی فوج فتح کے شادیانے بجاتی مسیلمہ کے پاس واپس چلی گئی۔

حضرت شرجیلؓ نے حضرت عکرمہؓ کی پسپائی کی خبر سنی تو جہاں تھے وہیں رک گئے۔

حضرت عکرمہؓ نے اپنی ہزیمت کا حال حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھ بھیجا اور پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت عکرمہؓ کی جلد بازی پر بڑا غصہ آیا۔ انہیں ملال تھا کہ حضرت عکرمہؓ

نے حضرت شرجیلؓ کے پہنچنے سے پہلے جنگ کیوں چھیڑ دی۔ آپؓ نے اپنے خط میں لکھا:

"اے عکرمہؓ! تم نے یہ کیا کیا کہ میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ تم نے شرجیلؓ کا بھی انتظار نہیں کیا۔ اگر تم شرجیلؓ کا انتظار کر لیتے تو تمہیں یہ شرمناک دن نہ دیکھنا پڑتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم بذاتِ خود استادی کی صفت سے محروم ہو اور شاگردی کو عیب سمجھتے ہو۔ تمہیں شرجیلؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب تم مدینے نہیں آؤ گے کیونکہ اگر تم یہاں آئے تو تمہاری شکست کا اثر یہاں کے لوگوں پر پڑے گا اور لوگ پست ہمت اور شکستہ دل ہو جائیں گے۔ اب تم آگے جاؤ اور حذیفہ اور عرفجہ سے ملنے کی کوشش کرو۔ یہ دونوں عمان اور مہرہ والوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ تم ان کی ماتحتی میں جہاد کرو گے۔ جب ادھر سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے لشکر کے ساتھ مہاجر بن ابی امیہ کے پاس یمن اور حضرموت چلے جانا۔"

حضرت شرجیلؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا تھا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے؟ آپؓ نے حضرت شرجیلؓ کو لکھا "تم خالد بن ولیدؓ سے ملنے کی کوشش کرو یہ بھی مسیلمہ سے جنگ کریں گے تم اس جنگ میں اب خالد بن ولید کا ساتھ دو گے۔"

اسی دوران میں حضرت خالد بن ولیدؓ مدینہ پہنچ گئے اور اپنی کامیابیوں کی تفصیل حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سنائی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یمامہ اور مسیلمہ کا ذکر کیا اور فرمایا "اب تمہیں مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کرنا ہے۔ یہ اتنا بڑا فتنہ ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو اس جیسے فتنے سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو گا۔ جب اس لڑائی میں کامیاب ہو جاؤ تو عمرو بن عاصؓ کے ساتھ مل کر قضاعہ کے مرتدین سے جہاد کرنا۔"

یہاں انصار اور مہاجرین کے دو بڑے لشکر تیار کیے گئے۔ انصار کے لشکر پر حضرت ثابت بن قیس اور حضرت براز بن عازب کو امیر مقرر کیا گیا اور مہاجرین پر حضرت ابو حذیفہؓ اور حضرت عمرؓ کے بھائی حضرت زیدؓ بن خطاب کو امیر مقرر کیا گیا۔ ان سب کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کے سپرد کی گئی۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار جنگ جو موجود تھے جو اس پر جانیں دینے کے لیے تیار تھے۔

حضرت عکرمہؓ کی طرح حضرت شرجیلؓ نے بھی غلطی کی اور یہ سوچ کر کہ جن حذیفہؓ کے پاس انہیں بھیجا گیا تھا وہ حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ مسیلمہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، حضرت شرجیلؓ نے سوچا کہ جنگ چھیڑ کر مسیلمہ کو لڑائی میں الجھا دو اور جنگ کے دوران میں جب حضرت خالد بن ولید بھی

وہاں پہنچیں گے تو بہت جلد جنگ کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس حکمت عملی سے حضرت شرجیلؓ کو داد و تحسین ملے گی لیکن حضرت شرجیلؓ کی حملہ آوری کا نتیجہ وہی نکلا جس سے حضرت عکرمہؓ دوچار ہو چکے تھے۔ حضرت شرجیلؓ کو شکست ہوئی تو یہ پسپا ہو کر حضرت خالدؓ بن ولید سے جا ملے۔

حضرت خالدؓ کو بھی حضرت شرجیلؓ کی شکست پر غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا "تم نے ہمارا انتظار بھی نہیں کیا اور دشمن سے جنگ چھیڑ کر شکست اٹھائی۔"

حضرت شرجیلؓ نے عرض کیا "ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ اگر یہ مقابلہ دیر تک جاری رہتا تو آپ پہنچ جاتے اور نتیجہ کچھ اور نکلتا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا "بہرحال تمہاری جلد بازی نے مسلمانوں کی ہمت اور حوصلے کو نقصان پہنچایا ہے اور دشمن کے حوصلے بڑھ گئے۔ یمامہ کے وہ قبائل جو ابھی تک غیر جانب دار تھے، اب وہ بھی مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے۔"

یہ خبریں مدینے پہنچیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت فکر مند ہوئے۔ انہوں نے ایک فوجی دستہ اور تیار کیا۔ اس کا امیر حضرت سلیطؓ کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوج کے عقب میں رہیں تاکہ دشمن حضرت خالدؓ پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

اس موقع پر مزید سپاہ کے لیے بھی سوچا گیا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشیر تھے۔ جن صحابیوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا ان کا ذکر کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اصحاب بدر کو بھی اس جنگ میں حصہ لینا چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا "ہمیں اصحاب بدر کی برکات اور دعاؤں کا سہارا لینا چاہیے کیونکہ وہ سب مستجاب الدعوات ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "امیر المومنین! میری ناچیز رائے میں اصحاب بدر کو اس جہاد میں حصہ لینا چاہیے اور یہ لوگ چونکہ زیادہ نہیں ہیں اس لیے مختلف دستوں پر انہیں امیر بنا دیا جائے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کی بات مان لی اور اصحاب بدر کو حضرت خالدؓ کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

✿✿✿

مسیلمہ کذاب کو جب معلوم ہوا کہ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت خالدؓ بن ولید کو یمامہ روانہ کیا گیا ہے تو وہ بھی اپنے لشکر کو لے کر یمامہ سے نکلا اور عقربا کے میدان میں حضرت خالدؓ کا انتظار کرنے لگا۔

مسیلمہ نے ایک دوسرا لشکر مجاعہ بن مرارہ کی سرکردگی میں دیا اور حکم دیا "خالد کو راستے ہی میں روک دے اور انہیں ایسا سبق دے کہ مسلمان مدینے میں جا کر دم لیں۔"

مجاعہ تیزی سے مسلمانوں کی طرف بڑھا۔

مسیلمہ ابھی حضرت خالدؓ بن ولید سے ایک دن کے فاصلے پر تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو مجاعہ بن مرارہ کی روانگی کا علم ہو چکا تھا انہوں نے حضرت شرجیلؓ کو حکم دیا "تم راستے میں کہیں چھپ جاؤ اور رات کی تاریکی میں مجاعہ پر حملہ کرو۔"

حضرت شرجیلؓ نے اپنی گزشتہ ناکامی کو ذہن میں رکھتے ہوئے نہایت محتاط منصوبہ بندی کی اور رات کے اندھیرے میں مجاعہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دشمن گھبرا گیا اسے کچھ پتا نہ چلا کہ حملہ آور مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ بہت سے مارے گئے۔ کچھ نے راہِ فرار اختیار کی، کچھ قیدی بنا لیے گئے اور ان قیدیوں میں مجاعہ بن مرارہ بھی شامل تھا۔

اس کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیے اور مسیلمہ کے مشہور سردار مجاعہ بن مرارہ کو اپنی نگرانی میں رکھا۔ دوسرے دن حضرت خالد بن ولید بھی عقربا کے میدان میں پہنچ گئے اور مسیلمہ کے لشکر کے مقابل اپنے خیمے نصب کر دیے۔

مسیلمہ کو اپنے سردار کی ہزیمت اور گرفتاری کا بڑا ملال تھا اور غصہ بھی۔ وہ خود اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا لشکر بھی ترتیب دیا گیا اور اس کی سپہ سالاری نہار کو دی گئی کیونکہ نہار مسیلمہ کا ہم راز بھی تھا اور جانشین بھی۔

دوسرے دن مہاجرین کا دستہ حضرت ابو حذیفہؓ کی سرداری میں آگے بڑھا۔ جھنڈا حضرت ابو حذیفہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ نے اٹھا رکھا تھا۔ دوسرے مسلمان عرب قبائل اپنے اپنے سرداروں کی سرداری میں میدان میں صف آرا تھے اور ہر قبیلے کا جھنڈا اس کے سردار نے اٹھا رکھا تھا۔

کل مسلمان تیرہ ہزار تھے جب کہ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تھی۔

مسیلمہ نے میدانِ جنگ میں نہار کو سپہ سالار اعلیٰ بنا دیا اور خود اپنے خیمہ و خرگاہ سے آگے بڑھ گیا۔

مسیلمہ کے لشکر میں بھی ایک شرجیل موجود تھا۔ اس کا اپنا بیٹا شرجیل اور شرجیل نے بھی بنو حنیفہ کے فوجی دستے کو اپنی سرداری میں لے رکھا تھا۔ اس شرجیل نے اپنے دستے کے سامنے رجز خوانی

شروع کردی۔ وہ انہیں جوش دلا رہا تھا۔ "اے بنو حنیفہ! آج تم اپنی شرم و غیرت کے لیے لڑو گے کیونکہ اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو تمہاری لڑکیاں اور عورتیں مسلمانوں کی لونڈیاں بن جائیں گی۔ اس لیے تم اپنے ننگ و ناموس پر اپنی جانیں قربان کردو۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے چند آدمی مسیلمہ کے پاس بھیجے۔ ان لوگوں نے مسیلمہ کو سمجھایا "تو نبوت کے جھوٹے دعوے سے باز آجا کیونکہ اس میں تیری اور تیری قوم کی نجات ہے۔ اگر تم لوگوں نے گمراہی نہ چھوڑی تو مجھے مجبوراً تم سب کے خلاف فوج کشی کرنی ہوگی اور تم لوگ جہنم کا ایندھن بنو گے۔"

مسیلمہ نے پیغام بھیجا "جیسا کہ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ تمہارے پیغمبرؐ کی نبوت میں، میں بھی شریک ہوں اور جب تک تم لوگ میری نبوت پر ایمان نہیں لاؤ گے، خوار و زبوں رہو گے۔"

حضرت عمرؓ کے بھائی حضرت زید بن خطاب ایک بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتے تھے اسی طرح دوسری طرف نہار بھی کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دینے کی فکر میں تھا لیکن وہ اپنے سپاہیوں میں گھرا ہوا تھا اور ان سپاہیوں کو اپنی بھی فکر تھی اور نہار کی بھی۔

میدان کارزار گرم ہوا اور دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت زیدؓ بن خطاب نہار کے روبرو پہنچ گئے۔ نہار نے حضرت زیدؓ کو دیکھا تو کانپ گیا لیکن دونوں میں مقابلہ ناگزیر تھا۔ حضرت زیدؓ بن خطاب نے کہا "تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمامہ میں اس لیے بھیجا تھا کہ تو انہیں بتائے کہ مسیلمہ کذاب ہے مگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر مسیلمہ کے نبی ہونے کی تصدیق کردی جس سے یہ عظیم فتنہ برپا ہو رہا ہے۔"

نہار نے کہا "اے زیدؓ اب تو ہم دونوں آمنے سامنے ہیں۔ ابھی فیصلہ ہو جائے گا کہ میں سچا ہوں یا جھوٹا۔"

دونوں میں کچھ دیر مقابلہ ہوتا رہا اور حضرت زیدؓ نے نہار کو قتل کردیا لیکن یہ اتنا خوفناک معرکہ تھا کہ ہر شخص قتال و جدال میں کچھ ایسا مشغول اور منہمک تھا کہ نہار کے قتل کی کسی کو خبر بھی نہ ہو سکی۔

مجاعہ کو حضرت خالدؓ نے جس خیمے میں قید کیا گیا تھا اس کی نگرانی اپنی بیوی کے سپرد کردی تھی۔ جنگی مصلحت کے پیش نظر حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ مسلمان پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ بنو حنیفہ کے لوگ حضرت خالدؓ کے خیمے تک پہنچ گئے۔ یہاں مسلمانوں میں سے کوئی بھی موجود نہ

تھا۔ بنو حنیفہ کے لوگوں نے سردار کو قید دیکھا تو حضرت خالد بن ولیدؓ کی بیوی کی طرف قتل کے ارادے سے بڑھے لیکن مجاعہ نے انہیں منع کیا "نہیں خبردار! یہ حضرت خالدؓ بن ولید کی زوجہ محترمہ ہیں انہیں مت قتل کرو۔ دوسرے یہ کہ عورت ذات پر ہاتھ اٹھانا شیوہ مردانگی نہیں ہے۔ یہ خاتون میری ہمسایہ اور نگراں ہیں۔ تم سب کے لیے یہی بہتر ہے کہ اس عورت کا خیال چھوڑ دو اور مردوں کی خبر لو۔

ان لوگوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کی زوجہ محترمہ کو چھوڑ دیا لیکن ان کے خیمے کو تار تار کردیا۔

اسی دوران میں بنو حنیفہ پر مسلمانوں کا دباؤ بڑھ گیا اور بنو حنیفہ نے راہ فرار اختیار کی۔

حضرت ثابت بن قیسؓ نے مسلمانوں کو غیرت دلائی، وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "اے اللہ! میں اہل یمامہ کے ارتداد سے بیزار اور اہل ایمان کی کم ہمتی پر عذر خواں ہوں۔ اے مسلمانو! دشمن کی کثرت سے مرعوب ہو کر پست ہمتی سے کام نہ لو۔ آگے بڑھو اور اپنی جانوں پر کھیل جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے نہایت بے جگری سے غنیم کے قلب لشکر میں جا گھسے اور مسلمانوں کو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت ثابتؓ جامِ شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

ان کے بعد حضرت عمرؓ کے بھائی حضرت زید بن خطابؓ نے مہاجرین اور انصار کو مخاطب کیا "اے ارباب ایمان! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نہار کو قتل کردیا۔ اب میں نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک میں ان اعدائے اسلام کو تہس نہس نہ کردوں یا خود بھی جام شہادت نہ پی لوں اس وقت تک کسی سے ہم کلام نہ ہوں گا۔ تم بھی دشمن کی کثرت کا خیال کیے بغیر اپنی قلت تعداد سے خالی الذہن ہو کر دشمن کا صفایا کردو۔"

کسی دوسری طرف سے حضرت ابو حذیفہؓ کی آواز گونج رہی تھی "اے اللہ کے دین کے پروانو! تم اللہ کے فرمان کو عام کرنے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ توحید کی لاج رکھو۔ اے حاملان قرآن! قرآن اور اس کے آسمانی احکام دنیا سے مٹنے نہ پائیں تم رسول اللہؐ کے دین پر کٹ مرو۔"

اس معرکے میں حضرت ثابت بن قیسؓ ابو حذیفہ اور زید بن خطابؓ شہید ہو گئے۔ اسی معرکے میں حافظوں کی بڑی تعداد شہید ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جس کا جو پہلو کمزور ہو اس سے ہمیں خبردار کیا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ یمامہ والوں پر اجتماعی حملہ کردیا جائے۔

چنانچہ ایک بہت بڑے حملے کا آغاز ہوا۔ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی یمامہ والوں کا۔

مسیلمہ میدان کارزار میں خود بھی موجود تھا۔ اس کے اردگرد بنو حنیفہ داد شجاعت دے رہے تھے۔

مسیلمہ خود بھی ملنے کا نام نہ لیتا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے محسوس کیا کہ جب تک مسیلمہ زندہ موجود ہے، دشمن کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ بنو حنیفہ کے مقتولوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے مگر انہیں اپنی کثرت کی وجہ سے اس کا کچھ احساس نہ تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے جنگ کے خاتمے کے لیے ایک نئی تجویز سوچی اور فوج کے اس حصے کے سامنے پہنچے جو مسیلمہ کذاب کے قریب تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اعلان کیا "تم میں جس کو بھی اپنی بہادری پر ناز ہو وہ میرے مقابلے پر آئے اور یا تو وہ مجھے مار دے یا میں اس کو قتل کر دوں۔ اس طرح جنگ کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔"

مسیلمہ نے اس تجویز پر اتفاق کیا اور اپنی طرف سے کئی نامی گرامی بہادروں کو یکے بعد دیگرے حضرت خالدؓ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یہ سب مارے گئے۔

جب بھی حضرت خالدؓ کسی کو مقابلے کی دعوت دیتے تو نعرہ بلند کرتے "یا محمدؐ!"

جب مسیلمہ کے کئی بہادر قتل ہو گئے تو حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو دعوت دی۔ مسیلمہ نے یہ دعوت قبول کر لی۔ یہاں بھی مقابلے سے پہلے حضرت خالدؓ نے اس سے کہا "میں تجھ کو دعوائے نبوت سے باز آجانے کی تلقین کرتا ہوں۔ مسلمان ہو جا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ کاملہ پر ایمان لے آ۔ یہ جنگ بند ہو جائے گی اور تو بھی زندہ رہے گا۔"

مسیلمہ نے کہا "میں اس وقت تک تیری پیش کش پر نہیں غور کروں گا جب تک میں اپنے فرشتے سے مشورہ نہ کر لوں۔"

مسیلمہ کا کہنا تھا کہ فرشتے نے اس کو مقابلے سے روکا لیکن مقابلے سے بھاگ کھڑا ہونا بھی شیوہ بہادری نہیں تھا اس لیے وہ اپنے نام نہاد فرشتے سے اصرار کرتا رہا کہ اسے جنگ کرنے کی اجازت دی جائے۔ جب اجازت نہ ملی تو اسے شبہ ہوا کہ کہیں حضرت خالدؓ اس پر حملہ نہ کر دیں۔ وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگنے سے اس کے لشکر میں بے دلی پیدا ہو گئی۔ بھاگتے بھاگتے لشکر میں سے بنو حنیفہ کے ایک شخص نے مسیلمہ سے پوچھا "تم ہم سے اللہ کی مدد اور نصرت الٰہی کے جو وعدے کیا کرتے تھے وہ کیا ہوئے؟ مددِ خداوندی کہاں چلی گئی؟"

مسیلمہ نے بھاگتے ہوئے کہا "ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال اور ننگ و ناموس کے لیے لڑے۔ یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں ہے۔"

مسیلمی لشکر کے میمنہ پر محکم بن طفیل سردار تھا۔ اس نے لشکر کو حکم دیا "تم لوگ قریب کے باغ

میں پناہ گزیں ہو جاؤ۔"

محکم بن طفیل نے خود مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکا تاکہ اس کی فوج باغ میں پناہ لے سکے۔ اس نے اپنے ساتھیوں میں ولولہ اور جوش پیدا کرنے کے لیے خطابت کا سہارا لیا۔ وہ علاقائی، قبائلی اور ناموس اہل خانہ پر خطبہ دیتا رہا اور اپنی فوج کو شکست خوردگی کے احساس سے باہر لانے کی سعی ناکام کرتا رہا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحب زادے حضرت عبدالرحمٰن بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ یہ باپ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے دور سے تیر کا نشانہ لیا۔ یہ تیر محکم بن طفیل کی گردن کے آر پار ہو گیا۔ فوج مسیلمہ کے ساتھ باغ میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ وسیع و عریض باغ ایک قسم کا قلعہ تھا جو مضبوط دیواروں کے حصار میں واقع تھا۔

مسیلمہ کے حکم پر باغ کے پھاٹک کو اندر سے بند کر لیا گیا۔

شدت کی دھوپ سے دونوں فریقین پیاسے ہو رہے تھے اور اب انہیں ستانے کا موقع مل گیا تھا۔

اسی عالم میں مسلمانوں نے باغ کی دیواروں کے سوراخوں میں بجلی کی چمک سی محسوس کی۔ مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کو اس شعاع کے بارے میں بتایا اور اس شبہے کا اظہار کیا کہ شاید مسیلمہ کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی ہے اور وہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اس وقت مجاعہ بن مرارہ حضرت خالد بن ولید کے قریب تھا۔ اس کے بارے میں حضرت خالدؓ بن ولید کی زوجہ محترمہ نے بتا دیا تھا کہ یہ شخص اگر بنو حنیفہ کے لوگوں کو منع نہ کرتا تو وہ مجھے ضرور قتل کر دیتے۔

اس انکشاف کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے اس سے نرمی برتی اور بندشیں کسی قدر ڈھیلی کر دی تھیں۔

مجاعہ بن مرارہ نے اس خبر دینے والے کو جھٹلایا۔ "تو نے غلط اندازہ لگایا بلکہ چمک کی حقیقت یہ ہے کہ بنو حنیفہ کے جنگ جوؤں کے پاس ہندی تلواریں ہیں۔ یہ تلواریں چمک دار ہوتی ہیں۔ میدان جنگ میں اپنی لچک کی وجہ سے ٹوٹ نہ جائیں، اس خیال سے ان کو دھوپ میں رکھا جاتا ہے۔ اب چونکہ کچھ دیر کے لیے جنگ بند ہو چکی ہے اور وہ باغ میں ستا رہے ہوں گے اس لیے انہوں نے اپنی تلواریں دھوپ میں رکھ دی ہوں گی۔"

مسلمانوں کو مجاعہ کی بات پر یقین آگیا۔

اب مسلمان باہر تھے اور مسیلمہ اور اس کا لشکر اندر۔ باغ میں داخلے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ آخر مسلمانوں کی طرف سے حضرت برا بن مالکؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے سامنے اپنی تجویز پیش کی۔ "اس طرح تو ہم سب اپنا وقت ضائع کرتے رہیں گے۔ اب ہمارے لیے باغ میں داخل ہونا ضروری ہو گیا ہے۔ میں یہ دروازہ کھول سکتا ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے پوچھا "کس طرح؟"

حضرت برا بن مالکؓ نے باغ کے پھاٹک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ لوگ مجھے پھاٹک سے ملحقہ دیوار پر چڑھا دیں، میں دوسری طرف کود کر پھاٹک کھول دوں گا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ پھاٹک کے پاس مسیلمہ کے فوجی نہیں ہوں گے اور اس طرف کودنے کے بعد کیا تم زخمی نہیں ہو جاؤ گے پھر تم دروازہ کس طرح کھولو گے؟"

حضرت برا بن مالکؓ نے جواب دیا "آپ ان خدشات کو اللہ پر چھوڑ دیں اور اللہ کا نام لے کر مجھے دیوار پر چڑھا دیں۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا "میں اتنی قیمتی جان یوں ضائع نہیں کروں گا۔"

حضرت برا بن مالکؓ رونے لگے اور عرض کیا "آپ مجھے ایک بڑی سعادت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ منجانب اللہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اس میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید کو ان کی یہ تجویز ماننی پڑی اور حضرت برا بن مالکؓ کو دیوار پر چڑھا دیا گیا۔

حضرت برا بن مالک نے اندر دیکھا کہ مسیلمہ کا لشکر نہایت مطمئن کھانے پینے میں مشغول ہے۔ حضرت برا بن مالکؓ نہایت اطمینان سے اندر کود گئے۔

باغ کے درخت حضرت برا بن مالکؓ کی پردہ پوشی کر رہے تھے لیکن مسیلمہ کے لشکر میں سے کچھ نے کسی شے کو اونچی اونچی گھاس میں گرتے دیکھا تو وہ اس طرف بڑھے۔ حضرت برا بن مالک نے کھڑے ہو کر ان کا مقابلہ کیا اور انہیں قتل کر کے پھاٹک کھول دیا۔

باہر مسلمان پھاٹک کھلنے کے منتظر کھڑے تھے۔ وہ فوراً اندر داخل ہو گئے۔ ادھر مسیلمہ کے ماننے والے بھی پھاٹک کی طرف دوڑ پڑے اور دونوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

مسیلمہ ہمت ہار چکا تھا۔ اس نے راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔ وہ سر تا پا لوہے میں غرق تھا۔ زرہ بکتر نے اس کے پیٹ اور سینے کو چھپا رکھا تھا اور خود نے سر کو۔ خود کی کڑیاں جھالر کی طرح چہرے پر آ گئی

تھیں جس سے اس کی شناخت دشوار ہو گئی تھی۔

اس نے چپکے سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں میں دو ایسے افراد تھے جو مسیلمہ کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک انصار کے قبیلے خزرج کے حضرت عبداللہ بن زیدؓ تھے اور دوسرے وحشیؓ بن حرف الحبشی اور یہ وہی تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ حضرت وحشیؓ اپنی حربہ زنی میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حربہ ایک ہتھیار تھا، جو دور سے کھینچ کر دشمن کو مارا جاتا تھا۔ اس میں کلائی کی طاقت اور پھینکنے والے کی مہارت کو بڑا دخل حاصل تھا۔ اپنے اسی حربے سے حضرت وحشیؓ نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور وہی حربہ اس وقت ان کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے دشمن کی فوج سے ایک سردار کو فرار ہوتے دیکھا تو دور سے نشانہ لیا اور حربہ کھینچ مارا۔ یہ حربہ زرہ بکتر کو توڑ کر سینے میں پیوست ہو گیا اور مسیلمہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ خزرج کے حضرت عبداللہؓ بن زید آگے بڑھے اور مسیلمہ کی گردن کاٹ کر اسے نیزے پر چڑھا دیا۔

مسیلمہ کے قتل ہوتے ہی یمامہ والوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں نے اس بھاگتے ہوئے لشکر کو اپنی تلوار پر رکھ لیا۔ بہت سے دشمن قتل ہوئے اور قتل ہونے والوں نے مرنے سے پہلے اقرار کر لیا کہ جب مسیلمہ ہی قتل ہو گیا تو پھر ہم کس کے لیے لڑیں۔

اس موقع پر دشمن کی فوج کے چند سرداروں کے کٹے ہوئے سر ایک جگہ رکھے گئے اور مجاعہ سے کہا گیا "تو ان سروں کو دیکھ کر یہ بتا کہ ان میں مسیلمہ کا کون سا سر ہے۔"

مجاعہ نے ایک سر کی نشاندہی کی اور کہا "یہ طلیحہ کا سر ہے۔ جس نے یہ کہا تھا کہ گو مسیلمہ جھوٹا ہے لیکن میں یمامہ کے اس جھوٹے نبی کو مضر کے سچے نبی پر ترجیح دوں گا۔

ایک دوسرا سر سامنے رکھا گیا تو مجاعہ نے کہا "یہ نمار کا سر ہے۔ جس نے مدینے سے آ کے اہل یمامہ کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں آدھا شریک قرار دیا ہے۔"

اب مجاعہ کے سامنے محکم بن طفیل کا سر رکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا "کیا یہی تیرا صاحب مسیلمہ ہے؟"

مجاعہ نے جواب دیا "نہیں، یہ خوب صورت انسان مسیلمہ سے زیادہ شریف اور بہتر ہے۔ محکم بن طفیل جسے ہم محکم الیمامہ کہتے ہیں۔"

سب سے آخر میں مجاعہ کے سامنے مسیلمہ کا کٹا ہوا سر اور دھڑ رکھا گیا تو مجاعہ نے بے اختیار کہا

"یہی تمہارا حریف مسیلمہ ہے۔ جس کو تمہارے نبیؐ نے کذاب کہا تھا اور اب تم اس کا کام تمام کر چکے ہو۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "یہی وہ شخص ہے۔ جس کے لیے تم ہم سے جنگ کر رہے تھے حالانکہ اے مجاعہ تو وہ احسان فراموش ہے جسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان کے ذریعے غورہ' غرابہ اور الجبل جاگیر میں دے دیے تھے اور بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیری جاگیر میں الحارث کا اضافہ فرمادیا تھا مگر تو نے ان احسانات کا بھی خیال نہ رکھا۔"

مجاعہ نے جواب دیا "میں نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور اے خالدؓ تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

کہتے ہیں کہ اس معرکے میں بنو حنیفہ کے اکیس ہزار اور اہل اسلام کے چھ سو ساٹھ آدمی کام آئے تھے۔

ایک گرفتار ہونے والے مسیلمی نے یہ عجیب و غریب واقعہ بیان کیا کہ اس کے ساتھی نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو قتل کیا تھا۔ اس وقت حضرت ثابت بن قیس اتنے جوش میں تھے کہ اپنی کٹی ہوئی ٹانگ اپنے قاتل کو کھینچ ماری۔ یہ ٹانگ قاتل کی کنپٹی پر لگی جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

مجاعہ انتہائی عیار اور چالاک آدمی تھا' اسے معلوم تھا کہ اس کا لشکر تباہ و برباد ہو چکا ہے اور ملحقہ قلعے میں عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے علاوہ کوئی مرد نہیں بچا ہو گا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اب اس کی قوم کے لوگ غلام بنا لیے جائیں گے۔ بچے مسلمانوں کی خدمتیں کریں گے اور عورتیں مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ ابھی مقتول سرداروں کے سر ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے جا رہے تھے۔ تین سر اور لائے گئے مجاعہ نے ان سروں کی بھی شناخت کی۔ ایک سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ رو بجل کا سر ہے جو جنگ کے لیے بے تاب رہتا تھا۔" دوسرے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ دمیم کا سر ہے جو ہمیشہ اپنی فوج کے آگے آگے رہتا تھا۔" اور تیسرے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ خنیس کا سر ہے جو ہمیشہ اپنے دشمنوں کی صفوں میں گھس جایا کرتا تھا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "اے مجاعہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی سرداری میں تم گمراہ ہوئے اور دنیا و آخرت کی روسیاہی تمہارا مقدر بنی اور افسوس کہ یہی وہ سردار تھے جو تم پر حکومت کرتے تھے۔"

مجاعہ نے کہا "بے شک یہی لوگ میرے سردار تھے لیکن اے خالد! آپ ان لوگوں کے قتل پر زیادہ خوش نہ ہوں۔ یہ لوگ جو شکست سے دوچار ہوئے اور مارے گئے' میری قوم کے جلد باز لوگ تھے۔

ابھی قلعے کے اندر تازہ دم فوج موجود ہے جو خوب سوچ کر جنگ کرتی ہے اور اسے جنگی حکمتِ عملی بھی آتی ہے۔ اب تم مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ جنگ جو قوم کا مقابلہ کرنا ہو گا۔"

مجاعہ کی باتوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ اور مسلمانوں کو شک و شبے میں ڈال دیا۔ حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے پوچھا "اس قلعے میں کتنی فوج موجود ہو گی؟"

مجاعہ نے جواب دیا "بہت زیادہ.... آپ کے قیاس اور اندازے سے کہیں زیادہ۔"

حضرت خالدؓ نے پوچھا "کیا وہ اب بھی مجھ سے جنگ کریں گے جبکہ ان کا نبی یعنی جھوٹا نبی مسیلمہ قتل کیا جا چکا ہے۔"

مجاعہ نے کہا "آپ صرف اس قلعے پر نہ جائیں۔ ابھی ایسے ایسے کئی قلعے ہیں جہاں مسیلمہ کے ماننے والے موجود ہیں۔ ان کو کیا پتا کہ مسیلمہ قتل کر دیا گیا۔ انہیں یہ کون بتائے گا کہ مسیلمہ مارا گیا ہے۔ وہ اب بھی اسی طرح جنگ کریں گے جس طرح مسیلمہ کی زندگی میں جنگ کرتے تھے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "اگر وہ اب بھی جنگ کریں گے تو یہ ناواقف اور جاہل لوگ ناحق اپنی جانیں دیں گے۔ تو ان کو جا کر بتا دے کہ مسیلمہ مارا گیا ہے اور اب جنگ بے سود ہے۔"

مجاعہ نے کہا "میں وہاں کس طرح جاؤں گا۔ میں تو آپ کی قید میں ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "صرف اس خیال سے کہ انسانی جانیں بلاوجہ ضائع ہوں گی' میں تجھ کو رہا کر رہا ہوں۔ تو قلعے میں جا اور ان کو موجودہ صورت حال سے مطلع کر۔"

مجاعہ نے کہا "اگر میں یہاں سے جانے کے بعد واپس نہ آیا تو؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "تو یہ ایک سردار کی بد عہدی ہو گی۔ جو اس کے لیے ہمیشہ باعثِ ذلت رہے گی۔"

مجاعہ نے پوچھا "صلح کی شرائط کیا ہوں گی؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "اب وہ اپنی جانوں کو بچانے کے لیے مجھ سے صلح کریں گے۔ تو انہیں یہ یقین دلا دے گا کہ مسیلمہ کذاب قتل کر دیا گیا ہے اس لیے وہ تائب ہو کر اپنی جانوں کے بدلے مال اور زمین دے کر صلح کر سکتے ہیں یعنی ان کے پاس جو کچھ ہے اس کا آدھا ہمیں دے دیں۔ ہم انہیں معاف کر دیں گے۔"

مجاعہ نے کہا "میں اپنی طرف سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا لیکن قلعے والوں سے بات کر کے بتا سکتا ہوں کہ وہ صلح پر مائل بھی ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے صلح نہ کرنی چاہی تو وہ اپنی شرائط بتا دیں گے۔"

حضرت خالدؓ نے مجاعہ کو رہا کر دیا۔ وہ قلعے کے اندر گیا اور یہ دیکھ کر اسے بڑا دکھ پہنچا کہ وہاں مرد نام کی کوئی شے بھی موجود نہ تھی۔ عورتیں تھیں، بچے تھے اور کہیں کہیں بوڑھے بھی نظر آ رہے تھے۔

مجاعہ نے قلعے کی عورتوں سے پوچھا "کیا تم یہ پسند کرو گی کہ تمہارے بچے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں اور تم سب کنیزیں بنا لی جاؤ؟"

عورتوں نے کہا "ہرگز نہیں۔"

مجاعہ نے کہا "تب پھر تم وہ کرو جس کا میں حکم دوں۔"

عورتوں نے کہا "تو ہمارا سردار ہے۔ ہمیں جو حکم دے گا ہم اس پر عمل کریں گے۔"

مجاعہ نے کہا "اپنے بالوں کو پگڑیوں میں چھپا لو اور تمہارے گھروں میں جتنے ہتھیار ہوں انہیں باہر لے آؤ۔"

عورتوں نے پگڑیاں باندھنی شروع کر دیں اور بچے گھروں سے ہتھیار نکالنے لگے۔ نیزوں، تلواروں اور حربوں کا تھوڑی دیر میں میدان میں ڈھیر لگ گیا۔

مجاعہ نے ان عورتوں کے ساتھ فصیل کا دورہ کیا اور پھر گھوم پھر کر ان عورتوں کو حکم دیا "تم سب ان فصیلوں پر اس طرح بیٹھ جاؤ کہ تمہارے سر، پگڑیاں اور ہتھیار دکھائی دینے لگیں۔ میں ان پگڑیوں اور ہتھیاروں کی نمائش سے فائدہ اٹھاؤں گا اور کم سے کم نقصان پر تمہاری صلح کرا دوں گا۔"

اس مہم میں مجاعہ نے پورا دن صرف کر دیا۔ عورتیں حیران تھیں کہ مجاعہ یہ کیا کر رہا ہے؟"

جب وہ پگڑیاں باندھ کر مردوں کی مشابہ ہو گئیں تو ان کے ہاتھوں میں دھوپ میں چمکنے والے ہتھیار دیے گئے اور انہیں نہایت حکمتِ عملی سے چاروں طرف فصیل پر بٹھا دیا گیا کہ باہر سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ پوری فصیل سپاہ سے بھری ہوئی ہے۔

ادھر سے فارغ ہونے کے بعد مجاعہ نے عورتوں سے کہا "اب میں مسلمانوں کے سردار حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس جا رہا ہوں اور ان سے تمہارے لیے صلح کی بات کروں گا۔

مجاعہ کے باہر نکلتے ہی قلعے کا پھاٹک بند ہو گیا۔ مجاعہ سیدھا حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا "جناب! قلعے کے لوگ جنگ کے لیے بے چین ہیں۔ وہ آپ کی کوئی شرط ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے قیدی چھوڑ دیں مگر وہ اپنی زمین اور مال میں سے نصف ہرگز نہیں دیں گے وہ جنگ پسند کرتے ہیں مگر یہ ذلت آمیز صلح انہیں منظور نہیں ہے۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا "اگر انہیں یہ صلح منظور نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔ ان کے خلاف جنگی

کارروائی کی جائے گی۔"

مجاعہ نے کہا "ذرا آپ ہمارے ساتھ چل کے فصیل پر ملاحظہ فرمائیں اور ان کے عزائم کا اندازہ لگائیں تب آپ کو ان کے جوش و خروش کا اندازہ ہو جائے گا اور ان کے ارادوں کا پتا چلے گا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ کئی مسلمان باہر نکلے اور فصیل کی طرف نظر دوڑائی تو انہیں پگڑیاں اور چمکتے ہتھیار نظر آئے۔ مسلمانوں نے فصیلوں کو چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھا تو ہر طرف یہی مناظر نظر آئے۔

مجاعہ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں پر ان مناظر کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے۔ اس نے کہا "یہ تو کچھ بھی نہیں، ان کا اصل جوش و خروش قلعے میں داخل ہونے کے بعد نظر آئے گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "وہ چاہتے کیا ہیں؟ صلح تو مشروط ہوتی ہے۔ یہ صلح بھی مشروط ہو گی!"

مجاعہ نے کہا "قلعے والوں سے بات کر کے اندازہ ہوا کہ وہ اپنے مال اور زمینوں میں سے نصف دینے پر رضامند نہیں ہیں۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ اس سے کم پر آپ کہاں تک رضامند ہو جائیں گے۔"

مسلمانوں نے اپنے خیال میں یہ جنگ جیت لی تھی اور مسیلمہ کے قتل کے بعد جھوٹے نبی کے ماننے والوں کو بے آسرا کر دیا تھا اور مزید جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا ایسے میں ان کا مقصد تھا کہ مرتد توبہ کر لیں اور دوبارہ مسلمان ہو جائیں لیکن کسی حد تک تو اپنے ارتداد اور جنگ کا تاوان بھی ادا کریں۔ نہایت غور و فکر کے بعد حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے کہا "تو ان کے پاس جا اور معلوم کر کہ وہ کن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں کیونکہ میری شرائط تو انہوں نے نامنظور کر دی ہیں۔"

مجاعہ نے کہا "اس کے لیے مجھے دوبارہ قلعے میں جانا پڑے گا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے اس کو ایک بار پھر قلعے میں بھیج دیا۔

مجاعہ قلعے میں واپس آ گیا اور عورتوں اور بچوں کو دلاسا دیتا رہا۔ وہ انہیں سمجھا رہا تھا۔ "تم میں ایک بھی مرد موجود نہیں جو تمہاری طرف سے مسلمانوں کے امیر حضرت خالد بن ولیدؓ سے بات کر سکے۔ مجبوراً یہ کام مجھے انجام دینا پڑ رہا ہے اور میری کوشش ہے کہ کم سے کم نقصان پر تمہاری صلح ہو جائے۔"

مجاعہ کو یہ معلوم تھا کہ یہ قلعہ مسلمانوں کے لیے یمامہ میں داخل ہونے کا صدر دروازہ ہے۔ اس قلعے پر قابض ہونے کے بعد مسلمانوں کا قبضہ مکمل ہو جائے گا۔

قلعے کے بوڑھے پریشان تھے کہ کہیں ان کے بچے اور عورتیں مسلمان آپس میں تقسیم نہ کرلیں۔ وہ مجاعہ کے شکر گزار تھے کہ وہ اپنی قوم کے لیے ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اس نے قلعے کے بوڑھوں کو بتایا "میں تم لوگوں کی طرف سے چوتھائی پر صلح کر رہا ہوں یعنی چوتھائی مال اور چوتھائی زمین کے بدلے تم سب کو باعزت زندگی گزارنے کی اجازت مل جائے گی اور تمہارے مرد قیدی بھی رہا کردیے جائیں گے۔"

قلعے کے بوڑھوں نے کہا "مجاعہ! تو ہم سب کا محسن ہے۔ ہم نے تجھ کو اختیار دیا ہماری طرف سے تو جن شرائط پر چاہے صلح کرلے ہم اس کی پابندی کریں گے۔"

قلعے میں خاصا وقت گزارنے کے بعد مجاعہ باہر نکلا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچا، کہنے لگا "جناب مبارک ہو کہ وہ بہ مشکل اپنے مال و زمین کا چوتھائی حصہ دینے پر رضامند ہوئے ہیں۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے ایک معاہدہ تیار کیا۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت خالدؓ بن ولید نے دستخط کردیے اور قلعے کی طرف سے مجاعہ بن مرارہ نے۔ تمام جنگی قیدی رہا کردیے گئے مگر انہیں پابند کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوں گے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا "اب ان سب کو مسلمان ہو جانا چاہیے۔"

مجاعہ نے عرض کیا "اے مسلمانوں کے امیر! اس وقت آپ جبر سے کام نہ لیں۔ وہ مسیلمہ کذاب جس نے ہمیں گمراہ کیا تھا مارا گیا اس کا جھوٹا ہونا بھی زمانے پر آشکار ہو گیا۔ اب اس کے ماننے والوں میں سے ایک بھی ایسا شخص ان میں موجود نہیں جو مسیلمہ کی طرف سے ان کی دعوت جاری رکھ سکے۔ اس لیے آہستہ آہستہ یمامہ کے لوگ پھر اسلام کی طرف واپس لوٹ آئیں گے۔"

مجاعہ حضرت خالدؓ اور ان کے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ حضرت خالدؓ کا خیال تھا کہ قلعے کے مرد چشم براہ ہوں گے لیکن قلعے میں دور تک داخل ہو جانے کے بعد بھی انہیں کوئی مرد نہ ملا۔ صرف عورتیں تھیں جو اپنے مکانوں کی چھتوں اور دیواروں سے جھانک رہی تھیں اور بچے تھے جو گزرگاہ کے آس پاس کھڑے مسلمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔

یہاں حضرت خالدؓ بن ولید نے مجاعہ سے کہا "اب تیری قوم کے قیدی اپنے اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ قلعے کے مرد کہاں روپوش ہو گئے جو ابھی تک سامنے نہیں آئے اور اپنے قیدیوں کا استقبال تک نہیں کیا۔"

مجاعہ نے عرض کیا "اے خالد! سچی بات تو یہ ہے کہ اس قلعے میں کوئی مرد ہے ہی نہیں جو اپنے

قیدیوں کا استقبال کرے۔"

حضرت خالدؓ نے حیرت سے پوچھا "وہ سب کہاں چلے گئے؟"

مجاعہ نے جواب دیا "انہیں آپ کی جنگ کھا گئی اور جو زندہ بچے تھے وہ آپ کی قید میں تھے۔ اس قلعے میں یا تو بوڑھے ہیں یا بچے اور عورتیں۔"

حضرت خالدؓ نے حیرت سے سوال کیا "اور وہ مرد جن سے تو شرائط صلح طے کرنے آتا تھا اور وہ سپاہی جو فصیلوں پر مسلح چاروں طرف کھڑے نظر آتے تھے۔ وہ سب کہاں چلے گئے؟"

مجاعہ نے جواب دیا "جناب! وہ سب عورتیں تھیں جنہیں مردوں کی طرح فصیلوں پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔"

حضرت خالدؓ نے پھر دریافت کیا "معاہدے کی شرائط کن لوگوں سے طے پائی تھیں؟"

مجاعہ نے عرض کیا "وہ سارا کام میں نے تنہا انجام دیا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "اے مجاعہ! تو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

مجاعہ نے خوشامدانہ لہجے میں کہا "مسلمانوں کے امیر! آپ جو چاہیں کہیں مگر میں نے اپنی قوم کی خدمت کی ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری قوم کا ایک مرد بھی زندہ نہ بچتا۔ آپ اسے دھوکا کہیں، فریب کہیں یا جو چاہے کہیں لیکن میں یہی کہوں گا کہ میں نے اپنی قوم کو تباہی سے بچا لیا ہے اور آپ سے جو ہمارا معاہدہ ہوا ہے۔ ہم دونوں اس کے پابند ہیں۔"

ابھی یہ لوگ ان باتوں سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت خالدؓ کے نام ایک فرمان پہنچا۔ اس میں لکھا تھا "اے خالد اگر اللہ تمہیں مرتدین پر فتح یاب کرے تو بنی حنیفہ میں جس قدر افراد بالغ ہوں وہ سب بجرم ارتداد قتل کردیے جائیں اور عورتیں اور کم سن لڑکیاں حراست میں لے لی جائیں۔"

لیکن اس سے پہلے حضرت خالدؓ اپنے معاہدے اور وعدے کی تکمیل کر چکے تھے۔ حضرت خالدؓ نے یہ فرمان مجاعہ کو دکھایا۔ مجاعہ نے یہ فرمان پڑھا اور کہا "مجھے اس کا اندازہ تھا اسی لیے میں نے صلح میں جلدی کی۔"

✪✲✪

حضرت خالدؓ بن ولید نے بنو حنیفہ کے ایک گروہ کو وفد کی صورت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا، اس وفد کے ساتھ اپنا ایک تفصیلی خط بھی روانہ کیا تھا۔ جس میں مسیلمہ کے قتل

اور اس کے بعد کے پیش آنے والے واقعات کو تفصیل سے لکھ دیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں بڑی عزت سے باریاب فرمایا اور مسیلمہ کے بارے میں ان سے دیر تک باتیں کرتے رہے۔

ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خواہش پر مسیلمہ کا وہ کلام سنایا جسے وہ وحی الٰہی کہتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ جعلی وحی الٰہی سن کر نہایت افسوس ہوا اور فرمایا "واللہ یہ خالق ارض وسما کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی ذات ہر قسم کے عیوب سے پاک اور منزہ ہے۔ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا تھا کہ گمراہ ہو گئے۔"

بنو حنیفہ کے لوگوں نے جواب دیا "ہمیں تو نہار نے گمراہ کیا۔ وہ مدینے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے یمامہ پہنچا اور وہاں جھوٹی گواہی دی تھی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ مسیلمہ میری نبوت میں شریک ہے، بس یہیں سے ہماری گمراہی کا آغاز ہوتا ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "میری قوم میں واپس آجاؤ اور اسلام پر قائم رہو۔ اپنے استقلال، استقامت اور ثابت قدمی کا ایسا نمونہ پیش کرو کہ دوسرے اس کا اثر قبول کریں اور اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں خوش ہوں۔"

جب مسلمان یمامہ سے مدینے واپس پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو نہایت محبت سے گلے لگا لیا اور محکم بن طفیل کے قتل پر حضرت عبدالرحمٰنؓ کو مبارک باد دی۔

اس جنگ میں حضرت عمرؓ کے بھائی حضرت زید بن خطابؓ شہید ہو گئے تھے اور حضرت عمرؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ کامیاب واپس آئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے کہا "اے عبداللہؓ! تیرے دل میں شہادت شوق نہیں تھا۔"

حضرت عبداللہ نے جواب دیا "بالکل تھا اور میرا یہی شوق مجھے یمامہ تک لے گیا تھا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر تیرے دل میں یہ شوق تھا تو کیا وجہ ہے کہ تیرا چچا زیدؓ شہید ہو گیا اور تو زندہ واپس آ گیا۔"

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا "شہادت کا انعام اللہ کی طرف سے ہے۔ چچا کی قسمت میں یہ انعام لکھ دیا گیا تھا جس سے وہ سرفراز ہوئے۔ میری قسمت میں محرومی لکھی گئی تھی، سو میں محروم رہا۔"

تاریخ کی واحد جھوٹی نبیه ،
جس نے ایک بهت بڑے فتنے کو جنم دیا۔
پهلے یه کاهنه اور مذهباً عیسائی تهی۔ زبان
وبیان پر غیر معمولی قدرت رکهتی تهی۔ عبارت آرائی
مسجع ومقفیٰ هوتی تهی۔ جو بهی اس سے ملتا، اس سے
باتیں کرتا، اسی کاهوجاتا۔ عورت جوان اور بلا کی حسین تهی۔
قبائلی سرداروں نے اس کو نبیه مان لیا اور اس کے لیے کام شروع
کردیا۔اس نے اپنی جهوٹی نبوت کی دعوت غربا کے بجائے امرا کو دی
اور قبائلی سرداروں کو اپنا اسیر کیا اور دیکهتے هی دیکهتے هزاروں
امتی پیدا کرلیے۔ چالاک اور عیار مسیلمه کذاب نے اس کے وجود کو اپنے
لیے زبردست خطره محسوس کیا اور اس پر ایک دام تزویر پهینکا۔
عورت آسانی سے زیردام آگئی۔ بظاهر دو جهوٹے نبی متحد هوگئے
اور اس طرح ان کی عددی اور نفری قوت میں غیر معمولی اضافه
هوگیا۔ دونوں نے کئی دن تک اپنے امتیوں کو دهوکے میں رکها۔ وه
سوچ رهے تهے که یه دونوں فرشتوں کی مدد سے انقلاب برپا
کرنے والے هیں مگر وه جس انقلاب کے متمنی تهے وه نهیں
آیا۔ اس کے بعد ایک تو جلد هی تباه وبرباد هوگیا اور
دوسرے نے بربادی میں وقت لیا۔ تاریخ کا ایسا
کردار جس کے نام سے اکثریت واقف هے
مگر تفصیل سے بیشتر لاعلم۔

مضمون کے ماخذ

تاریخ کامل	تاریخ ابن خلدون	فتوح البلدان	تاریخ اسلام	تاریخ طبری	معارج النبوۃ
ابن اثیر	علامہ ابن خلدون	البلاذری	اکبر شاہ خان	ابوجریرالطبری	عبدالحق محدث دہلوی

سجاح بنتِ حارث

رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے ظاہر ہوئی

عرب کے علاقے ہوازن میں بنو تمیم کے قبائل آباد تھے۔ ان قبائل میں سے اکثر نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن کچھ نے اپنا عیسوی مذہب نہیں ترک کیا اور مسلمانوں سے الگ تھلگ اپنے طور پر اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کے کانوں میں اسلام کا شہرہ گونجتا رہا۔ یہ اذانیں سنتے رہے۔ مسلمانوں کو نمازیں پڑھتے دیکھتے رہے۔ ان کے کانوں میں وحی الٰہی گونجتی رہی مگر ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی تھیں اس لیے اسلام ان کے دلوں میں جگہ نہیں پاسکا۔ وہ علاقہ جو عراق عرب کہلاتا ہے' ان کی جولان گاہ تھا۔ یہ مسلمانوں سے الگ تھلگ مسلمان عاملوں اور ان کے کارندوں کو دیکھتے رہتے تھے۔ جو مسلمانوں سے زکوۃ اور عشر وصول کرتے رہتے تھے۔ غیر مسلموں کو جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا' جو ان غیر مسلموں کی نظر میں ان کی محکومی کا ٹیکس تھا۔ یہ ٹیکس وہ ادا تو کردیتے تھے مگر اس میں انھیں اپنی بے عزتی محسوس ہوتی تھی۔ چونکہ بنو تمیم بہت سے قبائل پر مشتمل تھے اس لیے ان کی مختلف شاخوں پر مختلف مسلمان عامل مقرر کیے گئے تھے۔ قبائل رباب الاعوف اور انبا پر زبرقان بن بدر کو عامل مقرر کیا گیا تھا۔ قبائل مقاعس اور بطون کے عامل قیس بن عاصم تھے۔ بنو عمرو پر صفوان بن صفوان کو' بنو مالک پر وکیع بن مالک کو اور حنظلہ پر مالک بن نویرہ کو عامل مقرر کیا گیا تھا۔ یہ لوگ اپنے متعلقہ قبائل سے زکوۃ اور عشر وصول کرکے مدینہ منورہ روانہ کردیتے تھے۔

بنو تمیم کی مسیحی شاخیں مسلمانوں سے الگ تھلگ گزر بسر کر رہی تھیں۔ ان میں عربی زبان کے ماہر لوگ بھی موجود تھے۔ یہ لوگ بھی عرب تھے لیکن اپنے عقائد کی وجہ سے یہ خود کو مسلمان عربوں

سے ممتاز سمجھتے تھے لیکن جب ہر طرف اسلام نے غلبہ پالیا تو یہ اقلیت میں ہوگئے اور خود کو مسلمانوں سے کم تر اور اچھوت سا محسوس کرنے لگے۔

ناگاہ پڑوس میں یمامہ سے ایک دوسرے جھوٹے نبی نے اپنے گردو پیش کے ماحول کو خاصا متاثر کیا۔ اس جھوٹے نبی نے اپنے مبلغوں کے ذریعے یہ مشہور کر دیا تھا کہ بنو ہاشم کے نبی محمد صلی اللہ علیہ کی نبوت میں یہ بھی شریک ہے اور دونوں نے عرب کو آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا ہے۔

یمامہ کی اس آواز نے ایک تہلکہ سا مچادیا تھا۔

انہی بنو تمیم کے عیسائیوں میں ایک جوان اور خوب رو کاہنہ تھی۔ یہ عورت اپنی قوم کو اپنی پیش گوئیوں سے نوازتی رہتی تھی۔ اس کا نام سجاح تھا۔ حارث نامی ایک معزز شخص کی یہ بیٹی ام صادر کنیت رکھتی تھی۔ اس کے اپنے قبیلے کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے عیسائی بھی اس کے پاس آتے اور نامعلوم اور نادیدہ امور سے متعلق اس سے سوالات کرتے اور اس کے جوابات پر یقین کامل رکھتے۔

کیونکہ ان کو برسوں کے تجربات کے بعد یہ یقین ہوگیا تھا کہ سجاح کی بتائی ہوئی باتیں غلط نہیں ہوتیں۔ اس کی یہی شہرت اس کا تعارف بن گئی تھی۔ اس کو باتیں کرنے کا فن آتا تھا۔ یہ جب کسی سے بات کرتی تو عموماً اس کا مخاطب چپ سادھ لیتا اور بس اس کی باتیں سنتا رہتا۔ اس کی آواز میں ترنم تھا، رس تھا، کشش تھی اور دلوں کو موہ لینے کی قوت تھی۔ ان خوبیوں کے ساتھ اس کی حسین شکل اور قیامتِ شباب مستزاد تھا۔ اسے زبان پر اتنی قدرت حاصل تھی کہ وہ دورانِ گفتگو رکے اور دم لیے بغیر مسجع اور مقفیٰ فقرے ادا کرتی چلی جاتی اور سننے والا اس کے سحر میں مبتلا ہو کر دم بخود سنتا رہتا۔

اس کی ان خوبیوں کا چرچا عام ہوا تو مسلمان بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

عیسائیوں نے اس سے ایک کاہنہ کی حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس کا گول مول جواب دیا تھا۔ اس گول مول جواب سے سوال کرنے والے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ یعنی وہ اس کے جواب کی رو سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کر سکتے تھے اور نبوت سے انکار بھی کر سکتے تھے۔

جب یمامہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے قبیلے والوں نے سجاح سے پوچھا "تو اس نئے نبی کے بارے میں کیا کہتی ہے؟"

سجاح نے جواب دیا "میں نے اس نئے نبی کے بارے میں جتنا بھی غور کیا، وسوسے کا شکار ہوتی رہی۔"

اس جواب سے کوئی کیا سمجھتا۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ مسیلمہ کے دعوائے نبوت نے سجاح کے دل و دماغ پر کیسا اثر کیا تھا۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو مافوق الفطرت سمجھنے لگی تھی مگر اس کا دعویٰ کرتے ہوئے اس میں ایک قسم کی جھجک پائی جاتی تھی۔

اسی دوران میں مدینے سے خبر آئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔

سجاح کو اس خبر نے حوصلہ بخشا اور اس نے لوگوں سے پوچھا "مسلمانوں نے اپنے نبی کا جانشین کسے مقرر کیا ہے؟"

لوگوں نے بتایا "اپنے انتہائی سچے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنی زندگی میں ہی واضح اشاروں سے اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا۔"

اب اس نے اپنے چند آدمیوں کو یمامہ روانہ کیا کہ وہ مسیلمہ کے بارے میں بہت ساری معلومات اکٹھا کر کے لائیں۔

اس دوران میں سجاح اپنی مسجع و مقفیٰ عبارت آرائی پر محنت کرتی رہی۔ جب یہ عبارتیں وہ اپنے کسی خاص آدمی کو سناتی تو وہ حیران رہ جاتا۔ سجاح نے ہمیشہ اپنی عبارتوں کے سامع سے یہی سوال کیا "سچ بتا، تجھ کو میری یہ عبارت کیسی لگی؟"

اس کا سامع ہر بار ایک ہی جواب دیتا "بہت اچھی۔"

کسی کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ سجاح کا منصوبہ کیا ہے اور سجاح کو اس وقت سب سے زیادہ دلچسپی اور جستجو مسیلمہ سے تھی۔ وہ مسیلمہ کی خود ساختہ وحی کو ترتیب سے جمع کرتی رہی۔ قرآن پاک کی آیات کا... مطالعہ وہ ایک عرصے سے کر رہی تھی اور ان آیات کے جواب میں خود بھی عربی عبارتیں تخلیق کرنے میں مشغول تھی۔

جب بہت سی عربی کی عبارتیں تخلیق کر چکی تو اپنے قبیلے کے معتبر لوگوں کے سامنے اپنی تخلیق کردہ عبارتیں رکھ دیں اور ان سے پوچھا "تم لوگوں نے قرآنی سورتیں تو دیکھی ہوں گی اور اب میری عبارتیں تمہارے سامنے ہیں۔ اب ایمان داری سے بتاؤ کہ ان دونوں میں تمہیں کیا فرق نظر آتا ہے؟"

تقریباً ہر کسی نے ایک ہی رائے دی "دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

سجاح نے پوچھا "بات کھل کر کرو۔ تمہیں کس قسم کا فرق محسوس ہوا؟"

جواب ملا "تیری عبارت آرائی بھی لاجواب ہے مگر قرآن کی آیات کا جواب نہیں ہو سکتا۔"

سجاح نے مسیلمہ کی تخلیق کردہ عبارتیں سامنے رکھ دیں اور پوچھا "اب ان سے میری عبارتوں کا مقابلہ کر کے بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کم تر کون ہے اور برتر کون ہے؟"

وہ لوگ مسیلمہ کی عربی عبارتیں کچھ دیر پڑھتے رہے اور فوراً فیصلہ کر دیا "مسیلمہ کی عبارتوں کے مقابلے میں تیری عبارتیں زیادہ شان دار اور زوردار ہیں۔"

سجاح نے کہا "یہ مت کہو کہ اے سجاح! تیری عبارتیں مسیلمہ کی عبارتوں سے زیادہ شان دار ہیں تم نہیں جانتے کہ یہ میری عبارتیں نہیں ہیں۔"

لوگوں نے پوچھا "اگر یہ عبارتیں تیری نہیں ہیں تو پھر کس کی ہیں؟"

سجاح نے جواب دیا "یہ اللہ کا کلام ہے' جو ایک نبیہ پر نازل ہوا۔"

اب تو لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ کوئی عورت بھی نبی ہو سکتی ہے کیونکہ پوری انسانی تاریخ میں کبھی بھی کسی عورت نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

سجاح نے لوگوں کو فکرمند دیکھا تو کہا "تم لوگوں کو اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ مجھ پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے نسلِ انسانی کی تاریخ میں صرف مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے' ایک کمزور عورت کو۔"

جب لوگ اس کے پاس سے جانے لگے تو سجاح نے انہیں روکا اور پوچھا "لوگو! جب تم یہاں سے باہر جاؤ گے تو میرے بارے میں لوگوں سے تم کیا کچھ کہتے پھرو گے؟"

لوگوں نے جواب دیا "تو ہمیں اپنی آیات کی نقلیں دے دے تاکہ جب ہم تیری نبوت کے بارے میں لوگوں کو بتائیں تو ان آیات کو ثبوت کے طور پر ان کے سامنے رکھ دیں۔"

سجاح نے اجازت دے دی کہ وہ اس کی آیات کی نقلیں اپنے پاس رکھیں لیکن انہیں یہ بھی تاکید کر دی کہ انہیں اس وقت تک چھپایا جائے جب تک وہ اپنے قبیلے کے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات نہ کر لے۔

یہ لوگ جو اس وقت سجاح سے مخاطب تھے' بنو تمیم کے عام آدمی تھے۔

ان عام آدمیوں کو یہ خوشی تھی کہ ایک نبیہ عورت نے ان عام آدمیوں کو قبیلے کے بڑے آدمیوں پر ترجیح دی تھی لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جب یہ عورت نبی ہے تو اسے اپنی نبوت کی تبلیغ بھی چھوٹے چھوٹے معمولی لوگوں میں کرنی چاہیے کیونکہ ابھی تک دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے تھے ان سب نے اپنے دین کی تبلیغ کا آغاز غریبوں سے کیا تھا اور امرا نے ہمیشہ پیغمبروں کا مذاق اڑایا تھا۔ اگر

سجاح واقعی نبی ہے تو اسے بھی اپنے دین کی تبلیغ غریبوں' ناداروں اور مجبوروں میں کرنی چاہیے۔

اپنے اس خیال کا اظہار انہوں نے سجاح پر بھی کر دیا "اے سجاح! اگر تو نبی ہے تو تجھے ہم غریبوں میں اپنے دین کی تبلیغ کرنی چاہیے۔"

سجاح نے جواب دیا "تم لوگ جو کچھ سوچ رہے ہو' میں اس سے واقف ہوں۔"

ان غریبوں نے پوچھا "ہم کیا سوچ رہے ہیں' بتاؤ تو سہی؟"

سجاح نے کہا "تم لوگ حیرت زدہ ہو کہ میں اپنے دین کی تبلیغ کا آغاز قبائلی سرداروں سے کرنے جا رہی ہوں' جب کہ دنیا بھر کے نبی اپنی تبلیغ غریبوں میں کرتے رہے ہیں۔"

ان لوگوں کو واقعی سجاح کی باتیں سن کر حیرت ہوئی۔

سجاح نے کہا "میں پہلے سے کاہنہ ہوں' اب اللہ نے مجھے نبوت بھی بخش دی۔ گویا ان نے میرے مرتبے میں غیر معمولی اضافہ بھی کیا اور اب میں نسلِ انسانی کی واحد نبیہ ہوں۔ یہ عظمت' یہ فضیلت اور یہ بزرگی مجھ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔"

یہ لوگ سجاح کے پاس اپنے کچھ مسائل لے کر حاضر ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے سجاح سے پوچھا "ابھی تک تو ہم لوگ تیرے پاس اپنے مسائل کے نتائج معلوم کرنے آتے تھے مگر تیرے نبیہ بن جانے کے بعد ہمارے مسائل پر تو کیوں غور کرے گی؟"

سجاح نے کہا "پہلے تو میں صرف کاہنہ تھی مگر اب نبی بن جانے کے بعد میری الہامی قوت میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ پوچھو' میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گی۔"

ایک مفلوک الحال عمر رسیدہ نے پوچھا "میرے دونوں بیٹے فارس گئے ہوئے ہیں۔ ذرا اپنے فرشتے سے معلوم کر کے بتاؤ کہ وہ کب تک واپس آ جائیں گے؟"

سجاح نے ان سب کو جہاں بیٹھے تھے وہیں چھوڑا اور خود اندر چلی گئی۔ حالتِ مراقبہ میں آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ اس کے بعد عمر رسیدہ شخص کو اندر طلب کیا اور کہا "تیرے دونوں بیٹے چھ ماہ کے اندر کسی وقت بھی آ جائیں گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

اس کے بعد اس نے اسی عمر رسیدہ شخص سے دوسروں کو کہلوا دیا کہ وہ ایک ہفتے بعد آئیں کیونکہ میرے فرشتے نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے ایک ہفتے تک نہیں آ سکے گا۔

یہ لوگ واپس چلے گئے۔ سجاح نے کئی دن تک اپنی نبوت کے بارے میں غور کیا اور اس کی کامیابی کے امکانات پر سوچتی رہی۔ وہ اپنے کام کا آغاز قبائلی سرداروں سے کرنا چاہتی تھی۔ بظاہر یہ بات عجیب

تھی کیونکہ اگر قبائلی سردار اس کی نبوت کو مسترد کریں گے تو قبیلے کے چھوٹے چھوٹے لوگ بھی اپنے سرداروں کے خوف سے سجاح سے دور رہیں گے لیکن سجاح کو اپنے حسن، اپنے شباب اور اپنی قوت خطابت اور موقع شناسی پر اعتماد تھا۔ وہ خوب جانتی تھی کہ جب قبائلی سردار اس کے پاس آئیں گے، اس سے باتیں کریں گے، اس کی آواز سنیں گے اور اس کی مسجع و مقفیٰ عربی عبارات پڑھیں گے تو اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔

وہ کئی دن تک غور کرتی رہی اور اس نے اپنے چند ارادت مندوں سے اپنی نبوت کے بارے میں جو باتیں کی تھیں، ان کا کہیں اور چرچا ہوا یا نہیں مگر کہیں سے بھی کوئی اس قسم کی بات نہیں معلوم ہوئی۔ اب اس نے اپنے کام کا آغاز یوں کیا کہ اپنے آس پاس چند پڑھے لکھے نادار لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا "تم وہ لوگ ہو جو عنقریب زمانے کی نظر میں معزز ٹھہرو گے۔ لوگ تم پر رشک کریں گے مگر یہ سب کچھ تمہیں میری وجہ سے حاصل ہوگا۔ اب مجھے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے اپنا سارا وقت دے سکتے ہو؟"

ان ناداروں نے پوچھا "اگر ہم اپنا سارا وقت آپ کو دے دیں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟"

سجاح نے جواب دیا "جب تم لوگ مجھ سے وابستہ ہو جاؤ گے تو تمہاری معاشی ذمے داریاں بھی میرے ذمے ہوں گی۔"

یہ نادار زمانے کے ستائے ہوئے سراپا فکر معاش میں غرق سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی وقتی معاشی خوش قسمتی ان سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی مسکرا رہی ہے۔ اب ان کو اس کام کی جستجو ہوئی جو سجاح ان سے لینا چاہتی تھی۔

سجاح نے اپنا مقصد بیان کرنا شروع کیا "دیکھو! پہلی بات یہ تمہیں معلوم ہونی چاہیے کہ میں اس دور کی نبیہ ہوں۔ مجھ پر فرشتہ جبریل وحی لاتا ہے۔ میں آئندہ تم کو تمہارے ناموں کے بجائے کاتب نمبر ایک، کاتب نمبر دو اور کاتب نمبر تین کہہ کر مخاطب کیا کروں گی اور تم لوگ اب میری اتباع کرو گے اور میں تم سب کو مالا مال کر دوں گی۔"

اب یہ نادار گویا سجاح کے ملازم ہو گئے اور سجاح ان پر حکم چلا سکتی تھی مگر سجاح نے ان سب کو نہایت پیار و محبت سے رکھا۔

تیسرے دن اس نے چند عربی عبارتیں ان کو دیں اور کہا "یہ عبارتیں چند سرداروں کو لکھی گئی ہیں، تم ان کی نقلیں تیار کرو۔"

یہ سجاح کے خطوط تھے، جو مختلف قبائلی سرداروں کو لکھے گئے تھے۔ ان خطوں میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ان کو دعوت دی تھی کہ اگر انہیں میری نبوت پر شبہ ہو تو میرے پاس آ جائیں، مجھ سے باتیں کریں، میں ذرا سی دیر میں انہیں قائل کر لوں گی۔

ہر خط کے ساتھ اس نے چند ایک تخلیق کردہ آیتوں کے نمونے بھی منسلک کر دیئے تھے۔

جب یہ خط تیار ہو گئے تو انہیں انہی کاتبوں کے حوالے کر دیا گیا کہ وہی انہیں قبائلی سردار تک پہنچائیں۔ گویا یہ کاتب ہی اس کے نامہ بر بھی تھے۔

اس چالاک عورت نے یہ خطوط صرف ان سرداروں کو لکھے تھے جو مذہباً یا تو یہودی تھے یا عیسائی۔ کسی مسلمان سردار کو یہ خط نہیں لکھے گئے تھے کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ مسلمان بمشکل ہی عورت کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ وہ اپنا مقصد جلد از جلد حاصل کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے پہلا خط بنو تغلب کے سردار ہذیل بن عمران کو بھیجا۔ یہ مذہباً عیسائی تھا اور اس کے پیچھے بہت سے لوگ تھے۔ سجاح کے خیال میں اگر کسی طرح وہ ہذیل پر قابو پا لیتی تو ہذیل کے ساتھ بہت سے لوگ اس کے دین میں داخل ہو جاتے۔

جو نامہ بر سجاح کا خط لے کر ہذیل کے پاس پہنچا تھا اسے اس سردار نے روک لیا۔ اس نے کئی بار سجاح کا خط پڑھا اور حیرت سے نامہ بر سے سوال کیا "یہ خط سجاح نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے؟"

نامہ بر نے جواب دیا "خط کا مضمون تو سجاح کا ہے لیکن اس کی یہ نقل میں نے کئی بار تیار کی ہے۔"

ہذیل کو بڑی حیرت تھی وہ کسی حد تک سجاح سے واقف بھی تھا بس نام کی حد تک۔ اس نے سجاح کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن یہ جانتا تھا کہ سجاح ایک نامور کاہنہ ہے۔ اس نے پوچھا "کیا اس نے اپنے قبیلے بنو تمیم کے کسی سردار کو بھی کوئی اسی قسم کا خط لکھا ہے؟"

نامہ بر نے جواب دیا "میرے خیال میں نہیں، کیونکہ بنو تمیم کے اکثر قبیلے مسلمان ہو چکے ہیں اور میرے علم کے مطابق اس نے ابھی تک کسی مسلمان سردار کے نام کوئی خط نہیں لکھا۔"

ہذیل نے کہا "ایسی تو کوئی بات نہیں۔ سجاح خود بھی عیسائی ہے اور بنو تمیم ہی کی ایک شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔"

ہذیل نے سجاح کے قاصد کو روکے رکھا اور اپنی قوم کے بڑوں کو طلب کیا۔ پہلے تو اس نے سجاح کا ذکر کیا اور پھر قبیلے کے بڑے لوگوں سے پوچھا "تم لوگ سجاح کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

ان سب نے تقریباً ایک ہی جواب دیا "سجاح جوان ہے' خوب صورت ہے۔ اسے قدرت کی طرف سے بہترین قوت گویائی عطا ہوئی ہے اور زمانے نے اس کو بہترین کاہنہ تسلیم کیا ہے۔"

ہذیل نے پوچھا "وہ اپنی عام زندگی میں جھوٹی ہے یا سچی؟"

ایک سردار نے جواب دیا "کسی شخص کی ذاتی زندگی کے بارے میں اس کے قریبی لوگ ہی گواہی دے سکتے ہیں۔ وہ جھوٹی ہے یا سچی ہے' خدا ہی جانے یا اس کی قوم کے لوگ۔"

ہذیل نے سجاح کے قاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ شخص سجاح کا قاصد ہے۔ میرے نام اس کا ایک خط لے کر آیا ہے۔ سجاح نے اپنے اس خط میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبیہ ہے اور اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ انسانی تاریخ کی پہلی اور آخری نبیہ ہے۔"

مجمع میں سکوت طاری ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سب سجاح کے دعوے سے متفق نہیں ہیں۔ بنو تغلب مذہباً عیسائی تھے۔ ان کے خیال میں حضرت مسیحؑ بحیثیت نبی پہلے ہی تشریف لا چکے ہیں اب ان کے بعد کسی عورت کا بحیثیت نبی دنیا میں آنا فضول تھا۔

ایک نے ہذیل کو یاد دلایا "کیا ہم عیسائیوں کے لیے حضرت مسیحؑ کا نبی ہونا کافی نہیں ہے؟"

ہذیل نے کہا "تم لوگ پہلے سجاح کی مسجع اور مقفیٰ عبارت سنو اور غور کر کے بتاؤ کہ کیا انسانی کلام ایسا ہو سکتا ہے؟"

ایک کم تر درجے کے سردار نے کہا "کلام سننے میں کوئی حرج نہیں۔ سن لیں گے لیکن اس سے پہلے ہم نے محمد عربیؐ کا کلام بھی سنا تھا جسے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں اور ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ وہ کلام ایسا ہے کہ کسی انسان کے بس کا نہیں ہے' تو کیا ہم مسلمان ہو گئے اور کیا ہم نے قدیم مذہب کو ترک کر دیا؟"

ہذیل نے کہا "یہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر محمد عربیؐ ہم میں سے نہیں تھے اور سجاح بنتِ حارث مسیحی ہے۔ یعنی ہمارے ہی آبائی دین سے تعلق رکھتی ہے۔ کیا ہمیں اس معاملے میں اپنے آبائی دین کا خیال نہیں رکھنا چاہیے؟"

لوگوں نے کہا "اچھا پہلے سجاح کا خط سناؤ' وہ کہتی کیا ہے؟"

ہذیل نے سجاح کے قاصد کو حکم دیا "اپنی نبیہ کا خط پڑھ کے ان سب کو سنا۔"

قاصد نے بہ آواز بلند خط پڑھنا شروع کیا اور سامعین دم سادھے بیٹھے رہے۔ جب خط پڑھا جا چکا تو کئی نے اعتراف کیا "اگر یہ خط سجاح نے خود لکھا ہے تو بہت خوب ہے۔ ایسی مسجع اور مقفیٰ اور سحر

انگیز عبارت آرائی کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی۔"

ہذیل نے کہا "یہ بھی سنتا ہوں کہ اسے حسن بھی بے پناہ عطا ہوا ہے۔ عالمِ نوجوانی میں یہ صلاحیت اور قابلیت یقیناً ماورائی شے ہے اور ہمیں اس کے دعوے کو یونہی مسترد نہیں کر دینا چاہیے۔"

قبیلے کے دوسرے سرداروں نے ہذیل کو اختیار دیا "سردار! ہم سب کی طرف سے تم سجاح کے پاس جاؤ۔ اس سے ملو' اس سے سوالات کرو اور اس کے قریبی لوگوں سے معلوم کرو کہ وہ اپنی عام و خاص زندگی میں کس حد تک سچی یا جھوٹی ہے۔"

ہذیل نے جواب دیا "میں سجاح کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں اور یہ جو تم جاننا چاہتے ہو۔ ساری معلومات اکٹھا کر کے تمہارے سامنے رکھ دوں گا پھر تم کسی نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ہذیل نے قاصد سے چند سوالات اپنے قبائلی سرداروں کے سامنے کیے اور یہ وہی سوالات تھے جو اس دور کے لوگ عموماً نبوت کے دعوے داروں کے بارے میں کرتے رہتے تھے۔ نبیہ ہذیل نے پہلا سوال یہ کیا "سچ سچ بتا' سجاح اپنے قبیلے کے بڑے لوگوں میں کتنی مقبول ہے؟"

قاصد نے جواب دیا "یکساں۔ جتنی وہ بڑوں میں مقبول ہے اتنی ہی چھوٹوں میں کیونکہ اس کی کہانت دونوں میں یکساں مقبول ہے۔"

ہذیل نے قاصد کی اپنی رائے معلوم کی "کیا تو یقین سے کہہ سکتا ہے کہ سجاح واقعی نبیہ ہے؟"

قاصد نے جواب دیا "میں دل سے یقین رکھتا ہوں کہ سجاح نبیہ ہے' حالانکہ میں نے ابھی تک اس کے سامنے برملا اظہار نہیں کیا۔"

ہذیل نے پوچھا "وہ کیوں؟ جب تو سجاح سے بہت زیادہ قریب ہے اور اس کے شب و روز کے اعمال پر قریبی نظر رکھتا ہے' اس کی نبوت کا قائل بھی ہے پھر ابھی تک تو نے اس کی نبوت کا برملا اقرار کیوں نہیں کیا؟"

قاصد نے جواب دیا "سجاح نے ہمیں ابھی اجازت نہیں دی۔ وہ عجیب نبیہ ہے جو اپنے دین کی اشاعت غریبوں کے بجائے سرداروں سے چاہتی ہے۔"

ہذیل نے پوچھا "اس کا کوئی خاص سبب ہے؟"

قاصد نے جواب دیا "خاص سبب ضرور ہو گا مگر افسوس کہ اس خاص سبب سے میں واقف نہیں ہوں۔"

ہذیل نے اپنے قبیلے کے لوگوں سے پوچھا "سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ اب تم سب بتاؤ اور مجھے مشورہ دو کہ مجھے اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟"

قبیلے کے دوسرے سرداروں نے مشورہ دیا "اے ہذیل! تم ہم سب کی طرف سے سجاح کے پاس جاؤ اور اس سے بہت سارے سوالات کرو اور یہ دیکھو کہ وہ کس حد تک اپنے دعوے میں سچی ہے۔ سجاح کے علاوہ بھی اس کے قریبی لوگوں سے مل کر بات کرنا۔ وہ لوگ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں بہت کچھ سچ سچ بتا سکیں گے۔"

ہذیل نے سجاح کے قاصد کو نہایت عزت و احترام سے چند دن اپنا مہمان رکھا۔ اس کے بعد اپنے کئی سرداروں کے ساتھ سجاح سے ملاقات کرنے پہنچا۔

اس مختصر وقفے میں سجاح اپنے قبیلے کے سرداروں پر غالب آچکی تھی۔ اس کی کہانت، تقریر کی فصاحت و بلاغت اور تحریر کی مسجع اور مقفیٰ عبارت آرائی اس کے قبیلے والوں کے لیے باعثِ فخر و اعزاز قرار پا چکی تھی۔

جب ہذیل سجاح کے پاس پہنچا تو وہ اپنے ارادت مندوں میں گھری ہوئی تھی۔

اس کو خبر کی گئی کہ بنو تغلب کا سردار ہذیل بن عمران اس سے ملاقات کرنے آیا ہے۔

سجاح نے تخلیئے کا حکم دیا اور ہذیل کو اندر طلب کر لیا۔

ہذیل کو جس پہلی چیز نے بہت زیادہ متاثر کیا وہ سجاح کا حسن، شباب اور پُروقار انداز تھا۔

ہذیل نے اس سے پہلا سوال کیا "ہمیں جس چیز نے سرِدست حیرت میں ڈال رکھا ہے وہ ہے کسی عورت کا نبوت کا دعویٰ کرنا۔ کیا کوئی نبی عورتوں میں پیدا ہو سکتا ہے؟"

سجاح نے جواب دیا "اللہ کی قدرت سے کیا بعید۔ اگر باپ کے بغیر حضرت مسیحؑ پیدا ہو سکتے ہیں تو پھر کسی عورت کا نبیہ ہونا اس سے کہیں آسان تر ہے۔"

ہذیل نے کہا "تیری یہ دلیل خاصی وزنی ہے لیکن میں اپنی قوم کو اس ایک دلیل سے تو مطمئن نہیں کر سکتا؟"

سجاح نے کہا "تو اپنی قوم سے جا کر کہہ دے کہ جب اللہ اپنی قدرت کا غیر معمولی ظہور کرتا ہے تو اسی قسم کے نادر واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کو بتاؤ کہ جو اللہ ماؤں کے پیٹ سے نبی پیدا کر سکتا ہے، وہ ان پیدا کرنے والیوں میں سے ایک نبیہ بھیجنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔"

ہذیل سجاح کے دلائل اور پُراثر لب و لہجے سے خاصا متاثر تھا پھر بھی اس نے پوچھا "لیکن اسلام

کی موجودگی میں کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ تیرے ارد گرد اکٹھا ہو جائیں۔"

سجاح نے جواب دیا "خدا کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ جب عرب میں ایک بھی محمد عربیؐ کا ہمنوا نہ تھا۔ انہوں نے اس وقت کامیابی حاصل کر لی۔ محمد عربیؐ کی مخالفت خود ان کے قبیلے والوں نے کی تھی۔ جبکہ میرے قبیلے والوں نے میری نبوت کی تائید کر دی ہے۔ میرے لیے حالات سازگار ہیں۔"

ہذیل کو اپنے ہر سوال کا جواب نہایت معقول مل رہا تھا۔ اب اس نے ایک اور تشویش ظاہر کی "کیا تجھ کو اسلام کی طاقت کا اندازہ ہے؟"

سجاح نے جواب دیا "خوب، بہت اچھی طرح۔"

ہذیل نے کہا "سرزمینِ عرب پر ان کا غلبہ ہے۔ وہ طاقت سے تیرے دعوائے نبوت کو کچل دیں گے۔"

سجاح نے جواب دیا "ایسا کرنا ان کے لیے اتنا آسان بھی نہیں۔ میرے ماننے والے بھی کچھ کم نہیں ہوں گے اور شروع شروع میں، میں اپنا یہ کام نہایت ہوشیاری، خاموشی اور عقل مندی سے کروں گی۔"

ہذیل نے کہا "یہ کام خاموشی سے نہیں ہو سکتا۔ بنو تمیم کے صفوان بن صفوان، مالک بن نویرہ اور قیس بن عاصم جیسے لوگ موجود ہیں۔ یہ بنو تمیم کے مسلمانوں سے زکوۃ صدقات اور عشر وصول کرتے رہتے ہیں اور تیرا تعلق بھی قبیلے بنو تمیم سے ہے پھر تیرا دعوائے نبوت راز کس طرح رہے گا؟"

سجاح نے کہا "میں جن عیسائیوں کو اپنے دین میں داخل کروں گی ان سے عہد لوں گی کہ وہ اسے راز میں رکھیں گے اور یوں بھی عیسائیوں اور مسلمانوں میں فاصلہ پایا جاتا ہے۔"

ہذیل اس کی حاضر جوابی، عقل مندی اور ہوشیاری سے بہت متاثر تھا کیونکہ اس کو اپنے ہر سوال کا جواب سجاح کی طرف سے نہایت مسکت مل رہا تھا۔ ہذیل نے کہا "بس چند سوالات اور اس کے بعد میں تیری نبوت پر ایمان لے آؤں گا۔"

سجاح نے اس کی اجازت دے دی "تو جتنے سوال کرنا چاہے کر۔"

ہذیل نے پوچھا "آج تک دنیا میں جتنے بھی نبی آئے۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز غربا سے کیا اور ان کو انہی میں مقبولیت بھی حاصل ہوئی مگر تو نے اپنے دین کی تبلیغ کے لیے قبائلی سرداروں کا انتخاب کیا، آخر کیوں؟"

سجاح نے جواب دیا "یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے کہ اللہ اپنے نبیوں کو یہ حکم دے کہ وہ ہمیشہ

غریبوں میں ہی اپنے دین کی ترویج واشاعت کرتے رہیں۔"

ہذیل اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا اور کہا "میں اپنے اس سوال کا جواب تشفی آمیز نہیں پاتا۔ اس لیے ذرا اور دلیلوں سے مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کر۔"

سجاح نے کہا "دیکھ ہذیل! کیا تو اللہ کے فرشتوں کی تعداد بتا سکتا ہے؟ کتنی ہے اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟"

ہذیل نے کہا "فرشتے تو بہت ہیں مگر ہمیں ان میں سے چند کے نام معلوم ہیں۔"

سجاح نے اپنے جوشِ خطابت سے ہذیل کو دم بخود اور مسحور کردیا تھا' وہ کہتی رہی "اور وہ بھی ان کے جو فرشتوں کے سردار ہیں یا کارکنانِ قضا وقدر میں انہیں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ انہی میں سے ایک روح القدس ہے۔ جسے مسلمان جبریلؑ کہتے ہیں۔ اللہ اپنا کام' میرا مطلب ہے اپنے نبیوں کے پاس پیغام وترسیل کا کام اپنے اسی خاص فرشتے سے لیتا ہے' تو اگر میں اپنی نبوت کی تبلیغ واشاعت کے لیے بڑے بڑے قبائلی سرداروں کا انتخاب کروں گی تو اس میں حیرت کی کیا بات ہوگی۔"

سجاح نے مزید کہا "جب اللہ اپنے پیغام کی ترسیل کے لیے خاص فرشتے جبریلؑ کو مقرر کرتا ہے۔ رزق کے لیے میکائیلؑ کو' موت کے لیے عزرائیلؑ کو اور دنیا کی تباہی وبربادی کے لیے اسرافیلؑ کو تو پھر اگر میں اپنی نبوت کی تبلیغ واشاعت کے لیے بڑے بڑے قبائلی سرداروں کا انتخاب کرتی ہوں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟"

ہذیل نے پوچھا "ایک سوال اور۔ جب نبی اپنے دین کی اشاعت غریبوں اور ناداروں میں کرتے ہیں تو یہ غریب اور نادار لوگ اپنے نبیوں کے محافظ بن جاتے ہیں اور یہ نبیوں کی بہت بڑی طاقت ہوتی ہے اور تو اس طاقت سے محروم رہے گی' کیونکہ بڑے بڑے سردار وہ سرفروشی نہیں کرسکتے جو نادار' غربا کر گزرتے ہیں۔"

سجاح نے جواب دیا "جب میں بڑے بڑے سرداروں کو اپنے دین میں داخل کرلوں گی تو مزاحمت کون کرے گا۔ قبیلے کا سردار اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے دوسرے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بھی کسی مزاحمت کے بغیر میرے دین میں داخل کروا دے گا۔ اس طرح میرے دین میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ قبائلی سردار میرے دین کے لیے جنگجو مہیا کریں گے اور یہ جنگجو اپنے ہر دشمن کا بہت اچھی طرح مقابلہ کرسکیں گے۔"

ہذیل کو ان جوابات نے بالکل مطمئن کردیا لیکن ابھی ایک سوال باقی تھا' پوچھا "تو نے یمامہ کے

مدعی نبوت مسیلمہ کا نام تو سنا ہوگا۔ پورا یمامہ اس کا ساتھ دے رہا ہے یہاں تک کہ یمامہ کے مسلمان بھی مرتد ہوگئے۔ وہ بذاتِ خود مدینے پر حملہ آور ہونے کی تیاری کررہا ہے۔ ان حالات میں تیری نبوت محدود ہو کر رہ جائے گی اور اگر مسیلمہ نے بھی تیری مخالفت کی تو تجھے بیک وقت اپنے دو دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

سجاح نے جواب دیا "اس کی مجھے کوئی فکر نہیں کیونکہ میں مسیلمہ کو اپنا حریف نہیں سمجھتی۔ اس کو قابو میں کرلینا میرا کام ہے۔"

اب ہذیل مزید کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا تھا' کہنے لگا "میں تیری نبوت پر ایمان لایا۔"

اس کے بعد ہذیل سجاح کے دین میں داخل ہوگیا اور کہا "میرا پورا قبیلہ اور میرے زیرِ اثر بنو تغلب کی شاخیں بھی تیرے دین میں داخل ہوجائیں گی۔ تجھ کو اپنی حمایت کے لیے بہت سی تلواریں بھی میسر آجائیں گی۔"

سجاح نے کہا "اس طرح تم لوگ فلاح پاؤ گے۔ اسلام نے تجھے شراب سے محروم کردیا۔ میری طرف سے اس کی آزادی حاصل ہوجائے گی۔ عیسائیت نے ایک شادی کا پابند کردیا ہے اور اسلام نے چار شادیوں کا۔ جبکہ میں اس کی آزادی دے دوں گی' کامل آزادی۔"

ہذیل کے کچھ اور ارادے بھی تھے مگر وہ فی الحال اس کا اعلان نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب وہ سجاح کے لیے غیر معمولی کارنامے انجام دے گا تو وہ سجاح سے عاجزانہ درخواست کرے گا۔ شاید اس طرح وہ سجاح کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

اس نے جاتے جاتے سجاح کو مشورہ دیا "تو اپنے دین کی تبلیغ واشاعت کے معاملے میں مجھے سب سے آگے پائے گی مگر اپنے خطوط دوسرے عرب قبائل کے سرداروں کو بھیجتی رہ۔ جتنے سردار تیرے دین کو اختیار کریں گے اتنے ہی قبائل تیرے سپر بن جائیں گے اور شاید پھر ہم پورے عرب پر قابض ہوجائیں گے۔"

ہذیل اپنے قبیلے میں واپس آگیا اور سجاح کے کمالات کا کچھ اس طرح اقرار واعتراف کیا کہ قبیلے کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور جب ہذیل نے انہیں یہ بتایا کہ اس نے سجاح کی نبوت کا اقرار کرلیا ہے اس لیے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی سجاح کا دین اختیار کرلینا چاہیے تو پورا قبیلہ سجاح پر ایمان لے آیا اور یہ اتنا بڑا کارنامہ تھا جو راز نہ رہ سکا۔ بنو تغلب کے لوگ ہر طرف یہ چرچا کرنے لگے کہ بنو تغلب نے سجاح بنت حارث کو نبیہ تسلیم کرلیا ہے اور ان کا پورا قبیلہ اس پر ایمان لے آیا۔ اب مسلمانوں

کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ مسیلمہ کذاب تو مسلمانوں کے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ اب سجاح کا نیا فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔

لیکن سجاح بہت چالاک تھی۔ اس کے باوجود کہ بنو تغلب اس کے دین میں داخل ہو چکے تھے' کئی دوسرے سرداروں نے بھی اس کے دین میں شمولیت اختیار کر لی تھی اور اس کی طاقت بڑھتی جا رہی تھی مگر وہ خود کو محدود کر رہی تھی۔ وہ کم از کم یہ نہیں چاہتی تھی کہ مدینے سے اس کے خلاف کسی کارروائی کا آغاز ہو۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں موجود تھے اور سجاح کو یہ یقین نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ کچھ زیادہ کامیاب ہو جائے گی۔

لیکن جب یہ خبر اچانک ہر طرف مشہور ہو گئی کہ مدینے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور مسلمانوں میں آپس میں جھگڑے شروع ہو گئے ہیں' یہ بھی سننے میں آیا کہ پورا یمن مسلمانوں کا مخالف ہو رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے ہیں تو سجاح نے کھلم کھلا اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ان نازک حالات سے فائدہ اٹھا کر سجاح اپنی فوجی قوت مدینے کے خلاف استعمال کرے اور کامیاب ہو جائے تو سارے حالات قابو میں آ جائیں گے اور مسیلمہ بھی اس کے مقابلے میں ناکام رہے گا۔

لیکن مدینے پر حملہ کرنا اور صد فیصد کامیابی کی توقع رکھنا بہت دشوار کام تھا۔ مدینے میں جو کچھ ہو رہا تھا اس سے وہ بھی باخبر تھی۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو رسول اللہؐ کے جانشین مقرر ہوئے ہیں۔ بظاہر متحمل مزاج اور نرم خو نظر آتے ہیں مگر نہایت مستقل مزاج اور اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے ہٹنا پسند نہیں کرتے اور حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے نامی گرامی سپہ سالار نے مسلمانوں کی فوجی قیادت سنبھال رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ ان کے مشیر ہیں۔ ان حالات میں مدینے پر حملے کا قصد کرنا ناممکن تھا۔

اب اس نے اپنا طریقہ کار بدل دیا اور جو قبائل کسی وجہ سے اسلام سے منحرف ہو رہے تھے ان کو اپنی طرف لانے کی کوشش شروع کر دی۔ بنی تمیم کے نامی گرامی سردار مالک بن نویرہ کے بارے میں کسی نے اس کو بتایا تھا کہ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو بنی تغلب کے ہذیل کی طرح یہ شخص بھی تیرے حلقہ ارادت مندوں میں داخل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے مالک بن نویرہ کو ایک خط لکھا' وہ خط کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر سجاح کا گرویدہ ہو گیا۔ بھاگا بھاگا سجاح کے پاس پہنچا۔ اس سے ملاقات کی۔

سجاح کی باتوں اور آواز نے اور اثر کیا۔ وہ سجاح سے بار بار پوچھتا تھا "تو نے اب تک خاموشی کیوں اختیار کر رکھی تھی؟"

سجاح نے جواب دیا "جب خدا کی طرف سے مجھے اس کی اجازت دی گئی۔ میں نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔"

ان دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں جس طرح ہذیل بن عمران سے ہو چکی تھیں۔

مالک بن نویرہ نے سجاح کو مشورہ دیا کہ اگر وہ کامیابی چاہتی ہے۔ تو بنی تمیم کی شاخوں میں جو باہمی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسے ہوا دے اور ان کے ایک ایک مخالف سردار کو اپنی طرف مائل کر لے۔ یہ لوگ بہ آسانی تیری طرف مائل ہو جائیں گے اور ان کے مخالف کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔

بات معقول نظر آئی اور سجاح نے اپنے کام کا آغاز انہی خطوط پر کیا اور سجاح نے وکیع بن مالک' قیس بن عاصم' عقبہ بن ہلال سنیس بن قیس کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ مالک بن نویرہ نے بھی سجاح کا ساتھ دیا لیکن یہ شخص ان سب میں چالاک تھا۔ کہتے ہیں کہ جب مدینے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر بنو تمیم میں پہنچی تو اس نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اب جب مالک بن نویرہ نے یہ سنا کہ سجاح مدینے پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے تو اس نے سجاح کو مشورہ دیا "اگر تو یہ سمجھتی ہے کہ مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کو مغلوب کر لے گی تو ایسا ہونا میری ذاتی رائے میں ناممکن ہے۔ ابھی مسلمان اتنے کمزور نہیں ہیں کہ تیرے حملے سے وہ پسپا ہو جائیں۔"

سجاح نے پوچھا "تو پھر مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

مالک بن نویرہ نے مشورہ دیا "جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ بنو تمیم کی شاخیں آپس میں متحد نہیں ہیں۔ اگر پہلے ان سے نمٹا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ بنو تمیم کے جو سردار تیرے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکے ہیں' ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے لوگ بھی ہیں۔ بنو تغلب تیرے ننھیالی ہیں اور ان کا سب سے بڑا سردار ہذیل بن عمران تجھ پر پہلے ہی ایمان لا چکا ہے۔ جب یہ سب اکٹھے ہو کر بنو تمیم کے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے تو وہ کمزور پڑ جائیں گے اور ان کے بہت سے لوگ ٹوٹ کر تیری طرف آ جائیں گے۔"

سجاح نے پوچھا "اس کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے فی الحال مدینے کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے؟"

مالک بن نویرہ نے جواب دیا "بالکل۔ ابھی تو یمامہ کے مسیلمہ سے بھی مقابلہ ہو سکتا ہے کیونکہ

اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔"

سجاح نے اس مشورے پر عمل کیا اور بنو تمیم کی ایک شاخ بنو یربوع میں پہنچی اور کہا "اے بنو یربوع! میں بھی تمہارے قبیلے کی ایک عورت ہوں لیکن مجھے اللہ نے نبی ہونے کی بشارت دی ہے۔ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہتی ہوں۔ تم میرا ساتھ دو اور بنو تمیم کے جو لوگ میری مخالفت پر کمربستہ ہیں، تم میرے ساتھ مل کر ان سے جنگ کرو' تاکہ حق غالب آجائے۔"

یہ آواز گونجی تو قبیلے کے مسلمانوں نے وہ جگہ چھوڑ دی مگر جو قبائلی عصبیت کی وجہ سے سجاح کے طرف دار ہو گئے تھے وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ صفوان بن صفوان سختی سے اسلام پر قائم تھے۔ وہ مسلمانوں کو متحد کر کے بنو تمیم کے ان لوگوں کے خلاف صف آرا ہو گئے جو سجاح کا ساتھ دے رہے تھے۔

عاصم بن قیس سجاح کی طرف مائل تھا اور مدینے کی طرف سے اس کو بنو تمیم کے ایک خاص حصے کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے پاس زکوٰۃ' صدقات اور عشر خاصی مقدار میں موجود تھا' جسے مدینے روانہ کر دینا چاہیے تھا مگر اب وہ وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ اگر وقت نے اسلام کا ساتھ دیا تو وہ یہ ساری رقم مدینے روانہ کر دے گا۔ اگر وقت نے سجاح کا ساتھ دیا تو یہ ساری چیزیں اس کی ہو جائیں گی۔

جب بنو یربوع کے لوگ سجاح کے آس پاس جمع ہو گئے تو ان لوگوں نے سجاح کو بتایا "بنو تمیم کی شاخ بنو رباب کے لوگ سختی سے اسلام پر قائم ہیں اور وہ ایک اطلاع کے مطابق تجھ سے مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

سجاح کو غصہ آیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب صرف باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ اپنی نبوت کی اشاعت کے لیے جنگ بھی ناگزیر ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے سرداروں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ ان کے سامنے ایک مسجع عبارت کہی "تم سواروں کی رہنمائی کرو اور لوٹ مار کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد قبیلہ رباب پر حملہ کر دو۔ کیونکہ وہاں تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ مانع نہیں ہے۔"

سجاح کا لشکر آگے بڑھا۔ یہ خبریں مسلمانوں کو بھی پہنچ رہی تھیں۔ درمیان میں ضبہ اور عبد مناۃ کے قبائل سجاح کے مدمقابل ہو گئے۔ ان میں ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ سجاح کا خیال تھا کہ وہ یہ جنگ باآسانی جیت لے گی اور اس کو زیادہ نقصان بھی نہیں اٹھانا پڑے گا لیکن اس پہلے ہی معرکے نے سجاح پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ نبوت کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہے اور اپنے ماننے والوں میں ناقابل تسخیر جذبہ پیدا کر دینا بہت دشوار ہے۔

سجاح اپنے حامیوں سے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "لوگو! آگے بڑھو۔ جتنوں کو مار سکو مار دو اور جتنوں کو پکڑ سکو گرفتار کر لو۔"

مگر سجاح کو یہ نہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں نے بھی اسی پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور مسلمان بھی اپنے مدِمقابل منکروں اور مرتدوں کو یا تو قتل کر رہے تھے یا پھر قید کر رہے تھے۔ آخر میں جب جنگ ختم ہوئی تو معلوم ہوا کہ سجاح خسارے میں رہی۔

اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عاصم بن قیس نے اپنی بے یقینی اور تذبذب پر اظہارِ افسوس کیا اور اب تک جو زکوٰۃ' صدقات اور عشر مدینے بھیجنے سے روک رکھا تھا' اسے تاخیر سے روانہ کر دیا۔

سجاح اس جنگ سے اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ جب تک اپنے خاص قبائلی اس کا ساتھ نہیں دیں گے یا یہ اس کی فوج میں شامل نہیں ہوں گے' اس وقت تک مسلمانوں پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ وہ جزیرے واپس چلی گئی' یہاں اس کا اپنا قبیلہ آباد تھا۔

اس نے اب تک جو کچھ کیا تھا اور جتنی کامیابی حاصل کی تھی' جزیرے والوں کو اس سے آگاہ کیا۔ وہ لوگ بھی بہت خوش ہوئے کہ ان کی حسین و جمیل اور سحر طراز خطیبہ نبیہ بننے کے بعد بہت سے قبائل پر حکومت کر رہی تھی۔ اس کی خواہش پر لوگوں نے جمع ہونا شروع کر دیا اور اس طرح ایک اور لشکر تیار ہونے لگا۔

اس کو ابھی تک یہ دکھ تھا کہ اس نے مالک بن نویرہ کا کہنا مان کر مدینے پر حملہ نہیں کیا تھا مگر اب اس کا پکا ارادہ تھا کہ اگر اس طرح مدینے پر حملہ کر کے وہ فتح حاصل کر لیتی ہے تو اس کے بعد کوئی شخص بھی نہ تو اس سے معجزے طلب کرے گا اور نہ اس کی کوئی ایسی رکاوٹ باقی رہے گی جو اسلام سے زیادہ خطرناک اور مضبوط ہو۔

اس بار ہذیل بن عمران بھی سجاح کا ساتھ دے رہا تھا۔

جب سجاح کے پاس مالک بن نویرہ پہنچا تو سجاح نے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور کہا "بہت سی جنگیں لڑنے کے بجائے ایک بڑی جنگ مدینے میں لڑ کے فتح حاصل کر لی جائے تو پھر باقی کیا رہ جائے گا۔"

مالک بن نویرہ نے اس بار اس کی تائید کر دی "بہتر ہے۔ اگر تم لڑنا چاہتی ہو تو میں کچھ دور چل کے مدینے کی راہ دکھا دوں گا مگر میدانِ جنگ میں کہیں بھی نظر نہ آؤں گا کیونکہ میں مسلمان ہوں۔"

سارے معاملات طے پا گئے تو یہ لشکر مدینے روانہ ہو گیا اور مالک بن نویرہ اس سے الگ ہو گیا۔ نباج نامی جگہ پر مسلمان ان کا پہلے سے انتظار کر رہے تھے۔ سجاح حیران رہ گئی۔ وہ نباج کے

مسلمانوں کا مقابلہ کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ جب نباج کے مسلمانوں نے سجاح کا راستہ روکا تو سجاح نے ان سے درخواست کی "میں تم سے جنگ کرنے نہیں نکلی ہوں۔ میں تو مدینے میں اسلامی حکومت کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہوں۔"

نباج والوں نے جواب دیا "ہم سب مسلمان مدینے کے لیے سینہ سپر ہیں۔ اگر خدانخواستہ مدینہ ہی نہ رہا تو ہم کہاں ہوں گے۔"

سجاح کو اس جواب پر غصہ آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ نباج والوں پر حملہ کردے اور انہیں اس طرح تہس نہس کردیا جائے کہ آئندہ یہ ہماری مخالفت یا مزاحمت نہ کرسکیں۔

نباج کے لوگ اس جنگ کے لیے تیار تھے۔ دونوں میں بہت سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ سجاح' نباج پر فتح پائے بغیر مدینے تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور نباج والوں کا کہنا تھا کہ جب تک ان میں مسلمان مجاہد موجود ہیں' سجاح کو آگے نہیں بڑھنے دیا جائے گا۔

اس معرکے میں ہذیل' بن عمران بھی شریک تھا۔ اس کا بھی یہ ارادہ تھا کہ مدینے کو برباد کردیا جائے۔

جنگ شروع ہوئی تو دونوں فریقوں میں سے کسی کو بھی اپنی جان دینے اور دوسرے کی جان لینے کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔ گھنٹوں معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کس کی جیت ہو رہی ہے اور کس کی ہار۔

آخر کار دونوں طرف سے رجز خوانی شروع ہوگئی۔ سجاح کے لوگ اپنے اپنے قبائل کے رجال کی تعریفوں میں اشعار پڑھ رہے تھے۔ اسی طرح مسلمان اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول تھے اور اس سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

اس عظیم معرکے میں سجاح کو مالک بن نویرہ کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ آخر ہذیل بن عمران نے سجاح کے پاس آکر پوچھا "بی بی! اللہ سے فرشتوں کی مدد مانگو ورنہ یہ مسلمان کسی کے قابو کے نہیں اور ہمارا انجام کیا ہوگا؟"

سجاح نے جواب دیا "ہم اس جنگ سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں اور اس طرح ہوسکتے ہیں کہ فرشتوں کا فی الحال انتظار نہ کریں۔"

ہذیل نے کہا "تب پھر ہمیں جنگ اچانک بند کرکے اعلان کردینا چاہیے کہ ہم یہیں سے واپس چلے جائیں گے اور مدینے پر حملہ آور ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔"

یہ اعلان ہوا اور جنگ بند ہوگئی مگر سجاح کے آدمیوں نے بدعہدی کی اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کردیا۔ مسلمانوں نے بھی سجاح کے آدمیوں کو پکڑنا شروع کردیا اور اس پکڑ دھکڑ میں سجاح کے کئی نامی گرامی سردار بھی پکڑے گئے۔ ان پکڑے جانے والوں میں ہذیل بن عمران بھی تھا۔

سجاح یہاں سے اپنے علاقے میں واپس آگئی اور مدینے پر لشکر کشی کا ارادہ ترک کردیا۔

✪✲✪

یہ چالاک عورت اب یہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ اسی طرح مسلمانوں سے لڑتی جھگڑتی رہی تو اس کا فائدہ یمامہ کے مسیلمہ کو پہنچے گا۔ اس لیے اس کے لیے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ پہلے مسیلمہ سے کسی قسم کا سمجھوتا کرلے۔ اگر کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا تو جنگ کرے اور یمامہ کے لوگوں میں اپنا دین پھیلائے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ یمامہ والوں کو اپنے دین میں داخل کرنے میں کامیاب ہوگئی اور اسے مسیلمہ سے نجات حاصل ہوگئی تو اس کے لیے میدان صاف ہوجائے گا اور پھر بڑی تیاری کرکے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگیں لڑی جائیں گی۔ اس کے بعد پورا عرب اور پورا عراق اس کے تصرف میں آجائے گا۔

سجاح کو مالک بن نویرہ کی علیحدگی پر افسوس تھا کیونکہ بنو تمیم میں اس کی بڑی حیثیت تھی۔

بہت غور و فکر کے بعد وہ ایک رات ایک مسجع عبارت کی تیاری میں مشغول ہوگئی اور صبح تک ایک ایسی پر اثر تحریر تیار کرلی' جسے وہ اپنے لشکر میں پڑھ کر اسے مسیلمہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا چاہتی تھی۔

صبح ہوئی تو اس نے اعلان کیا کہ تمام سردار اس کے روبرو حاضر ہوجائیں۔

جب سردار جمع ہوگئے تو اس نے ان کے سامنے اپنی مسجع عبارت پڑھ کے سنائی اور ان سے پوچھا "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ بنو حنیفہ کا مسیلمہ نامی نبی یمامہ میں اپنی نبوت کا ڈنکا بجا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نبی صرف میں ہوں کوئی اور نہیں لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ اسے میری نبوت کا اقرار کرنا چاہیے۔ اس کا یہ نعرہ کہ "انا ولا غیری" میری موجودگی میں نہیں چلے گا۔ جب تک ہم مسیلمہ پر قابو نہیں پائیں گے' مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

سرداروں کو سجاح کی کسی بات سے کب انکار ہوسکتا تھا۔ ان سب کا ایک ہی جواب تھا "آپ ہمیں جو حکم دیں گی ہم بسروچشم اس کی تعمیل کریں گے۔"

دوسری طرف سجاح کی خبریں مدینہ منورہ پہنچ چکی تھیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن

ولیدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ سجاح کے فتنے کو بھی کچل دیں۔ حضرت شرجیل بن حسنہ اور حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت خالدؓ کی مدد کو پہنچ جائیں۔

ابھی سجاح کے خلاف جنگی حکمت عملی پر غور ہو رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ سجاح خود بھی مسیلمہ سے جنگ کرنے جا رہی ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید ٹھہر گئے کہ پہلے اس تصادم کا انجام دیکھ لیں اس کے بعد پھر کوئی حکمت عملی تیار کی جائے۔

مسیلمہ کو بھی تشویش لاحق ہو گئی کہ اگر سجاح نے یہ جنگ چھیڑ دی اور دوسری طرف سے مسلمان حملہ آور ہو گئے تو وہ ان دو چکیوں کے بیچ میں پس کر خاک ہو جائے گا۔ اب اس نے سجاح سے جنگ کو نظرانداز کیا اور اس سے دوستی کرنے کا منصوبہ بنایا۔

چنانچہ اس نے سجاح کو پیغام بھیجا "مجھے بتایا گیا ہے کہ تو بھی نبیہ ہے اور تجھ کو میری نبوت پر شبہ ہے۔ اسی لیے تو یمامہ پر لشکر کشی کرنے والی ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کیا یہ لشکر کشی بہت ضروری ہے۔ مجھے تیری نبوت پر کوئی شبہ نہیں' کیونکہ اللہ کے عجیب و غریب مظاہر میں سے ایک عورت کی نبوت بھی نادرہ روزگار ہے اور اس کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں۔ جنگ سے پہلے ہم دونوں ایک ملاقات کیوں نہ کر لیں۔ اس ملاقات سے ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ لیں گے اور پھر اس جنگ و جدل کی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔"

سجاح کو جب یہ پیغام ملا تو اسے بھی بڑی خوشی ہوئی کہ اس کا ایک بڑی جنگ سے پیچھا چھوٹ رہا تھا۔

سجاح نے مسیلمہ کو پیغام بھیجا کہ وہ جب چاہے اس سے آکر مل لے۔

مسیلمہ کو شبہ گزرا کہ کہیں یہ نبیہ اس کے ساتھ دھوکا تو نہیں کر رہی ہے کہ مسیلمہ سجاح کے لشکر میں جائے اور گرفتار کر لیا جائے۔

اس خطرے کے پیش نظر مسیلمہ نے سجاح کو پیغام بھیجا "میں تیرے پاس آنے کو تیار ہوں مگر کچھ اندیشے مجھے روکتے ہیں۔ کیا میں اپنے ساتھ چند دوستوں کو بھی لا سکتا ہوں' اور کیا تو ان سب کی ضامن بننا گوارا کرے گی اور کیا میں یہ سمجھوں کہ تیرے لشکر میں مجھ کو اور میرے دوستوں کو پناہ حاصل رہے گی؟"

سجاح نے مسیلمہ کو یقین دلایا کہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں کیا جائے گا۔ وہ اپنے ساتھ اپنے

دوستوں کو لا سکتا ہے لیکن دوستوں کی فوج ساتھ نہیں آنا چاہیے۔

مسیلمہ نے اپنے لشکر میں سے چالیس جانبازوں کو ساتھ لیا اور سجاح سے ملاقات کرنے روانہ ہو گیا۔

سجاح نے بھی اپنے سرداروں کے ذریعے مسیلمہ کا استقبال کیا اور یمامہ کے جھوٹے نبی کو بنو تمیم کی جھوٹی نبیہ کے خیمے میں پہنچا دیا گیا۔

یہاں مسیلمہ نے سجاح کا حسن و جمال دیکھا تو دنگ رہ گیا اور اسے یقین آگیا کہ اگر یہ قیامت یمامہ کے سرداروں کے سامنے کھڑی ہو گئی تو سبھی اس پر ایمان لے آئیں گے اور خود اس کی نبوت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اب اس کے خیال میں سجاح سے کسی قسم کا مقابلہ بے سود تھا۔ وہ دیر تک سجاح کے حسن و شباب کی تعریفیں کرتا رہا اور آخر میں کہا "اے سجاح! میں تیرے خیمے میں تیرے لشکر جرار کی موجودگی میں بے خوف و خطر اس لیے آگیا کہ مجھے فرشتوں نے تیرے نبیہ ہونے کی پیشگی خبر دے دی تھی۔"

سجاح نے کہا "لیکن مجھے ابھی تک ایسی کوئی خبر نہیں دی گئی۔"

مسیلمہ نے پھر اس کے حسن کا قصیدہ پڑھنا شروع کر دیا اور کہا "اے سجاح! تیری شکل میں قدرت کاملہ نے جو ظہور کیا ہے دنیا بھر میں اس کی دوسری کوئی مثال نہیں ملے گی۔ جہاں تک حسن کا تعلق ہے وہ تجھ پر ختم ہو گیا۔ تیری آواز میں جو مٹھاس ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ تیری گفتگو کے نپے تلے جملے' ترشے ہوئے الفاظ اور ان کا فی البدیہہ ساحرانہ استعمال' تو تو مجسم ایک سحر ہے' جادو ہے' قیامت ہے اور یہ سب کچھ کوئی عام آدمی نہیں کہہ رہا ہے' یہ ایک نبی کا اعتراف ہے۔"

اس تعریف نے سجاح پر بے حد اثر کیا اور مختصراً پوچھا "تو میرے پاس کیوں آیا ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "بے شک تو اس قسم کے سوال کرنے میں حق بجانب ہے اور میں بھی سردست یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ میں یہاں کیوں آیا اور کیا چاہتا ہوں۔ فی الحال جو سچائی تھی' بیان کر دی۔ مزید کے لیے اپنے رب سے رجوع کرنا پڑے گا' وہ جیسا حکم دے گا اس پر عمل کروں گا۔"

سجاح نے پوچھا "وہ وقت کب آئے گا؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "بہت جلد بلکہ عن قریب یعنی ہم دونوں کی دوسری ملاقات کے بعد۔"

سجاح نے پوچھا "ہم دونوں کی یہ دوسری ملاقات کب ہوگی؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "پہلی ملاقات تو ہم دونوں نے کرلی اور میں نے اپنی نبوت کے تقدس اور احترام کا خیال بھی نہ کیا' تجھ سے ملاقات کرنے چلا آیا۔ اب دوسری ملاقات کے لیے تجھے زحمت کرنا ہوگی یعنی اب تجھ کو میرے لشکر اور میرے خیمے میں آنا ہوگا۔"

سجاح اس پر آمادہ ہوگئی کیونکہ وہ مسیلمہ کی قوت کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔

اس کے بعد دونوں میں کچھ دیر رسمی باتیں ہوئیں۔ مسلمانوں کی قوت کا ذکر ہوا۔ اپنی اپنی نبوت کا ذکر کیا گیا اور آخر کار واپس جاتے جاتے مسیلمہ نے اشارتاً کہا "اگر ہم دونوں نے کچھ تحمل اور ہوشیاری سے کام لیا تو پورے عرب پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا۔"

سجاح نے بھی اس کی تائید کی اور کہا "بے شک ایسا ممکن ہے۔"

مسیلمہ اپنے لشکر میں واپس گیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ایک پر تکلف خیمہ نصب کیا جائے پھر اس خیمے کو اندر سے آراستہ کیا جائے۔ اس کی آرائش و زیبائش ایسی ہونی چاہیے جیسے کسی دولہا دلہن کے خیمے کی ہوسکتی ہے۔ اس خیمے کو عطریات سے معطر کردیا جائے۔

مسیلمہ کے آدمی خیمے کی تیاری میں مشغول ہوگئے اور اسے ایسا مثالی خیمہ بنادیا کہ جو دیکھے رشک کرے اور اس میں آباد ہونے کی خواہش۔

منصوبے کے مطابق سجاح بھی مسیلمہ سے ملنے اس کے لشکر میں پہنچ گئی۔

مسیلمہ نے کسی خاص منصوبے کے ماتحت سجاح کے آدمیوں کو بہت دور رکوایا اور سجاح کو تنہا آنے کی دعوت دی۔

سجاح کو اس پر کوئی خاص اعتراض نہ ہوا اور وہ مسیلمہ کے سجے سجائے آراستہ خیمے میں پہنچ گئی۔ خیمے کے ماحول نے سجاح پر وارفتگی طاری کردی۔ خیمے کی معطر فضا نے سجاح کو مست و مسرور کردیا۔ مسیلمہ نے آگے بڑھ کر مست و بے خود سجاح کو سہارا دیا اور اسے نرم و ملائم ریشمی بستر تک لے گیا۔ اس دوران میں وہ مسلسل سجاح کی تعریفیں کرتا رہا۔

جب سجاح بیٹھ گئی تو مسیلمہ نے درخواست کی "اگر آپ پر حال ہی میں کوئی وحی نازل ہوئی ہو تو سنائیے۔"

سجاح نے تکلف سے کام لیا اور کہا "جناب! میں ٹھہری عورت ذات اور آپ مرد ہیں۔ پہل آپ کو کرنی چاہیے۔"

مسیلمہ بھانپ گیا کہ سجاح میں اس کی نسوانی کمزوری عود کر آئی ہے اور اب اس کو شکار کرلینا زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ مسیلمہ نے اپنی تازہ وحی کا نمونہ حسب موقع حسب حال تیار کرلیا اور لہک لہک کر سنانے لگا "کیا تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتے کہ وہ حاملہ عورتوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ ان سے چلتے پھرتے جان دار نکالتا ہے۔ جو نکلتے وقت پردوں جھلیوں کے درمیان لپٹے ہوتے ہیں۔"

اس شہوت انگیز گفتگو نے سجاح کو نفسی خواہشات سے مملو کردیا' بولی "اچھا اور کوئی وحی سنائیے۔"

مسیلمہ نے دوسری فرضی وحی سنائی "اللہ نے عورتوں اور مردوں کے مخصوص اعضا بنائے' عورتوں کو بیوی اور مردوں کو ان کا شوہر بنادیا تاکہ ان دونوں کے اتصال اور وصال سے نطفے قرار پائیں پھر وہ ہمارے لیے بچے جنتی ہیں۔"

سجاح تو پہلے ہی مست و بے خود ہو رہی تھی' اس نے بے اختیار اقرار کیا "میں گواہی دیتی ہوں کہ تم پیغمبر ہو۔"

مسیلمہ نے کہا "اے سجاح! میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ تو نبیہ ہے اور یہ نہایت مناسب ہوگا کہ ہم دونوں باہم عقد کرلیں۔"

سجاح نے آمادگی ظاہر کی اور پوچھا "اس سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "اللہ نے عرب کی نصف زمین مجھے دی تھی اور نصف قریش کو۔ قریش نے ناانصافی کی تو رب العزت نے قریش سے ان کا نصف حصہ چھین لیا اور تمہیں عطا کردیا۔ اب ہم دونوں پورے عرب پر قابض ہوجائیں گے۔ ہماری فوجیں مل کر مسلمانوں سے جنگ کریں گی اور انہیں شکست دے کر ان کے وجود سے عرب کو پاک کردیں گی۔"

سجاح نے وارفتگی میں کہا "مجھ کو تیری ہر بات قبول ہے۔ جو جی میں آئے وہ کر میں تیار ہوں۔"

اور واقعی خیمے میں وہ سب کچھ ہوتا رہا' جو مسیلمہ نے چاہا یا جس کا اس نے منصوبہ بنایا تھا۔ شکاری نے جو دام تزویر بچھایا تھا' شکار اس میں پھنس گیا۔

باہر ان دونوں کے ماننے والے خوش تھے کہ دونوں نبی سمجھوتا کرکے مسلمانوں کے خلاف شان دار منصوبے بنا رہے ہوں گے اور پھر جب یہ دونوں باہر نکلیں گے تو اپنی اپنی قوم کو کوئی اہم خوش خبری سنائیں گے۔

صبح سے شام ہوگئی مگر اندر سے کوئی خبر نہ آئی۔ باہر سردار آپس میں بحث و مباحثے کر رہے تھے۔

کسی کا کہنا تھا کہ معاملات دو نبیوں میں طے پا رہے ہیں۔ اس لیے درمیان میں باہمی گفت و شنید کے علاوہ وحی الٰہی بھی جارج ہو رہی ہوگی۔ دونوں نبی کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے وحی الٰہی کا بھی سہارا لے رہے ہوں گے اور وحی کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔

سجاح کے سرداروں کو پریشانی لاحق تھی کہ کہیں ان کے ساتھ فریب تو نہیں کیا گیا۔ اس کے آدمی بار بار مسیلمہ کے سرداروں سے مل رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "یہ اتنی دیر کیوں ہو گئی؟"

مسیلمہ کے سردار نے جواب دیا "ہم عام لوگ ہیں۔ کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اندر ایک نبیہ ہے اور دوسرا نبی۔ ان کی اجازت کے بغیر نہ ہم اندر جا سکتے ہیں اور نہ تم۔ اس لیے ہمیں صبر سے کام لینا چاہیے۔"

پھر پوری رات بھی گزر گئی اور مسیلمہ کے خیمے سے سجاح برآمد نہ ہوئی۔

سجاح کے جن لشکریوں کو دور ہی روک دیا گیا تھا وہ بہت زیادہ پریشان تھے۔ انہیں اپنے لشکر کو بھی جواب دینا تھا' وہ سوچ رہے تھے کہ اگر سجاح کو کچھ ہو گیا تو وہ اپنی قوم میں کیا منہ لے کر واپس جائیں گے۔

ایک عمر رسیدہ سردار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا مسیلمہ کے لشکر میں گیا اور مسیلمہ کے ایک قریبی سردار سے کہا "میری قوم کے لوگ پریشان ہیں کہ سجاح کو یہاں اتنی دیر کیوں لگ گئی۔ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

مسیلمہ کے سردار نے جواب دیا "تم ان سے کہو کہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ یہ معاملہ معمولی نہیں ہے۔ اندر جو فیصلے ہوں گے وہ غیر معمولی ہوں گے اور ان کا پورے عرب پر اثر پڑے گا۔"

سجاح کے سردار نے اصرار کیا "میں یہاں سے گول مول جواب لے کر واپس نہیں جاؤں گا۔ مجھے واضح جواب چاہیے تاکہ میں اپنی قوم کو مطمئن کر سکوں۔"

مسیلمہ کے لوگوں نے اس سردار کو عزت و تکریم سے ٹھہرایا اور کہا "ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ جس طرح ہم سب اس بات کے منتظر ہیں کہ دونوں نبی آپس میں کوئی تصفیہ کر لیں' باہر نکلیں اور ہمیں اپنے باہمی تصفیے کی تفصیل بتائیں۔ تم بھی ہمارے اس انتظار میں شامل ہو جاؤ۔"

سجاح کا سردار ان کا مہمان ہو گیا لیکن بیزاری سے کہنے لگا "میں خود تو تم سب کے ساتھ انتظار کر سکتا ہوں مگر میری قوم کے لوگ بدستور پریشان رہیں گے۔ وہ میرا انتظار کرتے رہیں گے اور یہ بھی گمان ہے کہ جب میں واپس نہ پہنچوں تو وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جائیں کہ میں بھی دغا کا شکار ہو گیا۔"

مسیلمہ کے سرداروں نے کہا "تب پھر اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ ہم اپنے چند آدمی تیری قوم میں بھیج دیں جو انہیں حقیقت حال سے باخبر کر دیں۔"

سجاح کے سردار نے دوسرے حل کے لیے پوچھا تو جواب ملا "دوسرا حل یہ ہے کہ تو خود اپنی قوم میں واپس جا اور ہم دونوں میں جو باتیں ہوئی ہیں' اپنی قوم کو یہ باتیں بتا دے اور ان سے کہہ کہ جن جن سرداروں کو شبہ ہو وہ تیرے ساتھ یہاں آ جائیں اور خود مشاہدہ کر لیں کہ یہاں کیا کیفیت پائی جاتی ہے۔"

بنو تمیم کا سردار واپس چلا گیا اور اپنی قوم کو بتایا "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہماری نبیہ اور یمامہ کا نبی دونوں ایک خیمے میں بند مصروف گفتگو ہیں اور کسی کی اتنی ہمت نہیں کہ دونوں کی گفتگو میں مداخلت کرے۔"

سجاح کے سردار کچھ شرمندگی محسوس کر رہے تھے کہ آخر ان دونوں میں کس قسم کی گفتگو ہو رہی ہے جو دو دن اور ایک رات گزر جانے کے باوجود ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

بنو تمیم کے ایک سردار عطا ابن حاجب نے پوچھا "تو نے یمامہ والوں کو اپنے ساتھ کیسا پایا؟"

سردار نے جواب دیا "بہت اچھا۔ وہ میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یمامہ والوں نے ہمارے ساتھ دغا نہیں کی ہے۔"

عطا ابن حاجب خاموش ہو گیا۔

ایک رات اور گزر گئی لیکن اب سجاح کے لوگ زیادہ پریشان نہیں تھے۔ چند جانبازوں نے مسیلمہ اور سجاح کے خیمے کے سامنے عارضی اقامت اختیار کی۔ وہ اپنی نبیہ کو خیمے سے خوش و خرم نمودار ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ تین دن کے بعد سجاح خیمے سے نمودار ہوئی تو اپنے جانبازوں کو اپنا منتظر پایا۔

دوسری طرف مسیلمہ کے لوگ کوئی خوش خبری سننے کے لیے بے چین نظر آ رہے تھے۔

مسیلمہ نے اپنے سرداروں کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سجاح بھی نبیہ ہے اور اس نے میری نبوت کا اقرار کر لیا۔"

سرداروں نے پوچھا "اب ہمارا آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "جیسا کہ میں بار بار کہہ چکا ہوں' میں نے محمدؐ کو پیشکش کی تھی کہ آؤ ہم دونوں عرب کو آپس میں آدھا آدھا تقسیم کر لیں۔ آدھا عرب آپ کے قبضے میں رہے اور آدھا میرے قبضے میں لیکن میری پیشکش مسترد کر دی گئی اور اللہ نے ایک دوسری نبیہ پیدا کر دی اور آدھا عرب سجاح کے نام

کردیا گیا ہے۔ اب ہم دونوں مل کر پورے عرب پر قابض ہو جائیں گے۔"

جو طمانیت اور کامیابی کے اثرات مسیلمہ کے چہرے پر پائے جاتے تھے' وہ سجاح کے چہرے پر مفقود تھے۔ اب اس کی نظریں جھک گئی تھیں' وہ اپنے سرداروں سے آنکھ ملاتے ہوئے شرمندگی محسوس کررہی تھی۔

سجاح کے سرداروں نے بھی سوال کیا "تو نے مسیلمہ سے ملاقات کی اس کو کیسا پایا؟"

سجاح نے جواب دیا "بہت اچھا۔ میں نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور اس نے میری نبوت کا۔"

عمرو بن اہتم نامی سردار نے معنی خیز لہجے میں کہا "بڑی طویل گفتگو ہوئی۔ ہمیں تو یہ بتا کہ اس سہ شبانہ اور سہ روزہ گفتگو کا ماحصل کیا ہے؟"

سجاح اصل بات بتانے میں تکلف اور عار محسوس کررہی تھی' جواب دیا "جب ہم دونوں ملے تو دونوں نے ایک دوسرے سے خواہش کی کہ وحی الٰہی کے نمونے سنائے جائیں۔ مسیلمہ تو میری وحی سے آگاہ تھا اس لیے مجھے اپنی وحی دہرانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی اور میں نے مسیلمہ سے خواہش کی کہ وہ اپنی وحی الٰہی کے نمونے ہمیں سنائے پھر اس نے چند آیات سنائیں جن سے میں بے خود اور بے قرار ہوگئی اور میں نے اس کی نبوت کا اقرار کیا۔"

یہ کہتے کہتے وہ رک گئی۔ عطا ابن حاجب نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

سجاح نے جواب دیا "پھر مسلمان زیر بحث آئے اور اللہ سے ہم دونوں نے رجوع کیا کہ اس بارے میں وہ ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟"

سجاح کے سردار نہایت توجہ سے سجاح کی باتیں سن رہے تھے۔ پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

سجاح نے جواب دیا "آخر اس سلسلے میں مسیلمہ پر حکم ربی کا نزول ہوا اسے بتایا گیا کہ اللہ نے عرب کو یمامہ اور قریش میں آدھا آدھا تقسیم کردیا مگر قریش نے ناانصافی کی اور اللہ کو قریش کا حصہ میری طرف منتقل کردینا پڑا اور مجھے اسی لیے نبی مقرر کیا گیا۔"

سرداروں نے پوچھا "پھر اب ہم کیا کریں گے اور یہ آدھا عرب ہمیں کس طرح ملے گا؟"

سجاح نے کہا "اب ہم دونوں کی فوجیں متحدہ کارروائی کریں گی اور مسلمانوں کے وجود سے عرب کو پاک کردیا جائے گا۔"

سجاح کے سردار اب بھی مطمئن نہیں تھے' ایک نے پوچھا "تین دن اور تین راتیں گزارنے کے بعد۔ یہ معمولی سا تصفیہ سمجھ میں نہیں آتا اور جس طرح ایک ملک پر دو بادشاہ حکومت نہیں کرسکتے'

ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں' ایک کمبل میں دو درویش نہیں سما سکتے تو دو نبی بیک زمانہ کس طرح اپنے اپنے دین کے لیے کسی جھگڑے کے بغیر ترویج و اشاعت جاری رکھیں گے؟"

سجاح نے اٹک اٹک کر جواب دیا "اللہ نے ہماری یہ مشکل بھی دور فرمادی اور جو لوگ مجھ پر ایمان لاچکے ہیں' انہیں مسیلمہ پر بھی ایمان لانا ہوگا اور اسی طرح جو مسیلمہ کو نبی مانتے ہیں انہیں میری نبوت کا بھی اقرار کرنا ہوگا۔"

یہ ساری ہیر پھیر کی باتیں سجاح کے سرداروں کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ انہیں اب بھی یہ تشویش تھی کہ تین دن اور تین راتوں میں بالتفصیل آخر کون سے معاملے طے پائے۔ وہ برابر اصرار کررہے تھے کہ انہیں سب کچھ تفصیل سے بتایا جائے۔

سجاح بھی بے بس و مجبور ہوتی جارہی تھی۔ آخر ہمت کرکے اصل واقعہ بیان کردیا "جب ہم دونوں میں یہ معاملات طے پارہے تھے تو ہم نے بھی ایک دوسرے کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ ہماری قومیں آخر کس طرح ایک دوسرے سے تعاون کریں گی اور عاجز آنے کے بعد ہم دونوں الگ الگ ہوگئے۔ میں خیمے کے اندر ایک کونے میں جا بیٹھی اور مسیلمہ دوسرے کونے میں۔ ہم دونوں کی پشتیں ایک دوسرے کے مقابل تھیں اور ہم دونوں ہی نے اپنے رب سے رجوع کیا کہ وہ ہمیں بتائے کہ ہم اپنے منصوبے پر کس طرح عمل کریں؟"

سرداروں کی سانسیں اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔ انہوں نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

سجاح نے جواب دیا "پھر ہم دونوں کو بیک وقت الہام ہوا کہ ہم دونوں میاں بیوی بن جائیں اور پھر ہم نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں آپس میں نکاح کرلیا۔"

سرداروں نے حیرت سے پوچھا "یہ کیسا نکاح تھا جس میں دونوں کی طرف سے کوئی بھی شریک نہ ہوا اور نکاح ہوگیا۔"

سجاح نے جواب دیا "ہم دونوں کا نکاح فرشتے نے پڑھایا اور فرشتے ہی مہمان اور گواہ بن گئے۔"

سجاح کی باتوں سے اس کی قوم کے لوگ خوش نہیں ہوئے' ان کے چہروں پر رنج و ملال کے اثرات نمایاں تھے۔

ایک سردار نے کہا "تو گویا سارا وقت میاں بیوی نے راز و نیاز میں گزار دیا۔"

سجاح نے کہا "لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں حکم ربی حاصل کرنے میں کتنا وقت لگا۔ وحی الٰہی کا نزول نبی کے بس میں نہیں ہوتا۔ ہم دونوں نے اس کے انتظار میں ایک دن اور ایک رات گزار

دی۔ تب کہیں ہمیں مناکحت کی اجازت ملی۔"

سجاح کے سردار آپس میں انتشار و نااتفاقی سے بچنا چاہتے تھے۔ ان کو اس شادی سے دکھ پہنچا تھا۔ انہیں منع کیا گیا تھا کہ جو کچھ ہو چکا اس کا ذکر نہ کریں لیکن ایک بات اب بھی ان کے دلوں میں کھٹک رہی تھی' پوچھا "اس نکاح کا مہر کیا مقرر ہوا؟"

سجاح نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہا "افسوس کہ مہر کا تو ذکر ہی درمیان میں نہیں آیا اور میں بھی بھول گئی کہ پوچھتی میرا مہر کیا ہے؟"

سرداروں نے حیرت سے کہا "ہمارے علم میں یہ پہلا عجیب و غریب نکاح ہے جو مہر کے بغیر ہو گیا۔"

سجاح نے پوچھا "اب کیا ہونا چاہیے؟"

سرداروں نے جواب دیا "تو اپنے شوہر کے پاس واپس جا۔ مہر کا مسئلہ حل کر' کیونکہ بغیر مہر کے نکاح سے ہماری قوم کی بے عزتی ہوئی ہے۔"

سجاح بے حد پریشان تھی۔ اسے اپنی غلطی کا اب احساس ہو رہا تھا اور اسے اب یہ یقین نہیں تھا کہ مسیلمہ سے مہر کی بات طے پا جائے گی۔ آخر اس نے چند سرداروں سے کہا "تم لوگ میرے ساتھ چلو تاکہ یہ مسئلہ تم سب کی موجودگی میں طے پا جائے۔"

اس سفر میں جن لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ ان میں عطا ابن حاجب' عمرو بن ایہم' غیلان بن خرشہ اور اس کے موذن شیث بن ربیع کے نام قابل ذکر ہیں۔

راستے میں عطا ابن حاجب نے اپنے ساتھیوں کے سامنے ایک شعر پڑھا۔

"ہماری پیغمبر عورت ہے۔ جسے ہم ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ حالانکہ اور لوگوں کے پیغمبر مرد ہوتے ہیں۔"

جب وہ یہ شعر اپنے ساتھیوں کو سنا رہا تھا تو بڑی ندامت محسوس کر رہا تھا۔

دوسری طرف مسیلمہ کو اپنی عیاری اور مکاری کے پیش نظر اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ جب سجاح اپنی قوم میں واپس جائے گی تو معلوم نہیں وہ ان واقعات کو کس طرح بیان کرے گی اور اس کے کیا اثرات رونما ہوں گے۔ معلوم نہیں بنو تمیم کے لوگ اپنی یہ بے عزتی برداشت کر بھی سکیں گے یا نہیں۔ اگر سجاح نے اپنی قوم کو قابو میں نہ رکھا اور وہ اس کی کسی بات پر مشتعل ہو گئے تو سجاح کی فوجیں مسیلمہ کی افواج سے برسرپیکار ہو جائیں گی اور اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

ان خطرات کے پیش نظر مسیلمہ اپنے لشکر کو قلعے میں لے گیا اور خود بھی قلعے میں روپوش ہو گیا۔ اس نے قلعے کے پہرے داروں کو حکم دے دیا تھا کہ اگر سجاح واپس آئے تو اسے اندر نہ آنے دیا جائے۔

چنانچہ جب سجاح واپس گئی تو دیکھا کہ میدان خالی تھا۔ اب وہاں خیموں کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا تھا' دور دور تک کسی آدمی کا پتا نہ تھا۔ ہر طرف ایک سناٹا طاری تھا اور ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس سے وہ مسیلمہ اور اس کے لشکر کے بارے میں سوال کرتی۔

سجاح نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا "اب میں اپنے مہر کے لیے کس سے بات کروں؟ یہاں تو کوئی نظر ہی نہیں آتا۔"

عطا ابن حاجب نے مشورہ دیا "یقیناً یہ سب کچھ کسی سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے اور وہ لوگ اس قلعے میں روپوش ہو گئے ہوں گے۔"

سجاح نے پوچھا "پھر میں اس سے رابطہ کس طرح قائم کروں؟"

شیث بن ربیع آگے بڑھا اور کہا "میں قلعے کے پھاٹک کو پیٹتا ہوں' شاید اندر سے کوئی جواب آ جائے۔"

وہ قلعے کے پھاٹک پر گیا اور اس پر تلوار کے دستے سے ضربیں لگانے لگا لیکن ایسا لگتا تھا جیسے اندر کوئی موجود ہی نہ ہو۔

کافی دیر بعد کسی نے پھاٹک کی ایک چھوٹی سی کھڑکی کھولی اور نہایت ناخوشگوار لہجے میں پوچھا "کیا بات ہے' کیوں شور مچا رکھا ہے؟"

شیث بن ربیع نے پوچھا "تمہارا نبی مسیلمہ کہاں ہے؟"

پہرے دار نے شیث بن ربیع کو ڈانٹا "اے جاہل شخص! ہمارے نبی کا نام احترام سے لے۔"

اب عطا ابن حاجب نے آگے بڑھ کے پہرے دار سے کہا "جا' اپنے نبی سے کہہ دے کہ اس کی بیوی اس سے ملنے آئی ہے' وہ ہمارے لیے پھاٹک کھلوا دے۔"

پہرے دار نے کہا "پھاٹک تو نہیں کھلے گا لیکن یہ خبر اندر ضرور پہنچا دی جائے گی۔"

عطا ابن حاجب نے کہا "تو کیسا پہرے دار ہے کہ اپنی نبیہ پر اپنے دروازے بند کیے بیٹھا ہے۔ کیا تیرے نبی نے یہ نہیں بتایا کہ سجاح بھی نبیہ ہے اور جب تک مسیلمہ اور سجاح پر بیک وقت ایمان نہ لایا جائے دین مکمل نہیں ہو گا اور اب جبکہ نبیہ اور نبی مناکحت کے ذریعے ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے

ہیں تو اس قلعے پر اتنا ہی حق سجاح کا بھی ہے' جتنا تیرے نبی مسیلمہ کا۔"

پہرے دار نے کہا "میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ میرے ذمے جو فرض سونپا گیا ہے' وہ انجام دے رہا ہوں۔"

سجاح نے آگے بڑھ کر کہا "تو بھی مجھے پہچانتا ہوگا۔ مسیلمہ کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ تیری بیوی تجھ سے ملنے آئی ہے۔"

پہرے دار نے کھڑکی بند کرلی اور اندر کہیں غائب ہوگیا اور یہ لوگ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مسیلمہ کو یہ بتایا گیا کہ سجاح اپنے سرداروں کے ساتھ اس سے ملنے آئی ہے۔ کیا حکم ہے' اسے اندر بلوالیا جائے یا نہیں؟

مسیلمہ نے پوچھا "سجاح کے ساتھ کل کتنے آدمی ہیں؟"

پہرے دار نے جواب دیا "بظاہر تو آٹھ دس ہیں۔ کہیں اور چھپے ہوں تو پتا نہیں۔"

مسیلمہ نے کہا "میرا اندیشہ درست لگتا ہے۔ بظاہر آٹھ دس سامنے ہوں گے باقی لشکر کہیں روپوش ہوگیا ہوگا۔"

پہرے دار نے پوچھا "تو پھر انہیں کیا جواب دیا جائے؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "ان سب کو پھاٹک پر ہی روکے رکھو۔ کسی کو بھی اندر مت آنے دو۔ اس دوران میں' میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ کہیں ان کا کوئی لشکر تو آس پاس موجود نہیں ہے۔"

پھاٹک کے باہر یہ لوگ انتظار کرتے رہے اور مسیلمہ ان کے لشکر کی ٹوہ میں لگا رہا اور جب اس کو یقین ہوگیا کہ ان چند نفوس کے سوا سجاح کے ساتھ کوئی لشکر نہیں آیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے پہرے دار سے کہا "ان لوگوں سے کہہ دے' میں نہ تو خود باہر آسکتا ہوں اور نہ انہیں اندر بلوا سکتا ہوں۔ اب ملاقات کی بس ایک صورت ہے۔"

پہرے دار نے پوچھا "وہ کیا؟"

مسیلمہ نے کہا "میں پھاٹک کی چھت پر چڑھ جاؤں گا اور وہیں سے جھانک کے ان سے باتیں کرلوں گا۔"

پہرے دار نے مسیلمہ کا یہ پیغام ان سب کو پہنچا دیا۔

اب یہ عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا کہ پھاٹک کی چھت پر مسیلمہ اپنے چند آدمیوں کے ساتھ

کھڑا تھا۔ مسیلمہ کے آدمیوں کے ہاتھوں میں تیر اور ترکش تھے اور کمانیں ان کے شانوں سے لٹک رہی تھیں۔ جبکہ پھاٹک کے سامنے سجاح کے آدمی مسلح تو تھے مگر ان میں سے کسی کے پاس نہ تو تیر تھے نہ ترکش۔

جب پہرے دار نے سجاح کو خبر دی کہ چھت پر اس کا نبی موجود ہے وہ نیچے سے اس سے بات کرسکتی ہے تو سجاح کو بڑی حیرت ہوئی اور اسے اپنی سبکی محسوس ہوئی۔ اس نے اوپر حیرت سے دیکھا اور پوچھا "یہ کیا تماشا ہے تو مجھے اندر کیوں نہیں بلاتا؟"

مسیلمہ نے بے رخی سے جواب دیا "تجھ کو جو بھی بات کرنی ہو۔ وہیں سے کر۔ یہ پھاٹک نہیں کھلے گا۔"

سجاح نے کہا "میری کمزور آواز اوپر تک نہیں پہنچے گی' بات کس طرح ہوگی؟"

مسیلمہ نے پوچھا "تیرے ساتھ تیرا موذن تو ہوگا۔ اس سے کہہ' وہ مجھ سے بات کرے۔"

سجاح نے شیث بن ربیع کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھے اور سجاح جو کچھ کہے با آواز بلند اوپر پہنچا دے۔

شیث بن ربیع آگے بڑھا اور اعلان کیا "میں اپنی نبیہ کی طرف سے پوچھتا ہوں کہ تم نے اس سے شادی تو کرلی مگر حق مہر کے بغیر۔ سجاح کی قوم کے لوگ اس پر معترض ہیں۔"

اوپر سے مسیلمہ نے پوچھا "سجاح سے معلوم کرو کہ وہ اس بارے میں خود کیا کہتی ہے؟"

جب سجاح سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا "میں اپنا حق مہر چاہتی ہوں۔ ازروئے انصاف جو بنتا ہو وہ دے دیا جائے۔"

مسیلمہ نے کہا "تیرے جانے کے بعد مجھے بذریعہ الہام مطلع کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی تھیں ان میں سے فجر اور عشا کی دو نمازیں تیرے حق مہر میں معاف کردی گئیں۔ اب ہم دونوں کی قوموں کو صرف تین وقتوں کی نمازیں ادا کرنی ہیں۔"

موذن شیث بن ربیع نے سجاح کی طرف سے پوچھا "بس یا اور کچھ؟"

مسیلمہ نے جواب دیا "اور یہ کہ تو اپنے چند سردار یمامہ میں بھیج دے۔ میں ان کو محاصل کی وصولیابی پر لگادوں گا۔ یہ محصول ہر سال تیری قوم کو پہنچ جایا کرے گا۔"

سجاح نے بڑی کوشش کی کہ ان لوگوں کو قلعے کے اندر بلوایا جائے مگر مسیلمہ نے ایسی آنکھیں پھیریں کہ آنے والوں کے لیے نہ تو دروازہ کھولا اور نہ خود باہر آیا۔

سجاح اپنے لشکر میں واپس گئی مگر اب اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔ اس کے سردار بھی حق مہر

سے مطمئن نہیں تھے لیکن پھر بھی اپنے چند آدمی یمامہ روانہ کردیئے کہ وہ یمامہ والوں سے سالانہ محصول وصول کرکے سجاح کے پاس روانہ کردیا کریں۔

سجاح کا لشکر جس جگہ لنگرانداز تھا۔ اب یہاں سے اسے کہاں جانا تھا کسی کو کچھ پتا نہ تھا۔ بظاہر تو مسیلمہ سے یہ طے پاگیا تھا کہ دونوں کے لشکر مل کر مسلمانوں کے خلاف کارروائی کریں گے مگر اب ایسا ہونا ممکن نہیں نظر آرہا تھا۔ جس شخص نے سجاح کے لیے پھاٹک نہ کھولا ہو' وہ سجاح کی فوج کو اپنی فوج میں کس طرح شامل کرسکتا تھا۔ جب فوجیوں نے آپس میں مشورے کیے اور انھیں عطا ابن حاجب کے ذریعے حالات معلوم ہوئے تو سب بددل اور افسردہ ہوگئے۔ ان کی نبیہ نے پوری قوم کو ذلیل اور شرمسار کردیا تھا۔

سجاح سے اس کے سرداروں نے پوچھا "وہ جو مدینے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا تھا اب اس کا کیا ہوگا؟"

سجاح نے جواب دیا "مالک بن نویرہ نے ہمیں جو مدینے پر حملہ نہ کرنے کا دوستانہ مشورہ دیا تھا۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔"

عطا ابن حاجب نے پوچھا "اور اس معاہدے کا کیا ہوگا جو مسیلمہ اور آپ کے درمیان طے پایا ہے؟"

سجاح نے جواب دیا "فی الحال اس پر عمل درآمد ممکن نہیں ہے اور جیسا کہ بظاہر نظر آرہا ہے کہ مسلمانوں کی پوری توجہ مسیلمہ کی طرف ہے تو یہ جنگ اسے تنہا لڑنے دو اور انتظار کرو کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟"

عطا ابن حاجب نے کہا "اگر اس معرکے میں مسیلمہ غالب رہا اور مسلمان مغلوب ہوئے تو میرا خیال ہے کہ اس کے بعد ہماری باری آجائے گی۔ یعنی مسیلمہ کا اگلا شکار ہم ہوں گے۔"

سجاح نے حیرت سے پوچھا "کیا اب ہم اتنے کمزور ہوگئے ہیں کہ مسیلمہ ہمیں شکست دے دے گا اور ہماری قوم اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے گی؟"

ابھی تک مالک بن نویرہ خاموش تھا لیکن اب چپ نہ رہ سکا' کہنے لگا "بی بی! جب آپ نبیہ تھیں تو آپ کو اپنی عزت و آبرو کا خیال کرنا تھا۔ وہ ایک ایسا نبی ہے جو آپ کی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں کرتا۔ بظاہر تو اس نے آپ سے یہ معاہدہ کیا کہ آدھا عرب اس کا ہوگا اور آدھا عرب آپ کا لیکن اس کے طور طریقے بتارہے ہیں کہ وہ اپنے قول و قرار کا پابند نہیں ہے۔"

سجاح نے کہا "اگر اس نے اپنے قول و قرار کی پابندی نہ کی تو میں بزور قوت اس کی پابندی کرواؤں گی۔"

ابھی لشکر میں یہ گفتگو جاری تھی کہ سجاح کے آدمیوں نے اس کو یہ خبر پہنچائی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کے ساتھ اس کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اس خبر نے سجاح اور اس کے سرداروں کو اتنا بدحواس کردیا کہ ان سب نے راہ فرار اختیار کی اور عرب کا علاقہ ہی چھوڑدیا۔ جزیرے میں جا کے پناہ لی۔ ان سب کا اپنی نبیہ کی طرف سے اعتبار اٹھ گیا تھا اور اب ان میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ بنی تمیم کے مسلمانوں کا مقابلہ کرسکتے۔

✪✫✪

بنو تمیم میں داخل ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرتدوں کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ جن لوگوں نے سجاح کا ساتھ دیا تھا' ان میں سے جو تائب ہوا اور دوبارہ مسلمان ہوگیا اسے معاف کردیا گیا کیونکہ فرداً فرداً پوری آبادی کا حاضر ہو کر دوبارہ مسلمان ہونے کا اقرار کرنا دشوار تھا اس لیے یہ اعلان کیا گیا کہ جن بستیوں سے اذان کی آواز آئے گی اسے مسلمان سمجھ لیا جائے گا۔ جب اذانوں کا سلسلہ شروع ہوا تو لوگوں نے مالک بن نویرہ کی بطور خاص شکایت کی کہ اس شخص نے سجاح کو مشورے دیے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ گھوما پھرا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ مدینے پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنارہی تھی تو اس شخص نے مدینے پر حملہ کرنے سے یہ کہہ کر روکا تھا کہ پہلے دوسرے چھوٹے چھوٹے معرکے سر کرنے چاہئیں۔ مدینے پر حملہ موخر کردیا جائے۔

حضرت خالدؓ نے مالک بن نویرہ کو طلب کیا اور اس سے بازپرس کی تو اس نے دوران گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے کہا "تمہارے صاحب کا تو یہ فرمان ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح پیش آؤ۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے پوچھا "تجھ پر جو الزام عائد کیا گیا ہے اگر اس کی صفائی میں کچھ کہہ سکتا ہے تو کہہ' کیا تو سجاح کا مشیر نہیں بنا ہوا تھا؟"

مالک بن نویرہ نے پھر رسول اللہؐ کا ذکر اسی طرح کیا "تمہارے صاحب کا اس سلسلے میں یہ فرمان ہے اور تمہارے صاحب نے اس مسئلے پر یہ فرمایا ہے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے غصے میں پوچھا "یہ ہربات میں تو نے تمہارے صاحب نے تمہارے صاحب نے کی جو رٹ لگا رکھی ہے تو اس سے تیرا مقصد کیا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تیرے صاحب نہیں تھے؟"

قریب ہی ضرار بن الازور کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا "اس کا دین مشتبہ ہے۔"

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اشارہ کیا اور ضرار بن الازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابو قتادہؓ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اس قتل کو ناجائز قرار دیا اور کہا "جب یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس بستی سے اذان کی آواز آئے گی اسے معاف کر دیا جائے گا اور مالک بن نویرہ کی بستی کی اذان میں نے خود سنی ہے اس لیے میں اس قتل کو ناجائز سمجھتا ہوں۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ابو قتادہؓ کو شور کرنے سے منع کیا تو حضرت ابو قتادہؓ ناراض ہو کر مدینے چلے گئے اور وہاں حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابیوں سے شکایت کی "خالدؓ تو مسلمانوں کو قتل کرتے پھر رہے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے یہ شکایت حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچائی اور مطالبہ کیا کہ خالدؓ کو معزول کیا جائے اور ان پر مقدمہ چلایا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت ابو قتادہؓ سے پوچھا "تم خالدؓ کی ماتحتی میں تھے لیکن اس وقت تم مدینے میں نظر آ رہے ہو کیا تم نے مدینے آنے کی خالدؓ سے اجازت لی تھی؟"

حضرت ابو قتادہؓ نے جواب دیا "نہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حکم دیا "تب پھر تم خالدؓ کے لشکر میں واپس جاؤ۔ یہ اسلامی اور فوجی نظم و ضبط کے خلاف ہے کہ تم خالدؓ کی اجازت کے بغیر مدینے چلے آئے۔"

حضرت ابو قتادہؓ کو اسلامی لشکر میں واپس جانا پڑا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "مالک بن نویرہ کے بارے میں ہمیں اب تک جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ سجاح کا مشیر بنا ہوا تھا اور اس نے سجاح کو بنو تمیم پر حملہ آور ہونے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ مالک بن نویرہ نے سجاح کو مدینے پر حملہ کرنے سے روکا تھا مگر یہ بھی درست ہے کہ اس نے مدینے پر حملے کو صرف موخر کر دیا تھا۔ یعنی آس پاس کی جنگوں سے فارغ ہونے کے بعد مدینے پر حملہ کیا جائے۔ مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟"

حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ کچھ توقف کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا "عمرؓ! تم جانتے ہو کہ خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ اس سے اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے لیکن ہم خالدؓ کی نیت

پر شبہ نہیں کر سکتے۔ مالک بن نویرہ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ جھوٹی نبیہ کا مشیر اور دوست بن گیا تھا۔"

بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیت المال سے مالک بن نویرہ کے قتل کا خون بہا ادا کر دیا۔

✪✫✪

ان واقعات کو سالہا سال گزر گئے۔ سجاح کے امتیوں نے آہستہ آہستہ اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا کیونکہ مسیلمہ نے اس کو اس لائق ہی نہ رکھا تھا کہ وہ بڑھ چڑھ کے اپنی نبوت کے فروغ کے لیے کام کرتی۔ پہلے وہ کاہنہ تھی۔ کاہنہ سے نبی بن گئی اور اپنے زورِ خطابت سے اپنی قوم میں ایک تہلکہ مچا دیا لیکن مسیلمہ نے اس سے جو سلوک کیا تھا اس سے وہ نہ صرف اپنی قوم کی نظروں سے گر گئی بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی بے وقعت ہو گئی۔ پہلے تو بڑے بڑے سرداروں نے منہ موڑ لیا پھر اس کے بعد اپنے سرداروں کی دیکھا دیکھی عام آدمی بھی کنارہ کشی اختیار کرنے لگے۔

دنیا سے الگ تھلگ جزیرے کی زندگی پرسکون تھی لیکن سجاح کی قوم کو مسیلمہ کے حشر کا انتظار تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مسیلمہ سے مسلمانوں کا ایک خوفناک تصادم ہونے والا ہے۔ اس تصادم میں اگر مسیلمہ کی جیت ہو جاتی تو سجاح کی قوم سجاح کے حوالے سے مسیلمہ سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی اور ضرورت پڑنے پر جنگ سے بھی گریز نہ کرتی لیکن جب حضرت خالد بن ولیدؓ اور مسیلمہ کا ٹکراؤ ہوا تو اس تصادم میں مسیلمہ قتل ہو گیا اور بنو حنفیہ کے مرتدوں کا صفایا کر دیا گیا۔

یہ خبریں سجاح اور اس کی قوم تک پہنچیں تو ان کی رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔ وہ عرب جسے مسیلمہ نے سجاح سے مل کر آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا تھا۔ اب اس پر بلا شرکت غیرے اسلام کا قبضہ تھا۔ سجاح کے سرداروں نے افسوس کرتے ہوئے کہا "اے سجاح! اب تو ہمیں یمامہ کے وہ محاصل بھی نہیں ملیں گے جن کا مسیلمہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔"

جواب میں سجاح خاموش ہو گئی کیونکہ اب اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ سجاح جتنی تیزی سے شہرت کے بام تک پہنچی تھی وہ اتنی ہی تیزی سے گمنامی میں چلی گئی۔

ددھیال نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ اپنے ننھیالی قبیلے بنو تغلب میں چلی گئی۔

یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کا زمانہ آیا تو ان کے دور حکومت میں سجاح کے علاقے میں قحط پڑ گیا اور اس قحط سے بنو تغلب بہت متاثر ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے بنو تغلب کو بصرہ میں آباد کر دیا۔ ان میں سجاح بھی شامل تھی۔ اسلام نہایت تیزی سے لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جا رہا تھا۔ اب بنو تغلب میں

اتنا دم خم نہیں رہا تھا کہ وہ اسلامی حکومت میں بیگانہ وار زندگی بسر کرتے۔

بنو تمیم کے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

نئی اور نوجوان نسل کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان میں ایک بوڑھی کاہنہ کیسی ہنگامہ پرور زندگی بسر کر چکی ہے مگر یہ نئی نسل بھی سجاح کے زورِ خطابت کی قائل تھی۔ ان میں سے کچھ نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سنا تھا کہ سجاح نے نوجوانی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور اس کو اتنی جنگی قوت بھی میسر آگئی تھی کہ وہ مدینے پر حملہ آور ہو کر اسلام کا نام و نشان تک مٹا دینا چاہتی تھی لیکن پھر کچھ ایسی غلطیاں ہوئیں کہ قسمت نے سجاح کا ساتھ نہیں دیا۔

بنو تغلب کے مسلمان ہونے والوں نے سجاح سے پوچھا "بڑی بی! یہ آپ کا دین کیا ہے؟ کیا آپ اب بھی نبیہ ہیں؟"

سجاح نے جواب دیا "نہیں۔ وہ ایک وقتی الحادی جوش تھا۔ جس نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔"

لوگوں نے پوچھا "کیا اب آپ اپنے آبائی عیسوی دین پر قائم ہیں؟"

سجاح نے جواب دیا "نہیں۔ اسے تو میں نے عرصہ ہوا ترک کر دیا۔ میں اپنی قوم سے بہت پہلے مسلمان ہو چکی ہوں۔"

اس کے بعد اس نے قرآن پاک کا وہ نسخہ دکھایا جس کی وہ تلاوت کرتی رہتی تھی اور وہ جگہ دکھائی جہاں وہ نماز پڑھا کرتی تھی۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور حسرت آمیز لہجے میں کہا "اب تو ان سب باتوں کو اتنا عرصہ بیت چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر صحابیؓ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حالانکہ میری خواہش تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میری نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی پڑھائے لیکن اب یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔"

اتفاق کی بات کہ حضرت امیر معاویہؓ نے انہی دنوں حضرت سمرہؓ بن جندب کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ یہ رسول اللہؐ کے صحابہ میں سے تھے۔ جب سجاح کو بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سمرہؓ بن جندب اس سے ملاقات کرنے آئے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئی اور کہا "شاید مجھ کو انہی کا انتظار تھا۔"

دونوں میں ملاقات ہوئی اور سجاح نظر اٹھا کے بات نہ کر سکی۔ اس نے ابن جندبؓ کو بطور خاص منع کیا کہ وہ سجاح سے اس کے ماضی کے بارے میں کچھ نہ پوچھیں اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو یہ یقین دلایا "مجھ سے جوانی میں جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں ان کے بعد میں ان سے

تائب ہو گئی اور اپنی پوری زندگی پاک دامنی میں گزار دی۔"

اور یہ بھی کتنی عجیب بات تھی کہ سجاح کا انتقال حضرت سمرہؓ بن جندب کے دورِ حکومت میں ہی ہوا اور انہوں نے سجاح کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس نے بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبوت کا دعویٰ کردیاتھا۔ اس کی پشت پناہی کرنے والوں نے اس کا بڑا ساتھ دیا۔ کتنے ہی حلیف قبائل اس کے ساتھ تھے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنے کامقابلہ کیا۔ آپؓ کو لوگوں نے افہام وتفہیم اورمصلحت اندیشی کا مشورہ دیا لیکن حضرت صدیقؓ نے کہا کہ وہ اسلام کے کسی بنیادی مسئلے پرمفاہمت یا مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیں گے۔ اس دورِ نامساعدت کے حقائق جو تاریخ اسلام کا ان مٹ اور ناقابل فراموش حصہ بن گئے۔ ایک دورِ ابتلاکے واقعات جب اسلام سخت خطرے میں تھا۔ موقع پرستوں کے واقعات، استقامت پسندوں کے حالات جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے۔

مضمون کے ماخذ

تاریخ ابن خلدون	تاریخ کامل	فتوح البلدان	تاریخ اسلام	مدارج النبوۃ
علامہ ابن خلدون	ابن اثیر	بلاذری	اکبرشاہ خان نجیب آبادی	عبدالحق محدث دھلوی

طلیحہ بن خویلد الاسدی

۶۳۲ بعد وصال رسول ﷺ دعوی کیا۔ ۶۳۴ میں توبہ کرلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قبیلہ بنو اسد کے طلیحہ بن خویلد الاسدی نے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کردیا تھا۔ یہ شخص چھوٹی چھوٹی مسجع و مقفیٰ عبارتیں گھڑ کر اپنے قبیلے کے لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ کہتا تھا یہ وحی الہی ہے، جو جبرائیل امینؑ لے کر اس پر نازل ہوئے ہیں۔

یہ لوگ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان سمیرا نامی جگہ پر رہتے تھے۔ سمیرا کو ایک بہترین پڑاؤ بھی کہا جاتا تھا۔ قبیلہ بنو اسد کو یہ جگہ پسند آئی۔ وہ یہیں آباد ہوگئے۔ ان کے قرب وجوار میں جو قبائل آباد تھے، ان میں بنی غطفان اور قبیلہ بنو طے خاص کر اہمیت رکھتے تھے۔ یہ دونوں قبیلے قبیلہ بنو اسد کے حلیف بھی تھے۔ چنانچہ جب طلیحہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اس کے اپنے قبیلے کے لوگ بے حد خوش ہوئے کہ ان کے قبیلے میں بھی ایک نبی پیدا ہوا۔ یہ کہتے تھے کہ قریشی نبی پر ہمارا نبی فوقیت رکھتا ہے۔

یہ خبریں مدینہ منورہ پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضرار بن اسد کو تھوڑی سی جمعیت دے کر سمیرا روانہ کردیا۔ یہاں دونوں میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بنو اسد کو شکست ہوئی۔ طلیحہ بن خویلد الاسدی نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ فتنہ کچھ عرصے کے لیے دب گیا مگر خاکستر میں چنگاریاں موجود تھیں جو کسی وقت بھی بھڑک کر عرب کے بہت بڑے حصے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی تھیں۔

طلیحہ در پردہ اپنا کام کرتا رہا یہاں تک کہ آپؐ وصال فرما گئے اور طلیحہ نے اپنی جھوٹی نبوت پر نہایت شدت سے کام شروع کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ مدینہ کے حالات پرسکون نہیں ہیں اور یہ مبنی بر

حقیقت تھا۔ عرب کے یہ قبائل اسلام کی کئی باتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ ان میں کئی قبائل نماز اور زکوۃ سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ طلیحہ نے اصل صورت حال کو سمجھنے کے لیے اپنے بھائی حیال کو مدینہ منورہ حضرت صدیقؓ کے پاس روانہ کیا اور درپردہ ہدایت کی کہ حیال یہ دیکھے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں کتنے سپاہی موجود ہیں اور یہ کہ اب تک کتنے قبائل اسلام کو ترک کر چکے ہیں اور مرتد ہو کر اسلام کے خلاف صف آرا ہو رہے ہیں۔

وہ مدینہ منورہ پہنچا اور بہ نظر غائر مدینہ کے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے مدینے کو لشکر اسلام سے خالی پایا۔ اسے لوگوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ موتہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ موتہ میں اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ بن حارث رسول اللہؐ کی زندگی میں ہی عیسائیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔ یہ حضرت زیدؓ بن حارث رسول اللہؐ کے غلام تھے۔ آپؐ نے ان کی شہادت کے بعد اٹھارہ سالہ حضرت زیدؓ کے صاحب زادے حضرت اسامہؓ کو امیر لشکر اسلامی بنا دیا تھا۔ ان کی سرداری میں حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھی ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل کر دیا گیا تھا لیکن جب یہ لشکر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے مانگ لیا تھا۔

چنانچہ حیال نے حضرت صدیقؓ کے پاس حضرت عمرؓ کو دیکھا تو اسے حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی کہ اب اسلام کے خلاف جن فتنوں کی ابتدا ہونے والی ہے ان سے یہ دونوں حضرات بالکل بے خبر معلوم ہوتے ہیں اور شاید انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ عرب کے جو قبائل مرتد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں ان نازک حالات میں یہ دونوں مدینہ منورہ میں اسلام کا دفاع کس طرح کریں گے۔

حیال کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؓ نے حیال سے پوچھا "بیٹا! تیرا آنا کس مقصد سے ہوا ہے؟"

حیال نے جواب دیا "اے امیر المومنین! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ مدینہ سنسان ہو گیا اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ اس کی فکر کیجیے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا "تو نے یہ کس طرح اندازہ لگایا کہ مسلمانوں میں پہلے جیسی شان و شوکت نہیں پائی جاتی اور ان کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔"

حیال نے جواب دیا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ بیشتر قبائل زکوۃ سے منکر ہو رہے ہیں۔ وہ اسے اپنی محکومی کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا "تو اپنی کہہ کہ میرے پاس کیوں آیا ہے؟"

حیال نے جواب دیا "آپ کو یہ بتانے کے لیے کہ قبیلہ بنو اسد اور ان کے حلفا آئندہ زکوۃ نہیں دیں گے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا "وہ ایسا کیوں کریں گے؟"

حیال نے جواب دیا "کیونکہ ہم میں بھی ایک نبی موجود ہے اور ہمیں یہ نبی قریش کے پیغمبر سے زیادہ پسند ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما چکے ہیں اور طلیحہ ابھی زندہ ہے۔ اس لیے ہم اس کو اپنا نبی مانتے ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس درخواست کو مسترد فرما دیا اور اس کو سمجھایا "احکام الٰہی میں کمی و بیشی اور ترمیم و تنسیخ ناممکن ہے۔"

حیال نے مایوسی سے کہا "ہم لوگ بھی جو فیصلہ کر چکے ہیں، اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔"

حضرت صدیقؓ کو حیال کی گمراہی اور ضد بڑی ناگوار گزری۔ فرمایا "واللہ! اگر تم لوگ زکوۃ کے اونٹ کی ادنیٰ رسی بھی دینے سے انکار کرو گے تو میں تمہارے خلاف جہاد اور قتال کروں گا کیونکہ زکوۃ بھی اسلام کے فرائض پنج گانہ میں داخل ہے۔"

جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی اس وقت حضرت صدیقؓ کے پاس کئی جلیل القدر صحابہؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک نے آپؓ کو مشورہ دیا "قبائل عرب بے سروپا وحشی ہیں۔ عرب کے مختلف حصوں سے طوفان معاندت اٹھ رہے ہیں۔ خانہ ساز نبی اپنی اپنی جگہ پر شور برپا کر رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ فتنہ انگیزی کے لیے الگ گھات لگائے بیٹھے ہیں اس لیے مصلحت وقت یہی ہے کہ فی الحال لوگوں کی تالیف قلوب کی جائے اور جب تک اساس خلافت مستحکم نہ ہو جائے، ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ مشورہ بالکل پسند نہ آیا۔ آپؓ برافروختہ ہوئے اور فرمایا "حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، نبوت منقطع ہو گئی۔ وحی الٰہی کا سلسلہ موقوف ہو گیا، سارا عرب دشمنی پر آمادہ ہے۔ میں اپنی حربی کمزوری کا بھی بخوبی احساس رکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود اللہ کی قسم جس قدر زکوۃ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجتے تھے اگر اس میں سے ایک حبہ بھی کم کر دیں گے تو میں ان کے خلاف جنگ کروں گا اور اگر بالفرض تم لوگوں میں سے کوئی میرا ساتھ نہ دے گا تو میں ان سے تنہا مقابلہ کر کے زکوۃ وصول کر لوں گا۔ یہ ممکن نہیں کہ اسلام کا کوئی رکن توڑا جائے۔ کیا حامل وحی علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے بعد اسلام یتیم ہو کر کسمپرسی کی حالت میں مبتلا ہو جائے گا۔"

ان صحابی نے عرض کیا "آپؓ نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا۔ بالکل درست لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کفار سے اس وقت تک مقابلہ کرو جب تک وہ لاالہ الااللہ نہ کہیں مگر موجودہ صورت میں جب کہ وہ اقرار و توحید و رسالت میں ہمارے شریک حال ہیں' آپ ان کے خلاف کس طرح ہتھیار اٹھا سکتے ہیں؟"

حضرت صدیقؓ نے فرمایا "میں ایسے لوگوں پر ضرور لشکر کشی کروں گا جو کلمہ شہادت اور نماز و زکوۃ میں تفریق کرتے ہیں۔"

اس وقت وہاں جو بھی صحابیؓ موجود تھے سبھی اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انشراح صدر فرمادیا تھا اور آپؓ کے دل میں نورِ صداقت کا ایک روزن کھل گیا تھا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عزم و ثبات دیکھ کر دوسرے صحابہؓ کے بھی حوصلے بڑھ گئے تھے۔ حیال بے نیل و مرام مدینہ طیبہ سے واپس گیا اور اسے حضرت صدیقؓ سے جو جواب ملا تھا اپنے قبائل کو جا سنایا اور یہ بھی بتایا کہ اس وقت مدینے میں ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے بہت کم مسلمان پائے جاتے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو ایک ہی حملے میں ان کا صفایا کر دیں گے۔

جھوٹے نبی طلیحہ نے اپنے بھائی حیال کو حکم دیا "تو جلد از جلد مدینے پر حملہ کر دے۔"

دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حیال کے عزائم کا اندازہ لگا لیا تھا۔ آدمیوں کی کمی کے باوجود آپ نے حضرت علیؓ' حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو انصار مدینہ کا افسر مقرر فرمایا۔ آپؓ کو یہ یقین تھا کہ اسلام کے دشمن بہت جلد مدینے پر حملہ آور ہوں گے۔ آپؓ نے مذکورہ بالا حضرات کو حکم دیا کہ وہ ہر وقت مسجد نبوی میں موجود رہیں اور حالات پر نظر رکھیں۔

ابھی اس واقعہ کو تین ہی دن گزرے تھے کہ حیال شام کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوا لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مسلمان مجاہد اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت صدیقؓ کو اس حملے کی خبر کر دی گئی۔ آپؓ نے فرمایا "دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔"

اس وقت مسلمانوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔ صرف وہ اونٹ تھے جن پر پانی لاد کر لایا جاتا تھا۔ حضرت صدیقؓ نے حکم دیا "ان اونٹوں کو گھوڑوں کی جگہ استعمال کیا جائے۔" مسلمان اونٹوں پر سوار ہو کر حیال کا مقابلہ کرنے لگے۔

حیال اس شک و شبے کے ساتھ مدینے پر حملہ آور ہوا تھا کہ شاید مسلمانوں کی کثرت اس کی شکست

کا باعث بن جائے۔ اس نے اپنی فوج کا ایک حصہ راستے میں ہی چھپا دیا تھا تاکہ واپسی میں اس کی مدد حاصل رہے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ حیال پہلے ہی حملے میں شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور ان کو دوڑاتے ہوئے حیال کی پچھلی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ جہاں ان سرکشوں نے مسلمانوں کے اونٹوں کے لیے ایک نئی چال اختیار کر رکھی تھی۔ یعنی خالی مشکوں میں ہوا بھر کے انہیں راستے میں ڈال دیا تھا۔ اونٹوں نے ان پھولی ہوئی مشکوں کو دیکھ کر واپسی کی راہ اختیار کی اور مدینے پہنچ کر ہی دم لیا۔

لیکن حیال میں اب اتنا دم نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کا تعاقب کرتا۔ وہ اپنی جگہ پر رک گیا اور مسلمانوں کے کسی اقدام کا منتظر رہا۔

دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ رات بھر جنگ کی تیاری کی جائے اور صبح سے پہلے پیادہ پا چل کر حیال پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور یہ پیادہ پا مسلمان اچانک حیال پر حملہ آور ہو کر مرتدوں کی حیرت کا سبب بن گئے۔

اس جنگ میں نمایاں جو چیز نظر آئی کہ یہاں ایک زبردست ٹیلہ موجود تھا اور حیال نے اسی ٹیلے کو اپنے لیے پسند کیا تھا۔ مدینے سے واپس آنے کے بعد اس نے یہ سوچا بھی نہ تھا کہ واپس جانے والے مسلمان دوبارہ واپس بھی آئیں گے۔ وہ ٹیلے سے نیچے اتر آیا۔

مسلمانوں نے اندھیرے میں اس ٹیلے پر قبضہ کر لیا اور پھر جب مشعلوں کی روشنی میں مسلمانوں نے اس ٹیلے سے اتر کر اچانک حیال پر حملہ کر دیا تو وہ گھبرا گیا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ مسلمانوں کی پیادہ پا فوج کہاں سے آ گئی؟

حیال ایک دن پہلے جن مسلمانوں سے جنگ آزما ہوا تھا وہ اونٹوں پر سوار ہو کر سامنے آئے تھے مگر اب اس کا جن مسلمانوں سے مقابلہ تھا وہ مسلمانوں کی پیدل فوج تھی۔ حیال کو شبہ گزرا کہ اس نے مدینے میں مسلمانوں کی طاقت کا جو اندازہ لگایا تھا وہ غلط تھا۔ اب جو فوج مسلمانوں کی طرف سے حملہ آور ہوئی ہے یہ ان کی تازہ دم فوج ہے اور معلوم نہیں مسلمانوں کے پاس ابھی کتنی فوج اور موجود ہے۔ انہیں اپنی بے سروپا فوج سے شکست نہیں دی جا سکتی تھی۔ وہ پسپا ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔

ابھی سورج طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ مرتدوں کو شکست ہو گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دشمنوں کا تعاقب کریں' چنانچہ مرتدوں سے چھینے ہوئے گھوڑوں پر بیٹھ کر ان کا پیچھا کیا گیا۔ جو مسلمان حضرت صدیقؓ کے ساتھ اب بھی میدانِ جنگ میں موجود تھے وہ دشمن کے چھوڑے ہوئے

مال غنیمت کو اکٹھا کرنے لگے۔

✪✶✪

طلیحہ کے ماننے والے مدینے سے مکے جانے والی سڑک پر سمیرا کے آس پاس رہتے تھے۔ طلیحہ کی وجہ سے اسد غطفان اور بنو طے نامی قبائل یہیں آباد تھے۔ طلیحہ کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو غطفان اور فزارہ نامی قبائل جنوب میں چلے گئے اور بنو طے کے قبائل وہاں کے سرحدی علاقوں میں چلے گئے۔ کئی دوسرے قبیلے بنو عبس، ثولبہ بن سعد اور مرۃ نے زبدہ کے قریب ابرق کے علاقے کو پسند کر لیا اور یہیں آباد ہو گئے۔ قبیلہ کنانہ کے لوگوں نے بھی طلیحہ کو نبی مان لیا تھا اور یہ لوگ بھی سمیرا میں رہنا چاہتے تھے لیکن اب یہاں ان کے لیے گنجائش نہیں رہی تھی اس لیے طلیحہ کے ماننے والے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک حصے نے الابرق نامی جگہ پر سکونت اختیار کی اور دوسرا حصہ ذوالقصہ میں آباد ہو گیا۔

چنانچہ حیال نے شکست اٹھانے کے بعد راہ فرار اختیار کی تو اس نے ذوالقصہ پہنچ کر دم لیا۔

یہ عہد صدیقی کی پہلی فتح تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس جگہ حضرت نعمانؓ بن مقرن کو سپاہیوں کے ساتھ چھوڑا اور مدینے واپس تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کی فتح سے مرتدوں کی خاصی تعداد متاثر ہوئی اور وہ دوبارہ اسلام کی آغوش میں آ گئے لیکن قبیلہ 'بنو عبس اور ذبیان نے ہٹ دھرمی اختیار کی اور اپنے علاقے کے مسلمانوں کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔ چند مسلمانوں کو قتل بھی کر دیا۔

جب یہ خبریں حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچیں تو آپ نے قسم کھائی کہ وہ ان شہدا کے بدلے میں مشرکوں کے اس سے زیادہ افراد قتل کریں گے۔

مرتدوں کی شکست نے جھوٹے نبی طلیحہ کے ماننے والوں میں ہلچل سی پیدا کر دی تھی۔ طلیحہ نے اپنے ماننے والوں کو یہ یقین دلایا تھا کہ ان جنگوں میں اسے فتح حاصل ہو گی اور مسلمان ناکام و نامراد رہیں گے لیکن جب اس کا بھائی حیال شکست اٹھا کر ذوالقصہ پہنچا تو طلیحہ کو بڑی شرمندگی ہوئی اور اس کے ماننے والوں نے بھی طرح طرح کے سوالات کر کے اس کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جن قبائل نے طلیحہ کو نبی مان لیا تھا۔ وہ اس شکست سے بہت مایوس ہوئے اور اس سے کہا "اے طلیحہ! تم کیسے نبی ہو کہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

طلیحہ نے انہیں تسلیاں دیں اور کہا "تم لوگ میری نبوت کو میری ناکامیوں اور کامیابیوں کے پیمانے سے مت ناپو۔"

طلیحہ کے بھائی حیال نے اپنے بھائی سے شکایتاً کہا "بھائی! میرا تو یہ اندازہ تھا کہ میں بہ آسانی مسلمانوں کو شکست دے دوں گا مگر میرے ارادوں اور خیالوں کے مطابق کوئی کام نہ ہوا۔ اگر میں وہاں ڈٹا رہتا تو شاید مجھے بھی واپسی نصیب نہ ہوتی۔ بھائی، تم تو نبی ہو۔ مجھے بتاؤ ایسا کیوں ہوا؟"

طلیحہ نے نہایت رازداری سے دریافت کیا "پہلے تو یہ بتا کہ محمدؐ کے جانشین ابوبکر صدیقؓ تجھ کو شکست دینے کے بعد تیرا پیچھا کر رہے ہوں گے۔"

حیال نے کہا "میرا خیال ہے کہ وہ ہمارا یہاں تک ضرور پیچھا کریں گے اس لیے ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں اور کہیں اور چلے جائیں۔"

طلیحہ پر مسلمانوں کی ایسی دہشت بیٹھی کہ وہ ذوالقصہ کو بھی چھوڑ گیا۔ اسے بتایا گیا کہ عبس اور ذبیان کے لوگوں نے بلاوجہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جس سے مسلمانوں کے خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ ان مقتول مسلمانوں کا بدلہ ضرور لیں گے۔ اب ہم سب خطرے میں گھر گئے ہیں اور پتا نہیں مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں کون زندہ بچے گا اور کون مارا جائے گا۔

طلیحہ نے حکم دیا "مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں تم سب اسی طرح جنگ آزما ہو جاؤ کہ وہ اپنی جانیں بچا کر نہ جا سکیں۔"

سب نے برکت حاصل کرنے کے لیے طلیحہ کے سیدھے ہاتھ کو باری باری بوسہ دیا۔

اب یہ لوگ مسلمانوں سے بہت زیادہ خائف نہیں تھے کیونکہ ان کا نبی ان کے ساتھ تھا اور مسلمانوں کے نبیؐ نے وفات پائی تھی اور ان کے نبی کی جگہ ان کے جانشین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسلمانوں کے سارے معاملے اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔

طلیحہ اور اس کے پرستاروں کو یہ راز معلوم تھا کہ ان دنوں مسلمانوں کی عسکری قوت مخدوش تھی۔ مسلمانوں کے بیشتر جنگ جو اٹھارہ سالہ حضرت اسامہؓ کے ساتھ موتہ گئے ہوئے تھے اور پورا عرب بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ عربوں کے کئی قبائل زکوۃ اور نماز کی نافرمانی کا اعلان کر چکے تھے۔ یمن میں اسود عنسی نے جو ہنگامے برپا کیے تھے اس کے آثار ابھی تک پائے جاتے تھے۔ یہ ساری باتیں طلیحہ کے علم میں تھیں۔ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی بہت بڑی کارروائی کر سکتا تھا جس کے نتائج کسی حد تک اس کی مرضی کے مطابق نکلتے لیکن اسے وہ یقین نہیں ملا تھا جو فتح حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

طلیحہ اپنے خیمے کے اندر کمبل اوڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو بتاتا کہ اس پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔

طلیحہ کو بھی یہ خبر مل چکی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبس اور ذبیان والوں کے لیے یہ قسم کھائی ہے کہ ان لوگوں نے جتنے مسلمانوں کو شہید کیا ہے۔ اس سے زیادہ عبس اور ذبیان کے لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھوں قتل کیے جائیں گے۔

یہ لوگ بظاہر طلیحہ کی سرپرستی میں تھے مگر طلیحہ نے بھی ان سب کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے ہوشیار اور خبردار رہیں۔

اسی دوران میں حضرت اسامہؓ بن زید موتہ کی جنگ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ پہنچ چکے تھے۔

دوسری طرف حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدیؓ بھی دور دراز سے عشر اور زکوۃ وصول کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ گویا اب مسلمانوں کے پاس فوجی قوت بھی موجود تھی اور مال و زر کی بھی افراط تھی۔ ان حالات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جملہ مرتدین کو خطوط لکھے کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو جائیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ ان خطوط کے ساتھ ہی آپ نے کئی مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے لشکروں کا سردار بنا کر مرتدین کے علاقوں میں روانہ کر دیا کہ وہ عشر و زکوۃ ان سے وصول کریں۔

اب حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ کی سرکوبی پر متعین کیا گیا اور آپؓ خود عبس اور ذبیان نامی قبیلوں پر حملہ آور ہونے کے لیے ان دونوں کے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

عبس اور ذبیان کے لوگ پہلے ہی سے خوف زدہ تھے جب انہیں کوئی راستہ بچت کا نظر نہ آیا تو طلیحہ سے مدد چاہی۔

طلیحہ نے ان کو یقین دلایا کہ "مجھ کو اپنے دل میں رکھو۔ میری نبوت کے قائل رہو۔ جب اس یقین کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرو گے تو قطعی کامیاب ہو جاؤ گے۔" یہ لوگ طلیحہ کی ہمت افزائی کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقابلے پر آ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک موقع اور دیا اور فرمایا "تم لوگ ارتداد چھوڑ دو اور دوبارہ مسلمان ہو جاؤ۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "ہم نہ تو طلیحہ کی نبوت کے منکر ہوں گے اور نہ دوبارہ اسلام قبول کریں گے۔"

اب جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دونوں طرف سے فوجیں آگے بڑھیں اور مصروف پیکار ہو گئیں۔

ان سادہ لوح لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ان کا نبی طلیحہ وہاں سے کوچ کر چکا ہے اور کسی

نامعلوم جگہ سکونت اختیار کر لی ہے۔ اس طرح عبس اور ذبیان نامی قبیلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقابلے میں تنہا رہ گئے تھے۔ ایمان اور بے ایمانی کی اس جنگ میں مسلمانوں نے مرتدوں کی خاصی صفائی کر دی۔ جو باقی بچے انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ لوگ طلیحہ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر طلیحہ کہیں دور حضرت جبرئیلؑ کے انتظار میں بیٹھا سب کو بے وقوف بنا رہا تھا۔

مسلمانوں نے اس فتح کے بعد دونوں قبیلوں کے مرتدوں کو بے دریغ مارا گویا اس طرح شہید مسلمانوں کا خون بہا مل گیا تھا۔

اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مدینے کو ضرورت تھی۔ آپ مدینے واپس تشریف لے گئے۔

✪✯✪

حاتم طائی کو قبیلہ طلیحہ کو نبی ماننے والے قبائل کے درمیان گھرا ہوا تھا اور ان کی سرکوبی کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا تھا لیکن حضرت عدیؓ بن حاتم کو بڑی تشویش تھی کہ اس جنگ میں اس کے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگ بحالت ارتداد قتل کر دیے جائیں گے جبکہ حضرت عدیؓ بن حاتم ایسا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اپنے قبیلے کو تبلیغ و تلقین کے ذریعے دوبارہ مسلمان بنا لینا چاہتے تھے لیکن یہ کام جھوٹے نبی طلیحہ کی موجودگی میں بہت مشکل تھا۔

حضرت عدیؓ بن حاتم نے چوری چھپے اپنے قبیلے کے چند معززین کو بلوا کر ملاقات کی۔ یہ لوگ حضرت عدیؓ بن حاتم کے سامنے شرمسار نظر آئے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم نے اپنے ہم قبیلہ سردار سے پوچھا "تم لوگوں نے کیا سمجھ کر طلیحہ جیسے جھوٹے کو اپنا نبی مان لیا ہے؟"

بنو طے قبیلے کے سردار نے جواب دیا "بنو اسد اپنے حلیف ہیں اور طلیحہ پر وحی آتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دنیا کبھی بھی نبی سے خالی نہیں ہوگی۔ مدینے میں محمد عربیؐ کی وفات کے بعد عرب کو ایک نبی کی ضرورت تھی چنانچہ طلیحہ کی شکل میں عربوں کو ایک نبی مل گیا ہے۔"

حضرت عدیؓ بن حاتم نے کہا "تمہاری سمجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ جاننے کے باوجود طلیحہ کو نبی مان رہے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ ان پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔"

بنو طے کے سردار نے شرمندگی سے کہا "واقعی ہم نے عجلت سے کام لیا اور بلاوجہ طلیحہ پر ایمان لے آئے۔"

حضرت عدیؓ بن حاتم نے پوچھا "اب جب کہ تمہارے خلاف فوجی کارروائی ہونے والی ہے اور مسلمانوں کی طرف سے خالدؓ بن ولید کو اس جنگی کارروائی پر سردار مقرر کیا گیا ہے تو تم لوگ کس طرح

اپنا دفاع کرو گے؟"

بنو طے کے سردار نے کہا "ہم تائب ہونا چاہتے ہیں اور دوبارہ مسلمان ہونے کو تیار ہیں لیکن ابھی ہم سب طلیحہ کے حامی اور ارادت مندوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم ان سے جدا نہیں ہوتے ہم دوبارہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتے اور بالفرض محال ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو خالدؓ بن ولید ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت عدیؓ بن حاتم نے جواب دیا "سب سے پہلے تو تم لوگ طلیحہ کے حلقہ اثر وانتداب سے نکلو۔ اس کے بعد اسلام قبول کرلو۔ اس دوران میں 'میں خالدؓ بن ولید سے بات کرلوں گا۔"

سردار اپنے قبیلے میں واپس چلا گیا اور حضرت عدیؓ بن حاتم نے اسی وقت حضرت خالدؓ سے ملاقات کی اور موجودہ صورت حال سے حضرت خالدؓ بن ولید کو آگاہ کیا اور آخر میں یہ طے پایا کہ حضرت خالدؓ بن ولید فی الحال جنگ سے گریز کریں گے کیونکہ وہ قبیلہ بنو طے کو بچانا چاہتے تھے۔

طلیحہ کے معتقد قبیلے جنگ کے لیے تیار تھے لیکن انہوں نے جب قبیلہ بنو طے کو اپنے درمیان سے نکلتے دیکھا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی اور ان سے پوچھا "اس نازک وقت میں بنو طے کا طلیحہ کو چھوڑ کر جانا عجیب سا مسئلہ ہے!"

طلیحہ نے بنو طے کے سرداروں کو طلب کیا اور پوچھا "کیا بات ہے کہ تم لوگ ہمارے قرب سے دور ہوتے جا رہے ہو؟"

بنو طے کے سردار نے جواب دیا "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمارے قبیلے کی بعض شاخیں آپ کی نبوت کا اقرار کرنے آ رہی ہیں۔ ہم یہ سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خدا کو منظور ہوا تو دو چار ہفتوں میں ہم اپنے قبیلے کی ان کئی شاخوں کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس طرح آپ کے امتیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

طلیحہ بہت خوش ہوا اور بنو طے کے سردار سے وعدہ کیا "جب تیرے قبیلے کے دوسرے لوگ بھی یہاں آ جائیں گے تو ہم ایک جشن منائیں گے۔ اسی جشن میں تیرے قبیلے کے بڑے شامل ہوں گے اور جب میری نیابت کا مسئلہ اٹھے گا تو تیرے قبیلے کے لوگوں کو 'میری نیابت بخشی جائے گی۔ اس طرح قبیلے بنو طے میں بھی میری بزرگی منتقل ہو جائے گی۔"

وہ سردار سے دیر تک باتیں کرتا رہا اور سبز باغ دکھاتا رہا۔

بنو طے کا قبیلہ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان سرداروں نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے

ملاقات کی اور حضرت عدیؓ بن حاتم نے ان سب کو خالدؓ بن ولید سے ملوا دیا اور اس طرح بنو طے کا مرتد قبیلہ دوبارہ مسلمان ہو گیا اور ان لوگوں نے اپنے ایک ہزار جوان بھی حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمت میں پیش کیے کہ "یہ آپ کی طرف سے اسلام کے لیے طلیحہ سے جنگ کریں گے۔"

یہ خبریں طلیحہ کو پہنچیں تو وہ اپنے پرستاروں میں بنو طے کی شکایت لے کر پہنچا اور کہا "اگر تم لوگ ذرا بھی ہوشیار ہوتے تو بنو طے کو یہاں سے نہ جانے دیتے۔"

ایک شخص نے کھڑے ہو کر جواب دیا "حضرت آپ نبی ہیں اور آپ کے پاس جبریلؑ تشریف لاتے ہیں۔ پھر جبریلؑ یا کسی فرشتے نے آپ کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ بنو طے کے لوگ اسلام کی طرف واپس جا رہے ہیں۔"

طلیحہ نے کہا "ایک فرشتے نے مجھے بتایا تھا کہ کچھ لوگ مجھے دھوکا دینے والے ہیں لیکن وہ مجھے نہیں بلکہ خود کو دھوکا دیں گے۔ اس وقت تو میں فرشتے کی بات کا اصل مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن ابھی کچھ دیر پہلے معلوم ہوا کہ جو لوگ میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں 'وہ بھی خوش نہیں رہیں گے اور اللہ کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہو گا۔"

بنو غطفان کے ایک بدمزاج امیر نے پوچھا "ہمارا واسطہ خالدؓ بن ولید سے پڑے گا۔ اور خالدؓ بن ولید وہ شخص ہے جو کبھی ناکام نہیں ہوا ہے۔ کیا ہم ان کو شکست دے سکیں گے؟"

طلیحہ نے جواب دیا "اے شخص! تیرا ایمان کمزور ہے۔ جب ہی تو خالدؓ بن ولید سے خوف زدہ ہے۔"

اسی سردار نے دوسرا سوال کیا "آپ نے کبھی کسی فرشتے سے پوچھا۔ آپ کا مذہب کب تک عرب میں پھیل جائے گا؟"

طلیحہ نے جواب دیا "مت گھبرا۔ آج جو لوگ مجھ سے جنگ کر رہے ہیں۔ کل یہی لوگ میرے دین میں داخل ہو جائیں گے۔"

لیکن حضرت خالدؓ بن ولید کی دہشت نے ہر کسی کو پریشان کر رکھا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے جنگ میں کسی قدر تامل سے کام لیا۔ ان کی خواہش تھی کہ جنگیں کم سے کم ہوں اور لوگ راہ راست پر آ جائیں۔ قبیلہ بنو طے کے دوبارہ مسلمان ہو جانے سے ان کی توقعات کچھ زیادہ ہو گئی تھیں اور انہیں اندازہ تھا کہ طلیحہ کی نبوت کا جھوٹا دعویٰ زیادہ دیر تک اپنا اثر برقرار نہیں رکھ سکے گا۔

اب طلیحہ کی بیوی بھی کبھی کبھی اس کا مذاق اڑانے لگی کیونکہ وہ بارہا یہ دیکھ چکی تھی کہ جب بھی

طلیحہ پہ کوئی وقت پڑتا تھا تو وہ سر پر کمبل ڈال کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ کہتا تھا مجھ سے دور رہو مجھ پر وحی آ رہی ہے۔

جب اس کو یہ بتایا گیا کہ مسلمان طلیحہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں اس لیے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے طلیحہ اپنے خدا سے درخواست کرے کہ وہ فرشتوں کی ایک فوج بھیج دے اور یہ فوج مسلمانوں کا قلع قمع کر دے تو وہ سر پر کمبل ڈال کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص اس کے خیمے میں نہ آئے۔

کافی دیر بعد قبیلے کے لوگوں نے اس کی بیوی سے کہا "اب تو جا اور معلوم کر کہ تیرے شوہر کو اللہ کی طرف سے کتنی مدد ملنے والی ہے؟"

بیوی اندر گئی تو شوہر نے اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بیوی نے جھنجلا کر کہا "آخر تم کب تک اسی طرح بیٹھے رہو گے۔ اور تمہارا خدا تمہاری کسی بات کا جواب کیوں نہیں دیتا؟"

طلیحہ بدستور خاموش بیٹھا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ کانپ رہا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کانپتے کانپتے کہیں پرواز کر جائے گا۔

بیوی نے اس کو جھنجوڑا اور پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے، تم میری کسی بات کا کوئی جواب کیوں نہیں دیتے؟"

وہ بدستور کپکپاتا رہا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر کار بیوی نے اس کے سر سے کمبل کھینچ لیا۔ دیکھا طلیحہ پر تشنج کی کیفیت طاری ہے اور وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں نظر آ رہا تھا۔

بیوی نے اس کے دو تھپڑ رسید کیے اور کہا "اپنے ہوش میں آ جا۔ میں خوب سمجھتی ہوں اور مجھے جلد از جلد یہ بتا کہ مسلمان جو ہم سے لڑنے آ رہے ہیں، وہ ہمیں نیست و نابود کر دیں گے یا ہم انہیں تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

طلیحہ بڑبڑانے لگا "اے ناقص العقل عورت! یہ تو نے کیا کیا؟ ابھی کچھ دیر پہلے ایک فرشتہ کچھ خاص خبریں لے کر آیا تھا مگر ابھی وہ کچھ بتا بھی نہیں سکا تھا کہ تو نے میرا کمبل کھینچ کر فرشتے کو بھگا دیا۔"

طلیحہ کی بیوی نے طعنہ دیا "تیرا فرشتہ بہت نازک مزاج ہے کہ ہمارے شور و غل سے بھاگ جاتا ہے۔"

طلیحہ نے بیوی کو سمجھایا "یہ نازک اور مقدس معاملے تیری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس لیے جب مجھ پر وحی کا نزول ہو رہا ہو تو تجھے مجھ سے دور رہنا چاہیے۔"

جب یہ باتیں ہو رہی تھیں اس وقت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ لشکر کے ساتھ منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے ابرق پہنچ چکے تھے۔ یہ بنی ذبیان کا علاقہ تھا۔ مسلمانوں نے دیکھا یہاں چراگاہ میں بنی ذبیان کے مویشی آزادی سے چر رہے ہیں۔ اس وقت قبیلے کا مشہور سردار حطیہ اپنے خیمے سے باہر کھڑا مویشیوں کے چرنے کا نظارہ کر رہا تھا۔ حطیہ اپنی سرداری کے علاوہ بہ حیثیت شاعر زیادہ مشہور تھا۔

اس کی نظر اچانک مسلمانوں پر پڑی تو وہ زور زور سے چلانے لگا "اے میری قوم! ہوشیار ہو جا کہ مسلمان ہمارے سروں پر آ پہنچے ہیں۔"

بنی ذبیان کو اندازہ تھا کہ مسلمان ان کا پیچھا کریں گے۔ وہ ذہنی طور پر اس جنگ کے لیے تیار تھے۔ ان کے بچے، جوان، بوڑھے اور عورتیں سبھی حرکت میں آ گئے۔ کوئی اپنے جانوروں کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ کسی نے سب سے پہلے ہتھیار سنبھالے۔ کچھ اپنا سامان سمیٹنے لگے۔

ذہنی طور پر بنی ذبیان مسلمانوں سے مرعوب بھی تھے۔ اس لیے ان کے بیشتر لوگ اپنے سامان اور مویشیوں سمیت راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔

ان کے سردار اور شاعر حُطیہ نے اپنے قبیلے والوں سے کہا "میں مسلمانوں کو جنگ میں الجھاتا ہوں۔ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے سامان اور مویشیوں کے ساتھ اپنے قبیلے سمیت پناہ کی تلاش میں فرار ہو جاؤ۔"

حُطیہ نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن بنی ذبیان کے لوگ اپنے مویشیوں اور سامان سمیت بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمانوں نے پوری وادی کو قبضے میں لے لیا۔ نبرد آزما بنی ذبیان کے لوگ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔ ان گرفتار ہونے والوں میں بنی ذبیان کا مشہور شاعر اور سردار حُطیہ شامل تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس فتح سے بڑی خوشی ہوئی لیکن یہ افسوس بھی ہوا کہ اکثر بنی ذبیان بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، یہ لوگ فرار ہو کر طلیحہ کے علاقے میں چلے گئے۔

اب مسلمانوں کے مویشی بنی ذبیان کی چراگاہ میں آزادی سے چر رہے تھے۔

ہر طرف فتنہ ارتداد برپا تھا اور منافقین ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ مدینے کے مقامی لوگوں میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس فاتح لشکر کی قیادت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمائی تھی۔ اب فتح مندی کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے درخواست کی "حضرت! اب آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے جائیں کیونکہ کچھ پتا نہیں کہ منافقین کب

ہمارے خلاف کوئی فتنہ کھڑا کر دیں۔"

آپؓ یہیں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور بنی بکر، بنی عبس اور بنی ذبیان نے اتحاد قائم کیا اور طلیحہ کے پاس پناہ حاصل کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مدینہ واپس جانے کے بعد طلیحہ کی سرکوبی کے لیے حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عدیؓ بن حاتم سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم نے حکمت عملی سے مرتدین بنو طے کو توڑ لیا تھا اور یہ لوگ طلیحہ سے علیحدگی اختیار کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔

بنو طے کی علیحدگی نے طلیحہ کو بہت دکھ پہنچایا۔ اس نے چند دوسرے قبائل کو دعوت دی کہ وہ اس کی مدد کریں اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اسے مسلمانوں پر فتح حاصل ہو گئی تو وہ اپنے حامیوں کو مال و دولت سے نواز دے گا۔ اس کو بنو طے کے الگ ہو جانے کا بے حد دکھ تھا۔ وہ اسے اپنی بہت بڑی شکست سمجھ رہا تھا۔ طلیحہ نے اپنی نبوت کا اعلان کر کے قبائل کو ورغلانے اور گمراہ کرنے پر جو محنت کی تھی۔ اس کا یہ ناکام پہلو طلیحہ کو مستقل بے چین کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ اس نے قبیلہ بنو طے کی شاخ جدیلہ اور غوث کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی مدد کریں۔ اس نے دونوں قبیلوں کے سرداروں کو شکایتاً لکھا تھا کہ بنو طے نے اس کو دھوکا دیا ہے اور یہ لوگ دوبارہ مسلمانوں سے جا ملے ہیں اس لیے میں قبائل جدیلہ اور غوث کی مدد سے منحرف ہو جانے والے بنی طے کو سزا دینا چاہتا ہوں۔

طلیحہ اپنی حکمت عملیوں میں مشغول تھا اور مسلمان اپنی تدابیر میں مشغول تھے۔

جب حضرت عدیؓ بن حاتم کو یہ بتایا گیا کہ بنو طے کے دو قبیلے جدیلہ اور غوث، طلیحہ سے جا ملے ہیں تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت عدیؓ بن حاتم کو حکم دیا کہ وہ طلیحہ پر اس طرح حملہ کریں کہ ان کا پہلا معرکہ بنو طے کے قبیلے جدیلہ اور غوث سے ہو۔

حضرت عدیؓ بن حاتم اپنے قبیلے کے لوگوں سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ ان دونوں قبیلوں کو بھی اسلام کی طرف واپس لانا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک بار پھر حضرت خالدؓ بن ولید سے وقت مانگا تاکہ وہ اپنے قبیلے والوں کو سمجھا بجھا کر ماضی کی طرح راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

نہایت خفیہ طریقے سے جدیلہ اور غوث کے سرداروں سے حضرت عدیؓ بن حاتم کی ملاقات ہوئی۔

حضرت عدیؓ بن حاتم نے ان سرداروں سے پوچھا "کیا بات ہے کہ تم لوگ دوبارہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے؟"

جدیلہ اور غوث کے سرداروں نے کہا "ہم سب اس بات پر اتفاق کر چکے ہیں کہ زکوۃ نام کا محکومی ٹیکس ہم مسلمانوں کو ادا نہیں کریں گے۔"

حضرت عدیؓ بن حاتم نے ان کو سمجھایا "دیکھو! جسے تم لوگ محکومی کا ٹیکس کہہ رہے ہو وہ زکوۃ ہے۔ ناداروں کا حصہ اور اس میں سے کوئی متمول بھی اپنے لیے ایک حبہ تک حاصل نہیں کر سکتا۔ اپنے دل سے یہ خیال نکال دو کہ تم طلیحہ کا ساتھ دے کر کامیاب رہو گے۔ ہم مسلمان تم سب کا جینا حرام کر دیں گے۔ کیا تمہارے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ اور ہم سب کی نظروں میں سرخ روئی حاصل کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے طلیحہ کی طرف سے ہم سے جنگ کی اور شکست اٹھائی تو تم ہم سے کسی ہمدردی کی توقع نہیں رکھنا۔ تم سب ذلیل ہو جاؤ گے۔"

حضرت عدیؓ بن حاتم نے جو کچھ اور جس طرح انہیں سمجھایا وہ ان کے دلوں میں اترتا چلا گیا۔ لیکن ان کے آزاد اور مرتدانہ افکار میں معمولی سی تبدیلی بھی نہیں آئی۔ کچھ سردار حضرت عدیؓ بن حاتم کی باتوں کے قائل نظر آتے تھے لیکن یہ لوگ اپنے منکر ساتھیوں کی وجہ سے بے بس و لاچار تھے۔

طلیحہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عدیؓ بن حاتم اور اس کے حلیف قبیلے کے سرداروں میں مفاہمت کی باتیں ہو رہی ہیں تو اس نے بنو طے کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دی۔

جو طائی قبیلے کے سردار حضرت عدیؓ بن حاتم کی باتوں سے قائل ہو گئے تھے انہوں نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے کہا "آپ ابھی جارحانہ کارروائی نہ کریں کیونکہ ہم ان سب کو اسلام کی طرف دوبارہ لانے کی کوشش کریں گے۔"

جدیلہ اور غوث کے لوگ آہستہ آہستہ طلیحہ سے منہ موڑنے لگے۔ یہ لوگ پیچھے ہٹتے جا رہے تھے اور انہیں جب بھی موقع ملتا چپ چاپ کہیں چلے جاتے تھے۔ طلیحہ ان کی کمی محسوس کرنے لگا تو اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جدیلہ اور غوث کے آدمیوں کی خفیہ نگرانی کی جائے۔

لیکن طلیحہ میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ اپنی پوری قوت جدیلہ اور غوث پر ضائع کر دیتا۔ حضرت عدیؓ بن حاتم کو کچھ وقت ضرور لگا مگر سارے بنو طے کے لوگ حضرت عدیؓ بن حاتم کے پاس پہنچ گئے۔ یہ بنو طے کے لوگ حضرت خالدؓ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے ان سب کے سامنے نہایت پر اثر تقریر کی اور کہا "میں نہیں چاہتا تھا کہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے قبیلے کے لوگ قبولِ اسلام کے بعد جھوٹوں کی پیروی اختیار کریں۔"

جدیلہ اور غوث کے لوگ حضرت عدیؓ بن حاتم اور حضرت خالدؓ بن ولید کے اتنے گرویدہ ہو گئے کہ

انہوں نے بھی ایک ہزار آدمی طلیحہ کے بدانجام کے لیے مختص کردیے۔ اب جب کہ جدیلہ اور غوث کے لوگ جھوٹے نبی سے پیچھا چھڑا کر اس سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ یہ لوگ اپنی چند روزہ گمراہی اور گم کردگی پر اس قدر افسوس کرتے تھے کہ ان کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں اور اب یہ چاہتے تھے کہ طلیحہ سے جہاد کر کے اپنے گناہوں کو دھو ڈالیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عدیؓ بن حاتم کی کوششوں سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اگر ان کے ہم قبیلہ طلیحہ کی طرف موجود ہوں تو حضرت عدیؓ بن حاتم کی طرح انہیں بھی راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے کیونکہ اس کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گمراہوں کو راہ راست پر آنے کا موقع مل جائے گا اور دوسرے یہ کہ اس سے مسلمانوں کا جانی نقصان کم ہو گا۔

طلیحہ کو ان باتوں کا علم ہوا تو اسے خوف محسوس ہوا کہ اگر مسلمانوں کی یہی حکمت عملی رہی تو طلیحہ کے آدمی ٹوٹ ٹوٹ کر دوسری طرف جاتے رہیں گے اور اس سے طلیحہ کمزور ہوتا چلا جائے گا۔

طلیحہ نے اپنے بھائی حیال کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو دھکیلتا ہوا مدینے تک پہنچ جائے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے حیال کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور عکاشہ بن محض اور ثابت بن ارقم کو ایک فوجی دستہ دیا کہ تم دونوں جاؤ اور حیال کو کچل دو۔

یہ دستہ کسی بڑی فوج کا ہراولی دستہ معلوم دیتا تھا۔ ان دونوں نے آگے بڑھ کر حیال کو روک دیا اور ان دونوں میں معرکہ آرائی ہونے لگی۔ چند گھنٹوں میں عکاشہ نے حیال کو شکست دے دی۔ حیال نے بھاگنے کی کوشش کی مگر عکاشہ نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے بالکل قریب پہنچ کر حیال کو دعوت مبارزت دی۔

حیال کو بھی غیرت آئی اور وہ ایک دم مڑا اس وقت اس کے پاس صرف ایک تلوار، ایک پیش قبض، تیروں سے بھرا ترکش، کاندھے سے لٹکتی ایک کمان تھی۔ عکاشہ نے اس کو کوئی موقع نہ دیا کہ وہ اپنے کسی ہتھیار سے عکاشہ پر حملہ آور ہو۔

عکاشہ نے اس کے بائیں شانے پر اچانک وار کیا۔ جس سے اس کی ترکش کٹ کر زمین پر جا گری اور تیر بکھر گئے۔ عکاشہ نے دوسرا وار حیال کے پیش قبض پر کیا اور یہ پیش قبض بھی حیال سے جدا ہو کر دور جا گری۔ حیال ان پے در پے دو حملوں سے بدحواس ہو گیا اور جان بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر خوف زدہ حیال، عکاشہ سے خود کو نہ بچا سکا۔ خود قتل ہو گیا اور عکاشہ چلایا "زمانے دیکھ، میں نے جھوٹے

نبی کے بھائی کو ہلاک کر دیا۔"

دوسرے ہی لمحے حیال کا کٹا ہوا سر عکاشہ کے ہاتھوں میں تھا۔ اس کا دھڑ شکست خوردہ کافروں کو دے دیا گیا اور کہا "اپنے نبی سے جا کر کہہ دو کہ اپنے بھائی کے انجام سے عبرت پکڑے اور توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بندگانِ خدا کو ہلاکت سے بچائے۔"

جب حیال کی لاش طلیحہ کو پہنچائی گئی تو وہاں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ طلیحہ نے اپنے بھائی کے داہنے شانے کو بوسا دیا اور کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میرا بھائی مجھ پر قربان ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔"

اس کے بعد اس نے قسم کھائی کہ جب تک میں اپنے بھائی کے قاتل کو قتل نہیں کر لوں گا، مجھے سکون نہیں ملے گا۔ حاضرین نے اپنے نبی کی ہاں میں ہاں ملائی اور مشورہ دیا "سنا ہے کہ جس اسلامی دستے نے حیال کو قتل کیا ہے وہ بہت معمولی ہے اور ابھی تک اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اگر ہم کسی قدر عجلت سے کام لیں تو حیال کے قاتل کو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

طلیحہ نے حکم دیا کہ لشکر تیار کیا جائے۔ وہ اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لے گا!

یہ کام نہایت تیزی سے ہوا مسلمان سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جھوٹا نبی ان کے پاس آنے کی جرات کرے گا۔ ہراولی دستے کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ طلیحہ اپنے بڑے لشکر کے ساتھ عکاشہ پر حملہ آور ہو گیا۔

عکاشہ اور ثابت بن ارقم ابھی واپس جانے کی بابت سوچ رہے تھے۔ حیال کا کٹا ہوا سر ان کے پاس تھا جسے حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔

طلیحہ کا دوسرا بھائی سلمہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ طلیحہ نے اپنے بھائی کو حکم دیا "عکاشہ پر میں حملہ کروں گا اور ثابت بن ارقم کو تو قتل کرے گا۔"

چنانچہ غافل اسلامی ہراولی دستے پر یہ دونوں اس بری طرح حملہ آور ہوئے کہ دونوں اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے۔ فوری طور پر ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ اب ان کے سامنے نہ تو فرار کا کوئی راستہ تھا اور نہ بچاؤ کا۔ بدرجہ مجبوری جنگ کرنا پڑی اور اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عکاشہ کو طلیحہ نے اور ثابت بن ارقم کو سلمہ نے قتل کر دیا اور ان کی لاشوں کو لے کر اپنے علاقے میں واپس آ گئے۔

جب یہ خبر حضرت خالدؓ بن ولید کو ملی تو انہیں بے حد دکھ پہنچا اور مسلمانوں کو یہ ماننا پڑا کہ غفلت

سے کام نہیں چلے گا۔

اب طلیحہ کی فوری سرکوبی بہت ضروری ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت عدیؓ بن حاتم کو حکم دیا گیا کہ وہ فیصلہ کن معرکے کے لیے تیار ہو جائیں۔ جب یہی بات حضرت عدیؓ بن حاتم نے اپنے قبیلے کی شاخوں سے کہی تو عین وقت پر قبیلہ غوث نے معذرت کر لی کہ وہ بنو اسد سے جنگ نہیں کریں گے' انہیں کسی اور کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا جائے۔ بنو اسد ان کا حلیف قبیلہ ہے اور وہ اپنے حلیف قبیلے پر حملہ نہیں کریں گے۔

حضرت عدیؓ بن حاتم کو یہ عصبیت کسی حد تک ناپسند ضرور ہوئی مگر اپنی طبیعت پر قابو پایا۔ قبیلہ غوث کی شکایت اور معذرت حضرت عدیؓ بن حاتم کی نظر میں کوئی وقعت نہ رکھتی تھی انہوں نے اس کا ذکر حضرت خالدؓ بن ولید سے کیا اور کہا "آپ کو اس سلسلے میں کچھ غور کرنا ہو گا کہ اگر حلیف قبیلے کے لوگ اپنے دشمن کے حلیف قبیلے سے جنگ نہیں کریں گے تو ہمیں نقصان پہنچ جائے گا۔ ہم اللہ کی قسم' اپنی ان شاخوں سے بھی جنگ کرنے پر آمادہ ہیں جو حضرت عدیؓ بن حاتم کے حلیف ہیں۔ اسلام میں دو ہی فریق ہوتے ہیں۔ ایک کا نام اسلام اور دوسرے کا کفر اور باطل۔ ان دونوں میں نہ تو کوئی سمجھوتا ہوتا ہے اور نہ کوئی دوستی۔ بخدا میں حملے سے باز نہیں آؤں گا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ ساری خبریں پہنچ رہی تھیں' آپؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو لکھا "اپنی پوری توجہ طلیحہ کی سرکوبی پر مرکوز رکھو اور اپنی کارروائیوں سے مطمئن ہونے کے بعد طلیحہ کا قلع قمع کر دو۔"

طلیحہ نے بہت سے قبائل کو لالچ دے کر اپنے آس پاس جمع کر لیا تھا لیکن حضرت خالدؓ کا رعب اپنی جگہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت خالدؓ بن ولید جب تک اس کے مقابل موجود ہیں' مسلمانوں کے حوصلے بلند رہیں گے اور مسلمانوں کے مقابلے پر جو لوگ ہوں گے' وہ حضرت خالدؓ سے ضرور مرعوب رہیں گے۔"

طلیحہ کو حضرت عدیؓ بن حاتم سے بڑی شکایتیں تھیں کیونکہ انہوں نے اس کے بہت سے لوگوں کو توڑ لیا تھا۔ اب طلیحہ نے بھی حضرت عدیؓ بن حاتم کے جواب میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ قبائل جو اس کی طرح اسلام سے منحرف ہو گئے تھے' ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ ان قبائل میں چند ایسے لوگ بھی تھے جو طلیحہ کی طرح نبوت کے دعوے دار تھے اور ان کے قبیلے والوں نے انہیں اپنے سر پر بٹھا رکھا تھا۔ مثلاً قبائل بنو عامر' ہوزان اور سلیم بنو عامر کا یہ حال تھا کہ وہ مرتد تو ہو گئے تھے مگر شک و شبے میں

مبتلا تھے۔ انہیں قبائل اسد اور غطفان کے انجام کا انتظار تھا۔ بنو عامر کے یہ لوگ جھوٹے نبی کے قائمہ اور سپہ سالار بنے ہوئے تھے لیکن یہ سارے معاملے شک و شبے پر قائم تھے۔

ان لوگوں نے طلیحہ سے معاملات طے کر لیے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ دن دور نہیں جب وہ اس جھوٹے نبی کی مدد سے بہت بڑے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے۔ طلیحہ ان قبائل کی امداد اور اعانت پر نازاں تھا۔

عکاشہ بن محصن اور ثابت بن ارقم کی شہادت سے اسلامی لشکر میں بے دلی پھیل گئی تھی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے طلیحہ سے فوراً جنگ آزما ہونا خلاف مصلحت سمجھا' وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور اپنے لشکر کی تربیت میں مشغول رہے۔ انہیں بنو طے کے ایک ہزار مسلمانوں کی کمک حاصل ہو چکی تھی۔

جب انہیں مرتب کیا گیا تو بنو طے کے ایک ہزار جوانوں نے حضرت خالدؓ بن ولید سے کہا "ہم طلیحہ کے لشکر میں موجود بنی قیس کے مقابلے کے لیے کافی ہیں۔ ان سے ہم ایسی جنگ لڑیں گے کہ وہ یاد کریں گے لیکن طلیحہ کے قبیلے بنو اسد سے ہم جنگ نہیں لڑیں گے۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے دریافت کیا "آخر کیوں؟ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

ان لوگوں نے بھی وہی جواب دیا "وہ ہمارے حلیف ہیں اور ہم اپنے حلیف سے جنگ نہیں لڑیں گے۔"

یہ گفتگو حضرت عدیؓ بن حاتم نے سنی تو اس سے اختلاف کیا اور کہا "تمہارا یہ عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے رواداری کا مظاہرہ کیا اور کہا "بہتر ہے۔ تم جس فریق سے چاہو مقابلہ کرو۔ میں تمہیں تمہاری مرضی اور اختیار پر چھوڑتا ہوں۔"

لیکن حضرت عدیؓ بن حاتم نے اپنی قوم کا یہ عذر قبول نہ کیا اور کہنے لگے "اگر یہ لشکر ان لوگوں کے مقابلے پر جائے جو میرے قریب کے رشتے دار ہوں تو میں اپنے قریب ہی کے رشتے داروں سے جہاد کروں گا اس لیے میں تمہارے حلف اور معاہدے کی وجہ سے بنو اسد کے جہاد بھی سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔"

حضرت خالدؓ بن ولید اعلیٰ درجے کے موقع شناس' مدبر اور دور بین تھے۔ وہ بات کی تہ کو پہنچ جاتے تھے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم سے کہا "تم کسی فریق سے بھی لڑو۔ جہاد دونوں قبیلوں پر ہو گا۔ میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنی قوم سے اختلاف رائے کر کے انہیں پریشانی اور آزمائش میں ڈالو۔ وہ جس

طرح سے بھی لڑنا چاہیں لڑیں' انھیں پریشانی اور آزمائش میں نہ ڈالو۔"

اسی دوران میں مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنو خزارہ کا سردار عینیہ بن حصن اپنے قبیلے کے سات سو افراد کے ساتھ طلیحہ کا رفیق بن گیا ہے۔ بنو خزارہ کے علاوہ بھی کئی اور قبیلے اس جھوٹے نبی کے مددگار بن گئے تھے۔

عینیہ جب اس جھوٹے نبی کا معاون و مددگار بن گیا تو مسلمانوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ جب اس سلسلے میں تحقیق کی گئی تو عینیہ نے بنو اسد کے لوگوں سے کہا "مجھ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اے بنو خزارہ کے سردار تو نے طلیحہ کو کس طرح نبی مان لیا' میں پورے قبیلے بنو اسد اور ان کے حلیفوں سے پوچھتا ہوں کہ تم نے طلیحہ میں کون سی ایسی چیز دیکھی تھی کہ تم نے اس کو نبی مان لیا۔"

بنو اسد کے کئی بوڑھے آگے بڑھے اور کہا "ایک دن ہم اپنے قبیلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ طلیحہ ہمارے ساتھ تھا۔ ناگاہ ہمارا گزر ایک ایسے علاقے سے ہوا جہاں پانی نایاب تھا۔ پیاس نے پورے قبیلے کو جاں بلب کر رکھا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ہم سب پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے۔ ان نازک لمحات میں قبیلے کے لوگوں نے طلیحہ کو دیکھا کہ ایک خیمے کے پیچھے سر پر کمبل ڈالے بیٹھا ہے۔ قبیلے کے لوگوں نے اس کے سر سے کمبل اتار دیا اور پوچھا "اے طلیحہ! تیری قوم پیاس سے جاں بلب ہے مگر تو کمبل اوڑھے مطمئن بیٹھا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟"

طلیحہ نے واویلا مچایا "لوگو! یہ تم نے کیا غضب کیا کہ میرے سر سے کمبل اتار کر پھینک دیا حالانکہ اسی کمبل کے نیچے ایک فرشتہ آیا تھا جو مجھے یہ خوش خبری سنانے والا تھا کہ میری قوم پیاس سے ہلاک نہیں ہوگی۔"

قوم کے لوگوں نے پوچھا "پھر وہ فرشتہ اب کہاں ہے۔ خدا کے لیے اس کو بلا اور اس سے پوچھ کہ ہمیں پانی کہاں سے ملے گا؟"

طلیحہ نے سامنے دور پڑے ہوئے کمبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "پہلے تم لوگ اس کمبل کو اٹھا کر میرے سر پر ڈال دو کہ فرشتہ اسی کمبل کی چھاؤں میں آنا پسند کرتا ہے۔"

قوم کے لوگوں نے اس کا کمبل دوبارہ اس کے سر پر ڈال دیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ بنو اسد کے لوگوں نے طلیحہ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ کمبل پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ ان سب کو اس وقت طلیحہ غیر معمولی انسان لگ رہا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد طلیحہ نے اپنے کمبل کو اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور کہا "سوار ہو جاؤ اپنے گھوڑوں

پر اور چند میل سفر کرو۔ قوم پانی کو پالے گی۔"

بنو اسد کے لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ خیموں کو اکھاڑے بغیر یہ لوگ پانی کی تلاش میں نکل گئے اور واقعی چند میل کے فاصلے پر انھیں پانی مل گیا اور یہ لوگ اس سے اپنی پیاس بجھانے لگے اور بعد میں پانی سے اپنے مشکیزے بھی بھر لیے۔

اب جو پانی کے بعد ان کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو ہر ایک طلیحہ سے پوچھ رہا تھا "اے طلیحہ! سچ سچ بتاؤ کہ تمہارے کمبل کے اندر کون سا فرشتہ آیا تھا؟"

طلیحہ نے جواب دیا "وہ فرشتہ خود کو جبریل کہتا تھا اور بتاتا تھا کہ وہ ہمیشہ نبیوں کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔"

بنو اسد کے لوگوں نے بنو خزارہ کے سردار عینیہ کو بتایا "بس اسی دن سے ہم نے طلیحہ کو اپنا نبی مان لیا اور بنو اسد کو اپنے قبیلے پر ناز ہے کہ ان میں نبی پیدا ہوا۔"

عینیہ' طلیحہ سے ملا اور کہا "سنا ہے کہ تیرے پاس جبریل آتے ہیں اور تجھے پیش آنے والے واقعات کی پیشگی اطلاع دے دیتے ہیں۔"

طلیحہ نے جواب دیا "تجھ کو میرے قبیلے والوں نے جو کچھ بتایا ہے درست ہے۔ میرے پاس جبریل آتے ہیں اور جن باتوں کا مجھے علم نہیں ہوتا اس سے خبردار کر جاتے ہیں۔"

عینیہ نے حضرت خالدؓ بن ولید اور مسلمانوں کے لشکر کا ذکر کیا اور پوچھا "یہ جو بہت بڑی جنگ ہونے والی ہے اور جس جنگ میں' میں تیرا حلیف بن کر اپنے سات سو آدمیوں سمیت مسلمانوں سے جنگ کروں گا ذرا جبریل سے پوچھ کر بتا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا؟"

طلیحہ نے جواب دیا "اے بنو خزارہ کے سردار! ابھی تو جنگ شروع بھی نہیں ہوئی۔ میں جبریل سے اس کا انجام کیا پوچھوں؟"

اپنے سوال کے اس گول مول جواب سے عینیہ بالکل مطمئن نہ ہوا اور اصرار کیا "اے طلیحہ! اپنے سر پر کمبل ڈال کر فرشتہ جبریل سے پوچھ کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا اور ہم مسلمانوں پر غالب آئیں گے یا نہیں؟"

طلیحہ نے جواب دیا "جبریل کو میں اپنی مرضی سے نہیں بلا سکتا لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ جب جنگ شروع ہوگی تو اللہ جبریل کو میرے پاس ضرور بھیجے گا اور میں تم سب کو کوئی خوش خبری دینے کے لائق ہو جاؤں گا۔"

بزاخہ کے مقام پر دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ بظاہر طلیحہ کا لشکر بڑا معلوم ہوتا تھا لیکن جوش و خروش مسلمانوں میں بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عدیؓ بن حاتم نے اپنے لشکر سے جدا ہو کر بہ آواز بلند طلیحہ اور اس کے ماننے والوں کو مخاطب کیا "اے لوگو! کفر و ضلالت سے باز آجاؤ۔ تمہیں معاف کر دیا جائے گا ورنہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا یہ جھوٹا نبی تمہیں کہیں کا بھی نہیں رکھے گا۔"

لیکن طلیحہ کے ماننے والوں پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سب مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ تھے۔

کچھ دیر بعد جنگ شروع ہو گئی اور دونوں طرف سے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے ہونے لگے۔ جب جنگ نے انتہائی شدت اختیار کر لی تو عیینہ نے محسوس کیا کہ مسلمان بھاری پڑ رہے ہیں اور طلیحہ کے ماننے والے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ وہ میدان جنگ سے طلیحہ کی تلاش میں اس کے خیمے کی طرف گیا۔ دیکھا کہ طلیحہ اپنے خیمے میں موجود نہیں ہے۔ اس کی بیوی نوریا سے پوچھا "طلیحہ کہاں ہے؟"

نوریا نے خیمے کے عقبی حصے کی طرف اشارہ کیا "وہ خیمے کے پیچھے سر پر کمبل ڈالے فرشتے کا انتظار کر رہا ہے۔"

عیینہ خیمے کے پیچھے پہنچا۔ دیکھا کوئی شخص سر پر کمبل ڈالے بیٹھا ہوا ہے۔

عیینہ نے کہا "اے طلیحہ! جنگ شروع ہو چکی ہے اور اس کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عیینہ نے پھر سوال کیا "اے طلیحہ! میں میدان جنگ سے تیرے پاس آیا ہوں۔ میرے قبیلے کے لوگ اپنے سروں کو ہتھیلی پر لیے مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں۔ تیرا فرشتہ جبریل ابھی تک غائب ہے وہ کب آئے گا؟"

طلیحہ نے جواب دیا "میں یہاں بیٹھا ہوا اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔"

عیینہ بہت دل برداشتہ تھا، کہنے لگا "ایسی جنگ سے کیا حاصل کہ میرے آدمی تو کٹ مر رہے ہیں اور تیرا فرشتہ آنے کا نام ہی نہیں لیتا۔"

وہ دوبارہ میدان جنگ میں چلا گیا اور اسے یہ دیکھ کر تشویش لاحق ہو گئی کہ مسلمانوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور اس کے اپنے قبیلے کے لوگ بری طرح کٹ مر رہے تھے۔ وہ کچھ دیر وہاں موجود رہا اور اپنے قبیلے کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ مایوس اور دل گرفتہ طلیحہ کے پاس پہنچا۔

وہ ابھی تک کمبل اوڑھے بیٹھا ہوا تھا اور اس پر کپکپی طاری تھی۔ اس کے قریب ہی اس کی بیوی

نوریا کھڑی ہوئی کچھ پوچھ رہی تھی۔

عیینہ نے طلیحہ کو میدان جنگ کی کیفیت کا آنکھوں دیکھا حال سنایا اور کہا "جنگ کے آثار اچھے نہیں ہیں۔ میرے آدمی بھی جنگ کی اس بھٹی میں جل مر رہے ہیں۔ تیرے پاس فرشتہ آیا یا نہیں؟"

طلیحہ کی بیوی نوریا نے کہا "یہی تو میں کافی دیر سے کھڑی پوچھ رہی ہوں۔"

عیینہ نے غصے میں کہا "اے طلیحہ! اپنے فرشتے کو جلدی بلا اور اس سے پوچھ کر بتا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا؟"

طلیحہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "تو بار بار میدان جنگ سے بھاگ کر میرے پاس آجاتا ہے اور فضول سوالات کر کے خود بھی پریشان ہوتا ہے اور مجھے بھی پریشان کرتا ہے۔ فرشتہ اپنی مرضی سے آئے گا، بار بار تیرے دباؤ اور اصرار کی وجہ سے تو آنے سے رہا۔"

عیینہ نے غصے میں کہا "تو نے کہا تھا کہ جیسے ہی جنگ شروع ہو گی فرشتہ آکر تجھ کو یہ بتا دے گا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا؟"

طلیحہ نے کہا "اگر تو میرے پاس کھڑا یوں بڑبڑاتا رہے گا تو اس طرح تو اپنا وقت بھی ضائع کرے گا اور فرشتے کو بھی میرے پاس نہیں آنے دے گا۔ تو میدان جنگ میں واپس جا۔ فرشتہ جیسے ہی میرے پاس آئے گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ وہ فرشتوں کی فوج بھیج دے اور مسلمانوں کو ٹھکانے لگا دے۔"

عیینہ بڑبڑاتا ہوا میدان جنگ واپس گیا۔

طلیحہ کی بیوی نوریا نے اپنے شوہر کو خبردار کیا "میں تجھ کو سچ سچ بتاتی ہوں کہ اس جنگ کے نتیجے سے سبھی خائف ہیں۔ بنو اسد بھی پریشان نظر آ رہے ہیں۔ بنو غطفان اپنے دل چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بنو عامر کا یہ حال ہے کہ وہ سرے سے کسی کا بھی ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔ وہ دور بیٹھے یہ دیکھ رہے ہیں کہ کون کس پر غالب آتا ہے۔ شاید جو جیتے گا یہ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔ یہ تیرا فرشتہ آخر آتا کیوں نہیں۔ کیا وہ ساتویں آسمان سے تیرے پاس آئے گا کہ آنے میں اتنی دیر لگ رہی ہے۔"

طلیحہ نے اپنی بیوی کو ڈانٹا "خاموش رہ۔ فرشتے کو جب بھی آنا ہو گا آجائے گا لیکن تو یاد رکھ، اگر اسی طرح تو بڑبڑاتی رہی تو فرشتہ گھبرا کے کہیں اور چلا جائے گا۔" نوریا بڑبڑاتے ہوئے اپنے خیمے میں چلی گئی۔

اب پھر جنگ نے شدت پکڑ لی۔ طلیحہ کی فوج میں ابتری پھیل گئی اور ایسا لگا جیسے مسلمان سب کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔

عینیہ کے لیے اپنے آدمیوں کی ہلاکت ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

عینیہ ایک بار پھر طلیحہ کے پاس پہنچا اور غصے میں پوچھا "تیرا فرشتہ آیا یا نہیں؟"

طلیحہ نے جواب دیا "ابھی کچھ دیر پہلے فرشتہ آیا تھا اور یہ بتا گیا ہے کہ اس جنگ کی چکی دونوں فریقوں کے لیے یکساں ہے۔ یعنی اس چکی میں جہاں ایک طرف ہمارے لوگ مارے جائیں گے وہیں مسلمان بھی قتل کیے جائیں گے۔"

اس خبر سے عینیہ کی تشفی نہیں ہوئی کیونکہ ایسا گول مول جواب فرشتہ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے تو واضح جواب درکار تھا۔ اس نے طلیحہ سے کہا "دیکھ طلیحہ! تو خود تو اس جنگ میں شریک نہیں ہے لیکن میں اپنے قبیلے کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ تیرے گول مول جواب سے میں بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ آخر تیرا فرشتہ کیسا ہے کہ اسے خود بھی جنگ کے انجام کا پتا نہیں۔ ذرا اس کو روک کر یہ تو پوچھ کہ اس جنگ کے بعد ہماری کیا حیثیت ہوگی اور مسلمان کس حال میں ہوں گے؟"

طلیحہ نے کہا "سن! جبرئیل نے رب جلیل کا یہ پیغام مجھے پہنچایا ہے کہ تیرے لیے بھی شدتِ جنگ ایسی ہی ہوگی جیسی کہ خالدؓ کے لیے ہے اور ایک ایسا معاملہ گزرے گا کہ تو اسے کبھی فراموش نہ کرے گا۔"

عینیہ نے غصے میں کہا "اب مجھے معلوم ہوا کہ تو جھوٹا اور خانہ ساز نبی ہے۔ افسوس کہ میں نے بلاوجہ خود کو اور اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈالا۔"

اس کے بعد عینیہ میدان جنگ میں اپنے قبیلے کے سامنے پہنچا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے میری قوم کے لوگو! میں کئی بار طلیحہ کے پاس گیا کہ اس سے معلوم کروں کہ اس کا فرشتہ اس جنگ کے بارے میں کیا بتاتا ہے' میں دو بار جا کے واپس آیا۔ فرشتے نے اسے نظرانداز کر دیا تھا پھر جب میں تیسری بار اس کے پاس گیا تو شاید شرما حضوری میں فرشتہ اس کے پاس آیا اور گول مول باتیں کر کے واپس چلا گیا۔ اس نے طلیحہ سے کہا کہ اس کے ماننے والوں پر ایک ایسا حادثہ گزرے گا جو کبھی فراموش نہ ہوگا۔ اس کا میں نے یہ مطلب لیا ہے کہ ہم لوگ ذلت آفرین شکست کھائیں گے۔ اے میری قوم کے لوگو! ہمیں اس جنگ سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اپنے گھروں کو واپس چلو کیونکہ طلیحہ بڑا دجال اور کذاب ہے۔"

اس اعلان نے بنو خزارہ کو بالکل مایوس کر دیا۔ انہوں نے اپنی تلواریں نیام میں کر لیں اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی۔

بنو خزارہ کے راہ فرار اختیار کرنے سے دوسرے حلیف قبائل بھی بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

طلیحہ نے اپنا کمبل اتار کر ایک طرف پھینکا اور بیوی سے کہا "میرا گھوڑا کہاں ہے؟"

بیوی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تو نے اپنے گھوڑے کو جہاں باندھا تھا' وہ وہیں کھڑا تیرا انتظار کر رہا ہے۔"

طلیحہ نے اپنی بیوی سے دوسرا سوال کیا "تیری اپنی اونٹنی کہاں ہے؟ اس پر تیرا ضروری سامان تو بار ہو گا؟"

بیوی نے جواب دیا "میری اونٹنی بھی تیار کھڑی ہے؟"

طلیحہ نے اپنے گھوڑے کو کھونٹے سے آزاد کیا اور بیوی کو حکم دیا "تو اونٹنی پر سوار ہو جا۔"

جب بیوی اونٹنی پر سوار ہو گئی تو خود بھی گھوڑے پر بیٹھ کر بیوی کے ساتھ صحرا کی طرف بھاگتے ہوئے اعلان کیا "اے بنو خزارہ اور میرے حلیف قبائلیو! تم میں سے جس کے لیے بھی ممکن ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بھاگ سکتا ہے تو وہ بھاگ جائے کیونکہ اپنی بچت کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔"

طلیحہ شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں قبیلہ کلب نے اس کو پناہ دے دی۔

بنو اسد اور بنو غطفان نے جب دیکھا کہ ان کا نبی انہیں چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے تو ان پر اپنے نبی کا جھوٹ واضح ہو گیا۔ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ پر دوبارہ اسلام قبول کر لیا لیکن انہیں طلیحہ کی جستجو رہی اور ان لوگوں کو بھی جو اس جنگ میں طلیحہ کا ساتھ دے رہے تھے اور جنگ کے خاتمے تک مسلمانوں کے ہاتھ نہیں لگے تھے یعنی یہ لوگ اب بھی مسلمانوں کے حریف تھے۔ ان ہی لوگوں میں عینیہ بھی تھا۔ اس کی بھی مسلمانوں کو جستجو تھی۔

ان لوگوں میں قرۃ بن ہبیرۃ القشیری کو بھی شامل کیا گیا کیونکہ اس نے بھی زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا اور طلیحہ کی مدد کی تھی۔ یہ شخص عمان اور مدینے کی راہ میں کہیں رہ رہا تھا اسی دوران میں عمرو بن عاص عمان سے واپس آتے ہوئے اس سے ملے تھے۔ اس نے عمرو بن عاص کی خاطر تواضع کی اور نہایت فرمانبرداری سے پیش آیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ مرتدوں کی تلاش میں تھے۔ جب وہ بنی عامر کے علاقے میں گئے تو وہ خود تو مسلمان ہو گئے مگر انہوں نے قرۃ بن ہبیرۃ کو پکڑ کر حضرت خالدؓ بن ولید کے حوالے کر دیا اور حضرت خالدؓ بن ولید نے اس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سے پوچھا "کیا تو بھی مرتد ہو گیا تھا؟"

قرۃ نے جواب دیا "میں کبھی بھی مرتد نہیں ہوا۔ آپ عمرو بن عاص سے پوچھئے کہ جب وہ عمان سے واپس آ رہے تھے تو وہ میرے پاس ٹھہرے تھے۔ وہ میرے مہمان رہے تھے اور میں نے ان کی مہمان نوازی کی تھی۔ وہ ضرور گواہی دیں گے کہ میں نے ان کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔"

عمرو بن عاص سے جب قرۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تصدیق کر دی' بتایا "اس نے میرے ساتھ نمازیں ادا کی ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے معاف کر دیا۔

جو لوگ طلیحہ کو قریب سے جانتے تھے ان میں سے کسی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ بتایا کہ طلیحہ کہتا تھا' اللہ نے اس سے کہا ہے کہ یہ مسلمان جو اپنی پیشانی کو خاک آلودہ کرتے ہیں اور اپنے پچھلے حصے کو سجدے کی حالت میں اٹھاتے ہیں اللہ کو ان کی یہ بدنمائی بالکل پسند نہیں ہے۔ اللہ کے بندوں کو پرہیزگاری کے ساتھ کھڑے ہو کر اللہ کو یاد کرنا چاہیے کیونکہ دودھ کا جھاگ دودھ کے اوپر ہی رہتا ہے۔

ان فقروں نے حضرت عمرؓ کو غضب ناک کر دیا۔ وہ غصے میں کہتے تھے کہ طلیحہ نے اللہ پر افترا باندھا ہے۔ اس کو اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔

کچھ عرصے بعد عیینہ بن حصن بھی گرفتار ہو گیا۔ اس نامی گرامی سردار سے مدینے کے لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ جب اسے قید کر کے مدینے لایا گیا اور مدینے کے راستے سے گزار کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچایا گیا تو مدینے کے بچوں نے اس کو پہچان لیا۔ وہ عیینہ پر ملامت کرنے لگے اور کہا "اے اللہ کے دشمن! شرم کرو کہ تم مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔"

عیینہ نے جواب دیا "بچو! تم مجھے ناحق شرم دلاتے ہو کیونکہ میں کبھی بھی اللہ پر ایک لمحے کے لیے بھی ایمان نہیں لایا تھا۔"

اس کے اس جواب پر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی اور جو لوگ اس کے اسلام سے واقف تھے انہوں نے تخلیئے میں شرم دلائی اور کہا "تو نے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا جبکہ ہم تیرے اسلام کے گواہ ہیں۔"

عیینہ نے جواب دیا "میں اب مسلمان ہو رہا ہوں۔ اگر میں یہ اقرار کر لوں کہ میں طلیحہ سے ملنے سے پہلے مسلمان تھا تو میرا مرتد ہونا ثابت ہو جائے گا اور میں موت کی سزا کا مستحق ٹھہروں گا لیکن پہلی بار اسلام قبول کرنے کا یہ مطلب ہے کہ میرا سابقہ کفر معاف کر دیا گیا۔"

حضرلت ابو بکر صدیقؓ نے عیینہ کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا اور اس سے پوچھا "تو طلیحہ کے قریب

رہا ہے۔ سنتا ہوں کہ وہ اپنے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اس پر الہام ہوتا ہے۔ تیرے علم میں اس کے الہام کا کوئی ٹکڑا ہے۔"

عیینہ نے جواب دیا "اس کے الہام کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو مجھے یاد آتا ہے آپ بھی سن لیں۔ ایک بار اس نے کہا کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے۔ "قسم ہے اہلی پرندوں' جنگلی پرندوں' عزمتی کی جو خشک زمین میں رہتی ہے کہ زمانہ ماضی میں سالہا سال سے یہ قرار پا چکا ہے کہ ہمارا ملک عراق اور شام تک وسعت پذیر ہو گا۔"

☼☆☼

مسلمانوں کو بنو عامر کے ان سرداروں کی تلاش تھی جو کنارے بیٹھے جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے لیکن جب جنگ ختم ہو گئی اور مسلمان فاتح رہے تو ان کا سپہ سالار قعقاع بن عمرو نے راہ فرار اختیار کی اور دوسرا سردار علقمہ بھی وہاں سے بھاگ نکلا۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا اس کے بعد مرتد ہو گیا۔ مسلمان اس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اسی تلاش کے دوران میں کسی نے اس کو ایک چشمے پر دیکھا اور مسلمانوں کو خبر کر دی۔ مسلمانوں نے اس چشمے پر حملہ کیا تو علقمہ خود تو فرار ہو گیا مگر اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ پکڑے گئے یہ گرفتار ہونے والے دوبارہ مسلمان ہو گئے اور انہیں معاف کر دیا گیا۔

ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد علقمہ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچا۔ توبہ کی' معافی مانگی اور مسلمان ہو گیا۔

اسی دوران میں علقمہ کے اہل و عیال بھی گرفتار کر لیے گئے۔ انہیں بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا ان میں اس کے دوسرے رشتے دار بھی شامل تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم نے اسلام کیوں چھوڑ دیا تھا تو ان لوگوں نے انکار کیا۔ کہا "جو لوگ ہمیں مرتد کہتے ہیں' وہ غلطی پر ہیں' یہ سچ ہے کہ علقمہ مرتد ہو گیا تھا لیکن ہم لوگ پہلے بھی مسلمان تھے اور اب بھی مسلمان ہیں۔ علقمہ نے جو کچھ کیا تھا اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

طلیحہ سے جنگ بذاخہ میں لڑی گئی تھی۔ اس جنگ میں بنی عامر نے ایک خاص کردار ادا کیا تھا۔ وہ شروع سے آخر تک اس انتظار میں رہے کہ دیکھیں جیت کس کی ہوتی ہے اور جو جیت جائے گا بنی عامر اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب مسلمانوں نے یہ جنگ جیت لی اور طلیحہ نے راہ فرار اختیار کی تو بنو عامر کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے جو لوگ گرفتار نہیں ہوئے تھے وہ خود چل کر حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچے اور ان سب نے ایک ہی بات کہی "اب ہم اس مذہب میں شامل ہونا چاہتے ہیں جہاں سے ہم نکل گئے تھے اور ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔"

بزاخہ کے لوگ بھی گرفتار کیے گئے تھے۔ یہ لوگ طلیحہ کا ساتھ دینے پر شرمندہ تھے۔ کہنے لگے "بنی عامر کی طرح ہمیں بھی مسلمان کرلیا جائے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سب سے مسلمان ہونے کا پختہ عہد لیا۔ ان کی بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا "تم سے اللہ کا عہد و پیماں لیا جاتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے اور تم نماز کو قائم کرو گے اور زکوۃ دو گے اور اسی چیز پر تم اپنے فرزندوں اور عورتوں کی جانب سے بھی بیعت کرتے ہو۔"

اس کے جواب میں وہ کہتے جاتے تھے "ہاں ہاں۔"

قبائل بنو اسد، غطفان، بنو طے، سلیم اور عامر کے وہ لوگ بھی گرفتار کرکے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس لائے گئے جنہوں نے دوران کفر و ارتداد مسلمانوں پر بڑے ظلم کیے تھے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو زندہ آگ میں جھوک دیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے مسلمانوں کو قسطوں میں قتل کیا تھا یعنی پہلے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور تڑپا تڑپا کر انہیں قتل کردیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے مسلمانوں کو سنگسار کیا تھا اور وہ بھی جنہوں نے مسلمانوں کو پہاڑ سے نیچے پھنکوا دیا تھا اور ان ہی میں وہ ظالم بھی موجود تھے جنہوں نے مسلمانوں کو کنوئیں میں الٹا لٹکا دیا تھا یہاں تک کہ کنوئیں میں لٹکے ہوئے مسلمان شہید ہوگئے تھے۔ جن مسلمانوں نے یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے انہوں نے ان سب کو الگ الگ شناخت کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے آبدیدہ ہوکر ان سے دریافت کیا "اے اللہ کے دشمنو! تم نے ایسا ظلم کیوں کیا تھا؟"

ان سنگ دل لوگوں نے جواب دیا "اس وقت ایسا کرنا ہمارے اختیار میں تھا۔ اگر مسلمانوں کی ہلاکت کی اس سے بھی بھیانک تدبیریں ہوتیں تو ہم اس پر بھی عمل کرتے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سب کو الگ الگ کیا جن لوگوں نے مسلمانوں کو جلا کر ہلاک کیا تھا۔ ان کے لیے بڑے بڑے الاؤ جلائے گئے اور انہیں آگ میں جھوک دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت خالد

بن ولیدؓ نے مسلمانوں کے اعضا کاٹ کر ہلاک کرنے والوں سے پوچھا "تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے مسلمانوں کو قسطوں میں شہید کیا تھا۔"

ان لوگوں نے اس لیے اقرار کیا کہ ان کے اس ظالمانہ فعل کے مسلمان گواہ موجود تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سب کو اسی طرح قتل کروادیا جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔

اب ان مرتدوں کی باری آئی جنہوں نے مسلمانوں کو پہاڑ کی بلندی سے گرا کر ہلاک کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے بھی وہی سوال کیا "اے اللہ کے دشمنو! تم نے بے بس اور مجبور مسلمانوں کے ساتھ ایسا سفاکانہ فعل کیوں کیا؟"

ان لوگوں نے بے شرمی سے جواب دیا "اس لیے کہ اس وقت ہمارے ذہن میں اس سے زیادہ سفاکانہ موت کا کوئی اور تصور نہیں تھا۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سب کو پہاڑ کی بلندی سے گرا کر ہلاک کردیا۔

اب ان کے سامنے وہ ظالم تھے جنہوں نے مسلمانوں کو کنوئیں میں الٹا لٹکا کر شہید کردیا تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

ان لوگوں نے اپنی دانست میں بہادری کا ثبوت دیا اور کہا "جتنا کچھ ہمارے اختیار میں تھا، وہ ہم نے کیا اور اس پر ہم شرمندہ نہیں ہیں۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سب کو کنوؤں میں الٹا لٹکوا دیا یہاں تک کہ اسی حال میں وہ لوگ مر گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے ان افعال پر کچھ لوگوں کو اعتراض ہوا۔ انہوں نے کہا "آپ ان سب سے دیت بھی لے سکتے تھے پھر قصاص کے احکامات کیوں صادر فرمائے؟"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا "یہ لوگ انہی سزاؤں کے مستحق تھے۔"

لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے دیت کو نظر انداز کیا اور قصاص کا حکم جاری کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا "میں اللہ کی اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جو اللہ نے کافروں پر بے نیام کی ہے۔"

طلیحہ کی وجہ سے بہتوں کے دلوں میں ارتداد اور سرکشی کا سودا سمایا تھا۔ یہ لوگ ذہنی طور پر قوت، جھوٹے نبیوں کی جسارت اور اعلان سے حاصل کر رہے تھے۔ فجاۃ السلمی ان ہی لوگوں میں شامل تھا۔

اس کا اصل نام ایاس عبدیالیل تھا۔ اس شخص کے ذہن میں ایک عجیب ترکیب آئی۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جا کر درخواست کی "آپ مجھے ہتھیار دیجئے تاکہ میں مرتدوں سے جنگ کروں۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو جوایہ کی حکومت عطا کی اور ہتھیار بھی دیے۔

اس شخص نے جوایہ میں قیام اختیار کیا اور بنوالبشریہ نخبتہ کے سردار نخبتہ بن ابی المیشا کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور کہا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرے۔ وہ نخبتہ کا ساتھ دے گا۔

بنو عامر، سلیم، بنو طے اور ہوازن کے مسلمان پہلے ہی ستائے ہوئے تھے۔ یہ حملہ انہی لوگوں پر کیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مدد مانگی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس خبر سے دکھ پہنچا کہ جس شخص کو انہوں نے حکومت اور ہتھیار دیے تھے کہ وہ مرتدوں سے جنگ کرے گا، وہ خود مرتد ہو گیا اور مسلمانوں سے جنگ کر رہا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت طریفہ بن حاجزؓ کو لشکر دیا کہ وہ اس مرتد کا مقابلہ کریں۔

حضرت طریفہؓ کے جانے کے بعد ان کی مدد کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ بن قیس الحاشی کو چھوٹا سا لشکر دے کر ان کے پیچھے پیچھے روانہ کر دیا۔

فجاۃ السلمی تو کہیں روپوش ہو گیا اور نخبتہ کو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا دیا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا اور نخبتہ مارا گیا۔ نخبتہ کی موت نے فجاۃ کے حوصلے پست کر دیے۔ اس نے راہِ فرار اختیار کی۔

حضرت طریفہؓ نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کی فرار کی راہیں مسدود کر دی گئیں بالآخر وہ گرفتار ہوا اور اسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہاں اسے ملامت کی گئی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حکم دیا کہ مدینہ منورہ کے نماز کے میدان میں آگ جلائی جائے اور آگ میں فجاۃ السلمی کو جھونک دیا جائے۔

اس حکم کی تعمیل کی گئی اور فجاۃ السلمی کو آگ میں جلا دیا گیا۔

✪☆✪

قبیلہ سلیم کے مرتد ہو جانے والے لوگوں میں ابو شجرہ بن عبدالعزیٰ السلمی بھی شامل تھا۔ یہ قبیلے کے ایک گروہ کا سردار تھا اور عرب کی مشہور شاعرہ حضرت خنسا کا چچا زاد بھائی تھا۔ خود بھی شاعری کرتا تھا۔ جب کہ اسی کے قبیلے کے حضرت طریفہ بن حاجزؓ اور حضرت معاون بن حاجزؓ اور دوسرے بہت سے لوگ اپنے اسلام پر قائم رہے اور طلیحہ کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے۔

جب مسلمانوں سے جنگ ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ طلیحہ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ طلیحہ کے ساتھیوں میں ابو شجرہ بھی شامل تھا۔ اسی جنگ کے دوران میں اس نے کچھ فخریہ اشعار بھی موزوں کیے تھے چونکہ عربوں میں فخر و مباہات کا اظہار عام تھا۔ چنانچہ شجرہ کے اشعار میں یہ باتیں پائی جاتی تھیں۔

(ترجمہ) "دل اپنی محبت اور خواہش سے باز آ گیا اور اب اسے ہوش آ گیا کیونکہ اس نے ملامت کرنے والوں کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اب اسے حقیقت نظر آنے لگی ہے۔

اے شخص! تم اپنی قوم کی کثرت پر ناز کرتے ہو حالانکہ تمہیں ان کی طرف سے یہ حصہ ملا ہے کہ تم پر ظلم کیا جائے اور تمہیں مغلوب بنایا جائے۔

تم لوگوں سے معلوم کر سکتے ہو کہ جب مکروہ جنگ شروع ہوتی ہے تو اس وقت ہم زرہ پوش ہوں یا بے زرہ، ہم ہر حالت میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔

ہم وہ لوگ ہیں جو سرکش گھوڑوں کے منہ میں لگام ڈال دیتے ہیں اور ہم وہ ہیں کہ جب میدان میں ہر طرف موت کی ویرانی نظر آئے تو ہم اس میدان میں نیزہ بازی نہیں کرتے۔

میں نے خالدؓ بن ولید کے لشکر سے اپنے نیزے کو سیراب کیا اور مجھے امید ہے کہ اب اس کے بعد میں کافی دنوں تک زندہ رہوں گا۔"

ابو شجرہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ نہیں لگا اور فرار ہو گیا۔ مدتوں بعد گرفتار ہوا یا ایک مورخ کے بقول وہ خود مدینہ پہنچ گیا۔ یہاں حضرت عمرؓ غریبوں کو مال تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک یہ بھی ان کے سامنے پہنچ گیا اور کہا "آپ مجھے بھی کچھ دیجئے کیونکہ میں بے حد ضرورت مند ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے اسے غور سے دیکھا اور پوچھا "میں نے تجھے پہچانا نہیں۔"

اس نے جواب دیا "میرا نام شجرہ بن عبدالعزیٰ السلمی ہے۔"

اس نام نے حضرت عمرؓ کو چونکا دیا اور اس موقع پر اس کا ایک خاص شعر آپ کو یاد آ گیا۔ فرمایا "تو وہی ہے نا جس نے یہ شعر کہا تھا۔

"میں نے خالدؓ کے لشکر سے اپنے نیزے کو سیراب کیا اور اس کے بعد مجھے امید ہے کہ اب میں کافی عرصے تک زندہ رہوں گا۔ اے اللہ کے دشمن! خالدؓ کے لشکر کے جن لوگوں کے خون سے تو نے اپنا نیزہ سیراب کیا تھا، کیا وہ مسلمان نہیں تھے؟"

شجرہ نے جواب دیا "اس وقت میں مسلمان نہیں تھا اور اب میں مسلمان ہو چکا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے مارنے کے لیے درہ اٹھایا تو وہ بھاگ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا اور اونٹنی نے اس کو

اس کے قبیلے میں پہنچا دیا۔ یہاں اس نے چند اشعار اور کہے جن میں سے ایک اس کے حسب حال تھا
"اے ابو حفص! (حضرت عمر فاروقؓ) آپ نے ہم پر اپنی بخشش روک دی حالانکہ اب میں مسلمان ہوں۔ بہر حال ہر زیادتی کرنے والے کو بھی ایک دن (اپنا) ورق حاصل کرنا ہے۔"

یہاں ورق سے مراد حساب ہے۔

✿✡✿

حضرت خالدؓ بن ولید سے شکست اٹھانے اور بحالتِ ارتداد و فرار ہو جانے والے اب ادھر ادھر جائے پناہ تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ انہیں یہاں کوئی پناہ دینے والا نہ تھا۔ یہ لوگ کسی دور دراز علاقے میں ام زمل سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر کے پاس جمع ہونے لگے تھے۔ ام زمل کی ماں ام قرفہ بنت ربیعہ بن بدر تھی۔

یہ ام زمل کسی زمانے میں قید کر لی گئی تھی۔ جب قیدی عورتوں اور مردوں کو تقسیم کیا گیا تو تقسیم میں ام زمل حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔ بعد میں حضرت عائشہؓ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اب وہ مرتد ہو چکی تھی۔

ام زمل ایک شعلہ بیاں مقررہ تھی۔ جب یہ بھگوڑے مرتد اس کے آس پاس جمع ہوئے تو اس نے ان سب کی ہمت بندھائی۔ کسی نے ام زمل کو یاد دلایا "تجھ کو تو حضرت عائشہ نے آزاد کر دیا تھا گویا تجھ پر احسان کیا تھا۔ اب تو اپنے محسنوں سے جنگ کرے گی؟"

ام زمل نے جواب دیا "اس وقت میں قیدی تھی اور اس وقت بھی میں دل سے مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ مجھے مسلمان بالکل پسند نہیں۔ اب جبکہ تم لوگ میرے آس پاس جمع ہو گئے ہو' مجھے طاقت حاصل ہو گئی ہے' اب تمہیں میری سرداری میں مسلمانوں سے جنگ کرنا ہو گی۔"

یہ خبریں حضرت خالد بن ولیدؓ تک پہنچیں تو آپ اس فتنے کو کچلنے کے لیے یہاں بھی پہنچ گئے۔

یہاں مسلمانوں نے دیکھا کہ ام زمل کے آس پاس خاصے لوگ موجود ہیں۔ جس سے ام زمل کی شان و شوکت بڑھ گئی تھی۔ اسی جمعیت کے درمیان ام زمل اپنی ماں کی اونٹنی پر سوار مرتدوں کی سرداری کر رہی تھی۔ تقریباً ایک سو پچیس جاں نثاروں نے اس کی اونٹنی کے چاروں طرف ایک حلقہ بنا لیا تھا۔ مسلمانوں نے اس جنگ کا انحصار اسی حلقے کو قرار دیا۔ انہیں یقین تھا کہ اگر اس حلقے کو توڑ دیا جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے تو ام زمل کو شکست ہو جائے گی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کو حکم دیا "جنگ شروع کی جائے اور کم سے کم وقت میں ام

زمل کے محافظوں کا صفایا کر دیا جائے۔"

دوسری طرف سے ام زمل نے مرتدوں کو حکم دیا "آگے بڑھو اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دو۔"

گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ دونوں فریق کم سے کم وقت میں ایک دوسرے کا صفایا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا غلبہ ہونے لگا۔ مسلمان مارتے کاٹتے ام زمل کے سوا سو سواروں کے قریب پہنچ گئے۔ یہ سوار ام زمل کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور مسلمانوں کو ہر قیمت پر آگے بڑھنے سے روکا۔

کسی نے مسلمانوں کی طرف سے اعلان کیا "اے ام زمل کے محافظو! اپنے ان ساتھیوں کو دیکھو جو ہم سے لڑ رہے تھے اور ہمیں یہاں تک پہنچنے سے روک رہے تھے۔ وہ سب مارے گئے اور ہم یہاں تک آ گئے۔ تم سوچو کہ تمہارے سوا سو ساتھی ہمیں ام زمل تک پہنچنے سے کس طرح روکیں گے؟"

ام زمل کے جاں نثار لڑتے رہے اور کسی نے ان کی طرف سے اعلان کیا "ہم اپنی موت تک جنگ جاری رکھیں گے کیونکہ اگر ہم جنگ سے جی چرائیں گے تب بھی مارے جائیں گے کیونکہ ہم بقول تمہارے مرتد ہو چکے ہیں اور اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے۔"

مسلمانوں نے ان کو بتایا "اگر تم دوبارہ اسلام قبول کر لو گے تو معاف کر دیے جاؤ گے اس طرح بہتوں نے یہ کیا اور معاف کر دیے گئے ہیں۔"

لیکن ام زمل کے سوا سو جاں نثاروں نے جنگ جاری رکھی اور ایک ایک کر کے سارے قتل کر دیے گئے۔ جب جاں نثاروں کا محاصرہ ختم ہوا تو مسلمانوں کو وہ اونٹنی نظر آئی۔ جس پر ام زمل سوار تھی اور نہایت مہارت سے اپنی اونٹنی کو آگے پیچھے کر رہی تھی۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیے۔ اونٹنی گر گئی تو ام زمل بھی دور جا گری۔ کسی مسلمان نے آگے بڑھ کر پوچھا "کیا تو اب بھی اپنے ارتداد پر قائم ہے؟"

ام زمل نے جواب دیا "میں کبھی بھی مسلمان نہیں تھی تو ارتداد کا کیا ذکر۔"

مسلمانوں نے کہا "تو جھوٹی ہے کیونکہ تجھ پر اپنی جانیں قربان کرنے والے سارے ہی مرتد تھے۔"

اس کے بعد مسلمانوں نے ام زمل کو بھی قتل کر دیا۔

✿✡✿

جہاں حضرت خالد بن ولیدؓ خود نہیں جا سکے تھے' وہاں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیج دیے تھے۔ ان لشکروں کے سردار حضرت خالدؓ خود مقرر کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر دی گئی کہ البطاح

ابعوضہ نامی مقام پر جہاں بنو تمیم آباد تھے' ان میں بھی ارتداد کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ضرار بن الازور الاسدی کی سرداری میں ایک لشکر بنو تمیم میں بھیج دیا۔ یہاں ضرار کا مقابلہ مالک بن نویرہ سے ہوا۔ ایک خوف ناک جنگ کے بعد بنو تمیم کو شکست دے دی گئی۔

اس شکست کے دوران میں بنو تمیم میں سے اذانوں کی آواز سنائی دی۔ بنو تمیم میں ان کی شاخ بنو حنظلہ کے سردار مالک بن نویرہ نے شکایتاً کہا "تم لوگ اذانوں کی آوازیں سن رہے ہو؟"

ضرار نے جواب دیا "ہاں' ہم نے اذانوں کی آوازیں سنی ہیں۔"

مالک بن نویرہ نے کہا "کیا مرتد بھی اذان دیتے ہیں؟"

ضرار نے جواب دیا "تم منافق ہو۔ تم سب نے حالت ارتداد میں مسلمانوں سے جنگ کی ہے اور جب تمہیں شکست ہو گئی تو تم اذانیں دینے لگے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے لگے۔"

مالک بن نویرہ نے اپنے اسلام پر اصرار کیا "اے ضرار! میں پہلے بھی مسلمان تھا اور اب بھی مسلمان ہوں۔"

ضرار نے انہیں قید کر کے حضرت خالدؓ کے پاس پہنچا دیا۔ وہاں بھی یہی مسئلہ زیر بحث آیا۔ مالک بن نویرہ کا اصرار تھا کہ وہ خود اور اس کی قوم بنو حنظلہ کے لوگ پہلے بھی مسلمان تھے اور اب بھی مسلمان ہیں اس لیے گرفتاروں کو رہائی دی جائے۔"

ضرار نے پھر وہی ارتداد کی توجیہہ پیش کی "اگر یہ لوگ مسلمان تھے تو مسلمانوں سے جنگ کیوں کی؟"

ضرار کے لشکر میں ابو قتادہ انصاری موجود تھے۔ ان سے پوچھا گیا "اس جنگ میں آپ بھی موجود تھے۔ سچ سچ بتائیں کہ وہاں کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

ابو قتادہ نے جواب دیا "بنی حنظلہ نے مسلمانوں سے جنگ کی ان میں مالک بن نویرہ بھی شامل تھا۔ جب بنو حنظلہ کو شکست ہوئی تو ہتھیار ڈال دیے اور اذانیں دینے لگے۔"

ضرار نے حضرت خالدؓ سے کہا "یہی بات تو میں نے کہی تھی کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ پہلے بھی مرتد تھے اور اب بھی مرتد ہیں۔ جان بچانے کے لیے خود کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ یہ لوگ اگر کھلے دل سے یہ اقرار کر لیں کہ یہ پہلے مرتد تھے اور اب مسلمان ہو چکے ہیں تو انہیں معاف کیا جا سکتا ہے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ضرار سے پوچھا "انہیں کیا سزا دی جائے؟"

ضرار نے جواب دیا "دوسروں کے بارے میں آپ فیصلہ کریں مگر مالک بن نویرہ کو میں اپنے

ہاتھوں سے قتل کروں گا۔"

زندگی کی آخری سانسوں تک مالک بن نویرہ نے یہی کہا "میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا قتل جائز نہیں۔" لیکن ضرار نے اس کا کوئی عذر نہیں مانا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے جیسے ہی اجازت دی ضرار نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔

مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ اب بھی مسلمان تھا اور یہ شخص اپنے بھائی مالک بن نویرہ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ ان دونوں کی محبت مثالی تھی۔ چنانچہ متمم شکایت لے کر حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچا اور عرض کیا "آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہیئے کہ آپ نے ہم میں یہ کیسا آدمی بھیجا ہے جو مسلمانوں کو قتل کرتا ہے اور آگ کا عذاب دیتا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں تیری یہ بات امیر المومنین تک پہنچا دوں گا۔" پھر پوچھا "سنا ہے تو اپنے بھائی سے بہت محبت کرتا تھا اور تجھے اس کی موت کا بے حد غم ہوا۔"

متمم بن نویرہ نے جواب دیا "میں اپنے بھائی کی موت کے بعد سے مسلسل رو رہا ہوں۔ اس سے میری ایک آنکھ تو پہلے ہی ضائع ہو گئی اور اب دوسری بھی جواب دے رہی ہے۔ اب میں جلتی ہوئی آگ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ میرا بھائی جب تک زندہ رہا' ہمیشہ اس کے در پر آگ جلتی رہتی تھی' یہ آگ اس کے گھر کی پہچان بن گئی تھی۔ کوئی بھی مہمان جب وہاں سے گزرتا تھا تو میرے بھائی کا گھر اسی آگ سے پہچان لیتا تھا۔ چنانچہ اب میں جہاں جلتی ہوئی آگ دیکھتا ہوں تو وہیں بیٹھ جاتا ہوں کیونکہ آگ کی روشنی مجھے اپنے بھائی کی یاد دلا دیتی ہے۔"

حضرت عمرؓ کو ان باتوں سے دکھ پہنچا۔ فرمایا "میرے سامنے اس کی کچھ صفات بیان کر۔"

متمم بن نویرہ نے کہا "وہ ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا جو منہ زور ہوتا تھا اور ایسا اونٹ ہانکتا تھا جو اڑیل ہوتا تھا۔ اس کے دونوں طرف پانی کی مشکیں ہوتی تھیں۔ اونٹ پر وہ چست لباس میں ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ۔ اس حالت میں وہ رات رات بھر چلتا رہتا تھا اور صبح کر دیتا تھا۔ اس کا چہرہ چاند جیسا تھا۔" اس شخص نے ایک سماں سا باندھ دیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا "سنتا ہوں تو شاعری بھی کرتا ہے' اگر اس پر کوئی شعر کہا ہو تو سنا۔"

متمم بن نویرہ نے اپنا ایک مرثیہ سنا دیا۔ اس کا ایک شعر تھا "ہم دونوں ایک زمانے تک جذیمہ کے دو ندیموں کی طرح ہم پیالہ رہے حتیٰ کہ لوگ کہنے لگے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے۔"

حضرت عمرؓ اس شعر سے بے حد متاثر ہوئے۔ انہیں اپنا بھائی زید بہت یاد آیا۔ فرمایا۔ "اگر میں

شاعر ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔"

متمم بن نویرہ نے برجستہ کہا "جناب یہ برابر کا معاملہ نہیں ہے۔ اگر میرا بھائی بھی اسی طرح مارا جاتا جس طرح آپ کے بھائی مارے گئے تو میں اس کے لیے ہرگز نہ روتا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "مجھے جیسی تعزیت تو نے دی ہے کسی نے نہیں دی۔"

حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن خطاب ایک جہاد میں شہید ہوئے تھے۔

طلیحہ اپنے پیچھے جو فتنے چھوڑ آیا تھا ان پر اس کی گہری نظر تھی۔ شام کے قبیلے قضاعہ میں پناہ لینے کے بعد وہ اسلام کے عروج وزوال کا مشاہدہ کرتا رہا اور اسے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ اسلام عرب سے نکل کر شام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جن قبائل نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بھی آہستہ آہستہ مسلمان ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ قضاعہ کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اب اسے اپنی زیادتیوں کا احساس ہوا۔ وہ بے حد شرمندہ تھا کہ اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں انسان قتل کروا دیے۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ ہزاروں انسانوں کی موت کا ذمے دار وہ خود تھا۔ وہ مسلمانوں سے پوچھتا تھا۔ "اگر میں توبہ کرلوں اور دوبارہ مسلمان ہو جاؤں تو کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ مجھے معاف کر دیں گے۔"

لوگوں نے مشورہ دیا "ایسا بالکل ممکن ہے کیونکہ کئی دوسروں نے بھی مرتد ہونے کے بعد توبہ کرلی۔ وہ مسلمان ہو گئے اور انہیں معاف کر دیا گیا۔" آخر کار اس نے توبہ کرلی اور مسلمان ہو گیا۔ بلاذری کا بیان ہے کہ اسے مجاہدین نے گرفتار کرلیا تھا اور اسے مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھیج دیا گیا اور وہیں اس نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو معاف کر دیا۔

ان ہی دنوں عراق اور نہاوند میں جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں طلیحہ نے بھی حصہ لیا اور خوب داد شجاعت دی۔ ان جنگوں میں اس نے خود کو خطرات میں مبتلا کیا اور کامیاب و کامران واپس آیا۔

طلیحہ نے چونکہ حضرت عکاشہ اور ثابت کو شہید کر دیا تھا، حضرت عمرؓ کو ان دونوں کی شہادت کا ہمیشہ دکھ رہا اور یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ طلیحہ کا حضرت عمرؓ سے مدتوں سامنا نہ ہوا۔ شاید طلیحہ خود بھی حضرت عمرؓ کا سامنا کرنے سے کتراتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ خلافت ختم ہوا اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا۔

اب طلیحہ کے لیے حضرت عمرؓ کا سامنا نہ کرنا مشکل ہو گیا۔ اس نے ابھی تک شام میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ انتہائی غور و فکر کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ اس کام کے لیے اس نے حج کے زمانے کا انتخاب کیا۔ وہ مکہ معظمہ میں حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدینے گیا اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

لیکن حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا "اے طلیحہ! تم عکاشہ اور ثابت کے قاتل ہو اس لیے میں تمہیں کبھی پسند نہیں کروں گا۔"

طلیحہ نے جواب دیا "اے امیرالمومنین! آپ کو ان دونوں کی کیوں فکر ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہادت کی عزت بخشی اور مجھے ان سے شقاوت نصیب ہوئی۔"

حضرت عمرؓ نے اس کی بیعت قبول کرلی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے طلیحہ کی ایک وحی کا ذکر کیا "تو نے اپنے من گھڑت الفاظ کو وحی الٰہی سے تعبیر کر کے خدا پر افترا کیا ہے۔"

طلیحہ نے پوچھا "آپ میری کس وحی کا ذکر فرما رہے ہیں؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "تو نے نماز کا مذاق اڑاتے ہوئے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کے خاک پر رگڑنے سے مستغنیٰ ہے اور وہ تمہاری پشت کی خمیدگی سے بھی بے نیاز ہے اور جھاگ دودھ کے اوپر ہی رہتا ہے۔ تم اللہ کو پرہیزگاری کے ساتھ کھڑے ہو کر یاد کیا کرو۔"

طلیحہ نے جواب دیا "امیرالمومنین! یہ کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جسے اسلام نے معدوم کر دیا۔ اب مجھ پر اس کے بعض مظاہر کی وجہ سے کوئی ملامت نہیں ہے۔"

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا "اب تمہاری غیب دانی کس طرح باقی رہ گئی ہے؟"

طلیحہ نے جواب دیا "اس کے ایک یا دو دم باقی رہ گئے ہیں۔"

حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ طلیحہ کو اس کے بعد بے حد سکون محسوس ہوا۔ شام میں پناہ لینے کے بعد بھی جب اس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے معاف بھی کر دیا تھا مگر بے سکونی اسے مسلسل اور مستقل پریشان کیے ہوئے تھی لیکن جب اس کا سامنا حضرت عمرؓ سے ہوا اور حضرت عمرؓ نے اس کی بیعت قبول کرلی پھر سوالات کا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے جوابات حضرت عمرؓ کو پسند آئے تو اسے ایسا لگا جیسے اس کے دل و دماغ کا سارا بوجھ اتر گیا ہو۔ وہ یہیں سے شام واپس چلا گیا اور اس کے بعد اس کا تاریخ کی کسی کتاب میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

ایک ایسی متنازعہ شخصیت جو
دجالِ اکبر جیسی علامتیں لے کر پیدا ہوئی اور
زمانے کے لیے تماشا بن گئی۔ اگر وہ کسی قسم کا دعویٰ
کردیتا تو بہت بڑے فتنہ و فساد کا سبب بن جاتا لیکن اس نے
ایسا نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا، اس سوال کا جواب وہ خود دے سکتا
تھا مگر وہ خاموش رہا۔ شاید اس لیے کہ اسلام انتہائی طاقت ور تھا۔
اسی دور میں کئی جھوٹے دعوے داروں نے فتنے برپا کیے مگر یہ شخص
خاموش رہا جبکہ یہ کاہن بھی تھا اور اپنی کہانت میں شہرت رکھتا تھا۔
اس کے حالات ہمیں احادیث کے کئی مجموعوں میں ملتے ہیں مگر کہیں اور
نہیں ملتے۔ ایسا کیوں ہوا اس کی بھی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔
شاید اس لیے کہ اس کی پوری زندگی مدینے میں گزری اور اس نے
کبھی کوئی شرارت بھی نہیں کی۔ اس لیے لوگوں نے اس پر
کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اس طرح اس کے
تفصیلی حالات گمنامی میں چلے گئے۔

مضمون کے ماخذ

ائمہ تلبیس	ابوالقاسم رفیق
تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
تاریخ الکامل	ابن اثیر
تاریخ طبری	جریر ابو طبری
تاریخ الخلفا	جلال الدین سیوطی

صاف بن صیاد

۶۳۲ء میں ۱۴، ۱۵ سال کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور تک زندہ رہا

ظہور اسلام سے قبل اور بعد میں عربوں میں کاہن اور کہانت بہت مشہور تھے۔ یہ لوگ مستقبل کی پیش گوئیاں کرتے تھے جو کبھی سچ نکلتی تھیں اور کبھی جھوٹی ثابت ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی کہانت کا کچھ حصہ سچ نکلتا تھا مگر بیشتر حصہ جھوٹ تھا۔ بہرحال کاہن اور کہانت عرب معاشرے کا بے حد اہم حصہ ہوتے تھے لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور اعلانِ نبوت کے بعد کاہنوں کا اثر زائل ہونے لگا اور کہانت معدوم ہوتی چلی گئی۔

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے، مدینے میں کاہن اور کہانت موجود رہی لیکن جب مدینے کے لوگ مسلمان ہونے لگے تو اس کا اثر کاہنوں پر بھی پڑا اور کہانت روبہ زوال ہوتی چلی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الہام اور وحی کے ذریعے لوگوں کو جو کچھ بتا دیتے تھے اس کی موجودگی میں کاہن اور کہانت بے وقعت ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دجالِ اکبر کے ظہور کی خبر دی تو لوگ اس میں بے حد دلچسپی لینے لگے اور آپؐ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

آپؐ سے کہا گیا کہ دجالِ اکبر کی نشانیاں بیان فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا "دجال کے والدین تیس سال تک بے اولاد رہیں گے۔ اس کے بعد ان کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو یک چشم ہوگا۔ اس کے بڑے بڑے دانت ہوں گے۔ دیکھنے میں حقیر اور کریہہ

المنظر ہو گا۔"

اتنا کچھ بتا کے آپؐ خاموش ہو گئے۔

مسلمانوں نے اصرار کیا "یا رسول اللہؐ کچھ اور نشانیاں بیان فرمائیں۔"

آپؐ نے فرمایا "جب وہ سوئے گا تو اس کی آنکھیں بند ہوں گی۔ پورا جسم سو جائے گا لیکن اس کا دل بیدار رہے گا کیونکہ اس کا دل آماجگاہ وساوس شیطانی ہو گا۔ اس کی ناک پرندے کی چونچ کی طرح اوپر سے گول ہو گی۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہوں گے۔ اس کی ماں لحیم شحیم اور فربہ اندام ہو گی۔"

آپؐ سے پوچھا گیا "دجالِ اکبر بڑا ہو کر کیا کرے گا؟"

آپؐ نے جواب دیا "لوگوں کو گمراہ کرے گا اور وہ دنیا میں جس جگہ پہنچنا چاہے گا، چشم زدن میں پہنچ جائے گا۔ فتنے برپا کرے گا۔ مسلمان اس کو ہلاک کرنا چاہیں گے مگر ناکام رہیں گے۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ ظاہر ہوں گے اور وہ دجالِ اکبر کو ہلاک کریں گے۔"

لفظ دجال اکبر کی ان لوگوں نے وضاحت چاہی اور دریافت کیا "کیا دجالِ اکبر کے علاوہ بھی دجال ظاہر ہوں گے۔"

آپؐ نے جواب دیا "ہاں! اور بھی دجال پیدا ہوں گے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے۔"

یہ ایک دلچسپ موضوع تھا جس کے بارے میں مسلمان زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے تھے۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا "دنیا کا کوئی ایسا شہر بھی ہے جہاں دجالِ اکبر داخل نہیں ہو سکے گا۔"

آپؐ نے جواب دیا "صرف دو شہروں میں۔ ایک مکے اور دوسرے مدینے میں۔"

کچھ عرصے بعد حضرت ابو بکرہؓ نامی ایک صحابی نے یہ سنا کہ مدینے کے ایک یہودی گھرانے میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس میں وہ ساری نشانیاں موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجالِ اکبر کے بارے میں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابو بکرہؓ مدینے کے اس یہودی گھرانے میں پہنچے۔ ان کی پہلی نظر نومولود کی ماں پر پڑی جو نہایت لحیم شحیم اور فربہ اندام تھی۔

حضرت ابو بکرہؓ نے پوچھا "نومولود کا باپ کہاں ہے اور اس کا کیا نام ہے؟"

نومولود کی ماں نے جواب دیا "اس کے باپ کا نام صیاد ہے اور یہیں کہیں موجود ہو گا۔"

حضرت ابو بکرہؓ باپ کو تلاش کرتے ہوئے صیاد تک پہنچ گئے پھر اس سے باتیں شروع ہوئیں۔

حضرت ابو بکرہؓ نے پوچھا "تو نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟"

صیاد نے جواب دیا "صاف لیکن لوگ ابن صیاد کہتے ہیں۔"

حضرت ابو بکرہؓ نے دریافت کیا "تیری کتنی اور اولادیں ہیں؟"

صیاد نے جواب دیا "اور اولادوں کا کیا ذکر۔ صرف یہی ایک ہے اور وہ بھی شادی کے تیس سال بعد پیدا ہوا ہے۔"

حضرت ابو بکرہؓ حیران رہ گئے کیونکہ یہاں وہ ساری علامتیں موجود تھیں جو دجالِ اکبر میں بیان کی گئی تھیں۔ شکل بھی بھیانک تھی اور ناک بھی اوپر سے گول چونچ جیسی تھی۔ ماں بھی فربہ اندام تھی اور یہ بچہ شادی کے تیس سال بعد پیدا ہوا تھا۔ نومولود کے ہاتھ بھی لمبے لمبے تھے۔ دانت ابھی نکلے نہیں تھے۔

اس بچے کی پیدائش کی خبریں عام ہو گئیں اور لوگ اسے دیکھنے کے لیے جانے لگے پھر جب یہ بڑا ہوا اور اس کے دانت نکلے تو یہ بھی بڑے بڑے تھے۔

اب لوگوں کا یہی خیال تھا کہ یہی دجالِ اکبر ہے۔

✪✫✪

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے ہجرت کی تو یہ زمانہ ابن صیاد کے لڑکپن کا تھا۔ یہاں یہودیوں کا قلعہ بنی مقالہ بہت مشہور تھا اور ابن صیاد اسی بستی میں رہتا تھا۔ اس وقت تک ابنِ صیاد خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا اور وہ اپنے بڑے بڑے دانتوں کی وجہ سے دور سے پہچانا جاتا تھا۔ یہودیوں میں اس کی کہانت بہت مشہور ہو گئی تھی۔ یہودی اسے بھی نبی سمجھنے لگے تھے۔

لوگ اس کو اور اس کے باپ کو ٹوکتے "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی کوئی ایسا شخص پیدا ہو سکتا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرے؟"

اس کا باپ جواب دیتا "میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ تم لوگ میرے بیٹے سے ملو، اس سے بات کرو اور دیکھو کہ اس کی کتنی باتیں سچ نکلتی ہیں۔"

اور واقعی جب اس لڑکے سے بات کی جاتی اور یہ جو کچھ بتاتا تو اس کا کچھ حصہ سچ نکلتا۔ لوگ حیران رہ جاتے اور اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس سے ملوں گا اس سے باتیں کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کیا ہے؟"

اس کے بعد آپؐ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قلعہ بنی مقالہ پہنچ گئے۔ اس

وقت ابن صیاد یہودی لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

آپ ؐ نے اس کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا "کیا تو مجھے جانتا ہے؟"

ابن صیاد نے جواب دیا "میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ امیوں کے (عرب کے ناخواندہ لوگوں کے) نبی ہیں۔"

اس جواب کے فوراً بعد اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "کیا آپ بھی مجھے رسول اللہ مانتے ہیں؟"

آپ ؐ نے جواب دیا "میں تو اللہ اور اس کے تمام سچے نبیوں پر ایمان رکھتا ہوں لیکن تو جو نبوت کا دعوے دار ہے تو تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟"

ابن صیاد نے جواب دیا "میرے پاس تو ایک صادق آتا ہے اور ایک کاذب آتا ہے۔"

اس عجیب و غریب جواب کا یہ مطلب لیا گیا کہ اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور دوسرا شیطان اور یہ دونوں ہی اس کے دل پر امور غیبیہ القا کر جاتے ہوں گے۔"

اس کی پیش گوئیوں میں یہی ہوتا تھا کہ بعض سچی ہوتی تھیں اور بعض جھوٹی۔ سچ کا تعلق فرشتے سے تھا اور جھوٹ کا تعلق شیطان سے جبکہ انبیائے کرام ؑ کی خبریں جھوٹ سے مبرا ہوتی تھیں یعنی ان کے پاس شیطان کی رسائی ناممکن تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گویا تجھ پر صدق اور کذب مختلط ہو گیا ہے۔"

آپ ؐ نے حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابیوں پر ابن صیاد کا بطلان ثابت کرنے کے لیے ابنِ صیاد سے کہا "اچھا میں ایک کلمہ اپنے دل میں سوچتا ہوں تو بتا وہ کون سا کلمہ ہے۔"

آپ ؐ نے اپنے ذہن میں قرآن پاک کی یہ آیت محفوظ رکھی جس کے پانچ کلمے ہیں۔ اس کا ترجمہ ہے "جس دن آسمان پر بین دھواں ظاہر ہو گا۔"

ابن صیاد کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد جواب دیا "وہ دھواں ہے۔"

آپ ؐ نے فرمایا "تو نے پانچ کلموں میں سے ایک لفظ تک رسائی حاصل کر لی اور یہی کہانت ہے۔ جب تک تجھے امور غیبیہ پر پوری طرح آگاہی حاصل نہیں ہوتی تو تو نبوت کا مدعی کس طرح ہو سکتا ہے؟ تو اپنی بساط سے بڑھ کر قدم نہیں مار سکتا اور نہ اس درجے سے تجاوز کر سکتا ہے جو کاہنوں کو حاصل ہے۔ جب کہ تجھے اتنی قدرت بھی نہیں دی گئی کہ تو دوسروں کے دلی خطرات کو پوری طرح بتائے تو نبوت کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔ اللہ انبیاؑ کو لوگوں کے دلی ارادوں اور چھپے ہوئے رازوں سے درجہ کمال

تک مطلع فرما دیتا ہے جب کہ نجومیوں اور کاہنوں کو شیطان ایک آدھ لفظ بتا کے فارغ کر دیتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنِ صیاد کے بارے میں مزید واقفیت حاصل کرنا چاہتے تھے اسی لیے ایک دن آپ حضرت ابی بن کعب انصاریؓ کو ساتھ لے کر ایک نخلستان تشریف لے گئے کیونکہ کسی سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ابنِ صیاد اپنی ماں کے ساتھ اس نخلستان میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس وقت ابنِ صیاد چادر اوڑھے بستر پر دراز تھا اور چادر کے اندر سے غن غن کی آواز آ رہی تھی۔

کھجور کے ایک درخت کے پیچھے سے آپ ؐ اس آواز کا مفہوم جاننا چاہتے تھے لیکن ابنِ صیاد کی ماں نے آپ ؐ کو دیکھ لیا اور دور ہی سے پکار اٹھی "دیکھو بیٹے! محمد تشریف لائے ہیں۔"

چادر کے اندر سے آنے والی غن غن کی آواز بند ہو گئی اور ابن صیاد اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں نہایت شرح و بسط سے ایک خطبہ دیا اور پھر وہاں سے چلے آئے۔

ایک بار آپ ؐ مدینے کی کسی گلی سے گزر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ دیکھا کہ سامنے سے ابنِ صیاد چلا آ رہا ہے تو ان تینوں کو دیکھ کر وہ رک گئے۔

آپ ؐ کو معلوم تھا کہ یہ شخص ابھی تک اسلام سے دور ہے اور آپ ؐ پر ایمان نہیں لایا اور آپ ؐ اس سلسلے میں کبھی سختی سے کام نہیں لیتے تھے۔ ابن صیاد سے پوچھا "کیا تو میری رسالت کا قائل ہے؟"

ابن صیاد نے کہا "کیا آپ بھی مجھے اللہ کا رسول مانتے ہیں؟"

آپ ؐ نے جواب دیا "میرا اللہ پر ایمان ہے۔ اللہ کے فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر اور اللہ کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں چونکہ تو جھوٹا ہے اس لیے تجھ پر ایمان نہیں لا سکتا۔"

ابنِ صیاد نے کہا "میں عرش الٰہی کو پانی پر دیکھتا ہوں۔"

آپ ؐ نے جواب دیا "یہ طے ہے کہ ابلیس کا عرش سطح آب پر بچھا ہوتا ہے اور اسی عرش پر ابلیس اپنا تخت بچھا کر اپنی ذریات کو کفر سازیوں اور فتنہ انگیزیوں کے لیے لوگوں کے پاس بھیجتا ہے۔ تو اس ابلیسی تخت کو پانی پر دیکھ کر یہ گمان کرتا ہے کہ یہ عرشِ الٰہی ہے۔"

ابن صیاد سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد آپ ؐ نے اس سے پوچھا "تو نے کچھ اور بھی دیکھا؟"

ابنِ صیاد نے جواب دیا "میں دو صادق اور ایک کاذب یا دو کاذب اور ایک صادق کو دیکھا کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا "اس شخص پر اپنا معاملہ غلط ملط ہو گیا ہے اور اسے اپنی نسبت پر یہ بھی یقین نہیں کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا۔"

ایک دن یہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ اس وقت حضرت ابو سعیدؓ خدری رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

ابن صیاد نے پوچھا "یا رسول اللہؐ! آپ مجھے بتائیں کہ جنت کی مٹی کیسی ہوتی ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "جنت کی مٹی سفید میدے کی طرح ہے اور اس کی خوشبو خالص کستوری جیسی۔"

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہؐ پر ایمان لے آیا تھا اور کبھی کبھی حاضری بھی دیا کرتا تھا۔ انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ اس شخص نے کبھی نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا ہو۔ اس کی بدکاری اور ریاکاری کا حال بھی نہیں ملتا۔ اس نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بھی نہیں کی۔ احادیث کے مجموعوں سے ہمیں یہ بات تو معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ رسول اللہؐ پر ایمان لے آیا تھا لیکن کب ایمان لایا' یہ پتا نہیں چلتا۔ شاید اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سختی سے نہیں پیش آئے۔ نہ خود کبھی سختی کی اور نہ کسی اور کو سختی کی اجازت دی۔

بعض علماء نے غلطی سے ابن صیاد کو دجالِ اکبر سمجھ لیا جو اپنی جھوٹی پیش گوئیوں اور دعووں کے ساتھ خلق خدا کو گمراہ کرتا رہا۔ ان علما کا یہ عقیدہ ہے کہ ابن صیاد دجالِ اکبر ہے۔ اسے اللہ لمبی عمر دے گا اور قیامت کے قریب یہ ظاہر ہوگا اور روئے زمین پر فساد برپا کرے گا۔

محمد بن منکدر کی روایت ہے "میں نے جابر بن عبداللہ کو اس بات پر حلف اٹھاتے دیکھا کہ ابنِ صیاد ہی دجال ہے۔"

میں نے کہا "تعجب کی بات ہے کہ آپ اس بارے میں اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔"

جابر نے جواب دیا "امیر المومنین حضرت عمرؓ نے میری موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس بات پر قسم کھائی تھی اور حضورؐ نے اس پر انکار یا اعتراض نہیں کیا تھا۔"

بعض علما کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابنِ صیاد میں بعض دجالی علامتیں دیکھیں تو اسے دجال سمجھ لیا۔ اس کی جھوٹی پیش گوئیاں اور ناقص کہانت سے اس کی عیاری کا پتا چلتا تھا۔ اس کا اثر نبوت اور لوگوں کے ایمانوں پر پڑتا تھا اس لیے اسے عیار اور دجال سمجھا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

لیے خاموش رہے کہ جب تک کوئی بات وحی یا الہام کے ذریعے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک آپ نہ تو تردید کر سکتے تھے اور نہ تائید۔

لوگوں نے اس کے وجود کو اپنے درمیان کیوں گوارا کیا اور اس کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے کیوں احتراز کیا' ان سوالوں کا جواب واضح ہے کہ ابن صیاد نے کبھی تصادم کا منصوبہ نہیں بنایا اور وہ اس پر بضد رہا کہ وہ مسلمان ہے۔ یہاں تک کہ اس نے یزید کا دور بھی دیکھا۔

ان تمام باتوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابن صیاد کی مخالفت کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ کہیں جا رہے تھے تو سامنے سے ابنِ صیاد کو آتے دیکھا۔ ابن صیاد کی ایک آنکھ ٹھیک تھی اور دوسری انگور کی طرح پھولی ہوئی تھی۔ انہوں نے ابن صیاد سے پوچھا "تیری آنکھ میں یہ خرابی کب سے پیدا ہوئی؟"

ابن صیاد نے جواب دیا "میں نہیں جانتا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حیرت سے کہا "بندہ خدا! تیری آنکھ تیرے سر میں ہے اور تجھے اس کی خرابی کا حال تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ ابنِ صیاد نے اس چھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اللہ کی قدرت اور مشیت میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔ وہ اگر چاہے تو اس چھڑی میں ایسی آنکھ پیدا کر دے۔ جب میں پیدا ہوا تھا تو میری دونوں آنکھیں ایسی ہی تھیں۔ میں خدا کی قدرت میں کس طرح دخل دے سکتا ہوں۔"

اس جواب کے بعد شاید ابنِ صیاد کو اپنی کریہ المنظری کا شدید احساس ہوا اور وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ اس کی آواز بھی کسی گدھے کی آواز سے کم مکروہ نہ ہوگی۔

آس پاس جو لوگ موجود تھے' انہیں شبہ گزرا کہ شاید حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ابنِ صیاد کی پٹائی کر دی۔ چنانچہ ان لوگوں نے کہا "اے ابنِ عمرؓ تم نے ابن صیاد کو اتنا پیٹا کہ شاید تمہاری چھڑی بھی ٹوٹ گئی۔"

ابنِ عمرؓ نے جواب دیا "میں نے مار پیٹ نہیں کی بلکہ میں نے اس سے چند سوال کیے تھے۔ یہ ان کے جوابات دے کر چیخ چیخ کر رونے لگا۔"

مجمع میں سے ایک یہودی باہر نکلا اور ابنِ عمرؓ کی چھڑی بغور دیکھنے لگا۔ وہ صحیح سلامت تھی۔ یہودی نے غصے میں کہا "تو نے چھڑی تو نہیں ماری لیکن بھرپور گھونسا ضرور رسید کیا ہے۔ تجھے ایسا

سلوک نہیں کرنا چاہیے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا "میں تیرے سامنے موجود ہوں۔ تو اس سے معلوم کر۔ میرا خیال ہے' وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔"

یہودی نے ابن صیاد سے پوچھا "سچ بتا تو کیوں رو رہا ہے؟" اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا اس نے تجھے مارا تھا؟"

ابن صیاد نے جواب دیا "نہیں لیکن اس نے مجھ سے جس قسم کے سوال کیے میں ان کی چوٹ اپنے دل و دماغ پر محسوس کرتا رہا اور اسی چوٹ نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا۔"

گو کہ معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر یہودیوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ پورا مدینہ مسلمان ہو چکا ہے اور وہ تھوڑی تعداد میں ان کے درمیان رہ رہے ہیں اور اپنے ذمی ہونے کا جرمانہ بھی ادا کر رہے ہیں پھر بھی مسلمان ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔

یہ باتیں آپس میں سرگوشیوں میں ہوتی رہیں۔ جب مسلمانوں کو ان سرگوشیوں کا علم ہوا تو انہوں نے یہودیوں کو سمجھایا۔ "ہم ابن صیاد کے ساتھ کوئی زیادتی اس لیے نہیں کر سکتے کہ یہ شخص بظاہر مسلمان ہو چکا ہے۔ جس روز یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ خود بھی نبوت کا دعویدار ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا پھر رہا ہے تو اسے بے چون چرا قتل کر دیا جائے گا۔"

یہ ساری باتیں مدینے میں گشت کر رہی تھیں اور ان باتوں سے حضرت عمرؓ کو بہت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا "یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن اتار دوں۔"

حضورؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! اگر ابنِ صیاد وہی دجالِ منتظر ہے تو تم اس پر قابو نہ پا سکو گے۔"

حضرت عمرؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ! وہ کیوں؟"

آپؐ نے جواب دیا "جس دجال کا میں نے ذکر کیا ہے وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا اور اسے عیسیٰؑ ابن مریم ہلاک کریں گے۔ اس کے علاوہ ابنِ صیاد ابھی لڑکا ہے اور میں کسی لڑکے کے قتل کی اجازت نہیں دے سکتا اور پھر جیسا کہ سبھی جانتے ہیں' یہودی ہمارے ذمی ہیں اور ابنِ صیاد کا تعلق یہودی گھرانے سے ہے۔ دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر یہ صدقِ دل سے میری نبوت پر ایمان لے آیا تو اس کا قتل ناجائز ہو گا اور آج اگر اس کا ایمان باللسان ہے تو میں ایک ذمی کے قتل کا حکم کس طرح دے سکتا ہوں۔"

ابنِ صیاد کا عجیب عال تھا۔ وہ کھل کے برملا اسلام کو نہیں قبول کر رہا تھا اور کسی جگہ کوئی ایسا قدم بھی نہیں اٹھا رہا تھا جس سے مسلمانوں سے اس کا تصادم ہو جائے۔ شاید وہ پورے عرب کے مسلمان ہو جانے سے خوف زدہ تھا۔ اگر اسے ذرا سی بھی یہ امید ہوتی کہ اس کا جادو مدینے والوں پر چل سکتا ہے تو وہ ضرور جسارت کرتا۔"

اسے لوگ چھیڑتے بھی تھے۔ اس پر طنز بھی کرتے تھے' طعنے بھی دیتے مگر وہ ہنس کر چپ ہو جاتا۔

عوام الناس اسے دجال کہہ کر مخاطب کرتے اور یہ کہتا "اگر میں دجال ہوتا تو نبیؐ اس کی تصدیق ضرور کرتے لیکن اس کی زبان سے آج تک میرے بارے میں کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا۔"

ابنِ صیاد نے بظاہر کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ اسے دجالی کا مرتکب قرار دیا جائے لیکن اس کی مخصوص شکل اور ہیت کذائی اس کو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنائے رکھتی۔ لوگ اس سے مذاق بھی کرتے اور اسے دجال کہہ کر مخاطب کرتے اور وہ ہر ایک سے بظاہر خوش اخلاقی سے پیش آتا مگر دل اندر سے دکھتا رہتا۔ وہ لوگوں سے پوچھتا۔ "تم لوگ مجھے کیوں ستاتے ہو؟"

اور اکثریت یہی جواب دیتی "تیری صورت شکل دجال جیسی ہے۔"

جب کبھی وہ بحث و مباحثے پر اتر آتا تو بات بڑھ جاتی۔ وہ کہتا "مجھے پیدا ہونے پر اختیار نہیں ہے اور میری صورت شکل بھی مجھ سے پوچھ کر میری مرضی سے نہیں بنائی گئی۔ مجھے کہانت کی جو صفت بخشی گئی ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اس میں میرا کوئی اختیار نہیں۔ مجھے جو کچھ ملا' میرے لیے وبالِ جان بن گیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ مجھ سے تمام چیزیں لے لی جائیں اور مجھے عام انسانوں جیسا بنا دیا جائے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس قسم کی دعائیں فضول ہوتی ہیں اور انہیں کبھی بھی درجہ قبولیت نہیں حاصل ہوتا۔"

لوگوں کو اس کی ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہیں تو گویا ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا تھا اور تفریح اور مذاق کے لیے ایک شخص مل گیا تھا۔

ابنِ صیاد لوگوں سے الگ تھلگ رہتا اور کسی سے زیادہ میل جول نہ رکھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب یہ جوان ہو گیا تو اس کی شادی ہو گئی۔ اس کی اولادیں بھی پیدا ہوئیں اور اس کے کرب میں اس کی بیوی اور اولاد کو بھی شامل ہونا پڑا لیکن اس کے بارے میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حدیث جساسہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی یہ فرما دیا تھا کہ ابن صیاد دجال نہیں ہے۔

جساسہ جاسوسی کو کہتے ہیں اور حدیث جساسہ کی تفصیل یوں ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ یہ مسجد نبوی میں تشریف لے جاتیں اور آپؐ کے پیچھے نمازیں ادا فرماتیں۔ ان کی روایت ہے۔

ایک دن تمیم داری نامی ایک نومسلم نے جو پہلے عیسائی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور کچھ عجیب وغریب واقعات رسول اللہؐ سے بیان فرمائے۔ یہ واقعات دجالِ اکبر سے متعلق تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو اس وقت بھی میں (حضرت فاطمہؓ بنت قیس) آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہے۔"

چنانچہ ہر مسلمان نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔

آپؐ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور آپؐ کے سامنے نیچے فرش پر دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ تمیم داری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا "ہمیں کچھ نہیں معلوم جب کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو معلوم ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے کسی ترغیب یا ترہیب کے لیے تمہارے اجتماع کی خواہش نہیں کی۔"

لوگ آپ کی باتیں سننے کے لیے بے چین تھے۔ سبھی نے سکوت اختیار کر رکھا تھا۔

کچھ دیر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد حاضرین سے تمیم داری کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا "یہ ہیں تمیم داری جو پہلے عیسائی تھے لیکن اب مسلمان ہو چکے ہیں اور اس رشتے سے تمہارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا جس کا تعلق دجالِ اکبر سے ہے۔"

تمیم داری سنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ سکوت کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا "تمیم داری نے جو کچھ بیان کیا وہ ان ربانی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے جو میں دجال کے متعلق تمہارے سامنے پیش کرتا رہا ہوں۔ یہ ماجرا تمیم داری کے عینی مشاہدے پر مبنی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ تم لوگ بھی

اسے سنو اور اپنے ایمان اور یقین میں اضافہ کر لو۔"

تمیم داری سے کہا گیا کہ وہ اپنا مشاہدہ بیان کریں۔

تمیم داری نے کہا "میں نے جہاز میں سوار ہو کر سمندر کا سفر اختیار کیا۔ قبیلہ لخم اور قبیلہ جذام کے بھی تیس آدمی میرے جہاز میں موجود تھے اور میرے ساتھ ہی سفر کر رہے تھے۔ جہاز میں ہم سب کے لیے کھانے پینے کا سامان بھی وافر مقدار میں موجود تھا اور بظاہر پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ ہمارا جہاز ساحل کے سامنے قریب قریب سفر کرتا رہا۔ کوئی بھی ناخدا اپنے جہاز کو ساحل سے زیادہ دور سمندر کی گہرائی میں نہیں لے جاتا کیونکہ زیادہ گہرائی میں جہاز کے ڈوب جانے کا خطرہ رہتا ہے اور سمندر میں موجود پہاڑی چٹانوں سے بھی خطرات لاحق رہتے ہیں۔ ہمارا جہاز سفر کرتا رہا اور ہم لوگ اندیشے سے دور آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ہمیں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ ہم جس جہاز میں سفر کر رہے ہیں یہ چند دنوں بعد طوفان میں گھر جائے گا۔

اچانک کئی دن بعد جنوب سے بادل اٹھے اور آسمان پر چھا گئے۔ دوپہر میں ایسا لگا جیسے شام ہو گئی۔ دور بادلوں میں بجلی کی چمک اور لہر صاف دکھائی دے رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کہیں دور بارش ہو رہی ہے پھر اچانک تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے۔

جہاز کے تختے موٹے موٹے مضبوط رسوں سے بندھے ہوئے تھے۔ جہاز کے عملے کو ان کی مضبوطی پر یقین تھا مگر جب تیز ہواؤں کے جھکڑوں نے بادبانوں کو نقصان پہنچانا شروع کیا تو جہاز کے عملے کے ساتھ ناخدا کو بھی ڈر محسوس ہونے لگا۔ جہاز کے مسافر عملے سے زیادہ خوف زدہ تھے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ مسافروں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ناخدا سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

کسی نے پوچھا "کیا جہاز اس طوفان کا مقابلہ کر لے گا؟"

ناخدا نے مسافروں کی ہمت بندھائی اور جواب دیا "مت گھبراؤ' ہم سب زندگی میں ایسے طوفانوں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔"

لیکن یہ مختصر سا جواب مسافروں کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ ایک شخص ناخدا سے بحث کرنے لگا "ہم کس طرح یقین کر لیں کہ یہ طوفان ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ناخدا نے جواب دیا "دیکھیے جناب! اس طوفان سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ میرے حکم سے اٹھا ہے۔ اس کا تعلق معمولاتِ قدرت اور حوادثِ فطرت سے ہے اس لیے اس طوفان کے سلسلے میں

مجھ سے بحث کرنا فضول ہے۔"

اس شخص نے دباؤ ڈالا "جہاز ابھی ساحل سے زیادہ دور نہیں ہے اس لیے کوشش کر کے اسے ساحل کی طرف لے چلو۔"

ناخدا نے کہا "جہاز کے بادبان اپنی مرضی سے کام نہیں کرتے۔ یہ ہوا کے قابو میں ہوتے ہیں اور ہمارا صدیوں کا تجربہ ان بادبانوں سے عام موسم میں مرضی کے مطابق کام لے لیتا ہے لیکن شدید طوفانوں میں ہم بے بس ہو جاتے ہیں اور یہ طوفان ہمیں جہاں لے جاتے ہیں ہم چلے جاتے ہیں۔"

اس یاس انگیز جواب نے مسافروں کے حوصلے پست کر دیے اور لوگ اپنی اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے۔

ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق دعائیں کرنے لگا۔

اچانک بادبانوں کے ٹکڑے ہونے لگے۔ وہ جگہ جگہ سے پھٹ گئے۔ اب جہاز تند و تیز ہوا کے رحم و کرم پر تھا۔ جہاز کے عملے نے دوسرے بادبان چڑھانے کی کوشش کی مگر سرکش ہوائیں انہیں بھی اڑا لے گئیں اور عملے کے کئی آدمی سمندر کی تند و تیز لہروں میں کہیں غائب ہو گئے۔

اس سانحے نے جہاز والوں کو اور زیادہ خوف زدہ کر دیا اور جہاز کے لوگ ایک بار پھر ناخدا سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ ناخدا کو موسموں سے باخبر ہونا چاہیے۔ ایک طوفان جو دو دن بعد برپا ہونے والا ہے 'ناخدا کو اس کا قبل از وقت علم ہونا چاہیے۔"

اور ناخدا یہ کہہ رہا تھا کہ ایسا ناممکن ہے۔ کم از کم ابھی تک اس معاملے میں انسان بے بس ہے۔

جہاز کے فولادی اعصاب رکھنے والے عملے کو داد دینی چاہیے تھی جو اپنے کئی آدمیوں کے ضائع ہونے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارے تھے اور دوسرے بادبان لگانے میں مشغول تھے۔

اچانک کسی نے خبر دی کہ جہاز کے رسے بھی ٹوٹ رہے ہیں۔ ان رسوں سے تختے بندھے ہوئے تھے اور رسوں کے ٹوٹنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ جہاز عنقریب پارہ پارہ ہو جائے گا اور جہاز کے تمام مسافر سمندر کی نذر ہو جائیں گے۔

رسوں کے ٹوٹنے کی وحشت انگیز خبروں نے سبھی کو حواس باختہ کر دیا لیکن ناخدا ابھی تک اپنے ہوش و حواس میں تھا اور اس نے اپنے عملے کو حکم دیا کہ ٹوٹے ہوئے رسوں کی جگہ نئے رسے باندھ دیے جائیں اور جہاز کے تختوں کو ہر حال میں متحد اور مستحکم رکھا جائے۔

جہاز کا کچھ عملہ ادھر مشغول ہو گیا اور نئے رسوں سے شکستہ اور منتشر تختوں کو باندھنے لگے لیکن

جہاز ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ سمندر میں اس کی حیثیت تنکے جیسی تھی۔ سرکش موجیں جہاز کو اپنے اوپر اٹھا لیتیں اور جب سمٹتیں تو جہاز کو بھی اپنے ساتھ لے آتیں۔ انسانی اختیار اور ارادے بے کار ہو چکے تھے۔ جہاز کے ڈوبنے میں بظاہر کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔

اب لوگوں نے ناخدا سے لڑنا چھوڑ دیا تھا اور ہر ایک کو اپنی اپنی فکر لاحق تھی۔

اچانک ہوا کے ایک تھپیڑے نے موجوں کو حرکت دی تو ٹوٹے بادبان بھی سرنگوں ہو گئے اور تختے بھی ایک دوسرے سے الگ ہونے لگے۔

اچانک بارش بھی شروع ہو گئی۔ بجلی کی چمک اور بادلوں کی کڑک نے لوگوں کے رہے سہے حوصلے بھی پست کر دیے۔

ناخدا کو یہ تو معلوم تھا کہ اس کا جہاز ساحل سے بہت دور پہنچ چکا ہے اور اب اگر طوفان تھم بھی جائے گا تو راستہ تلاش کرنے میں اسے بہت دیر لگے گی لیکن وہ یہ ساری باتیں مسافروں کو نہیں بتا سکتا تھا۔

تمیم داری کا کہنا یہ تھا کہ جہاز پر جو مسلمان تھے انہوں نے اس خطرناک ماحول میں پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ راضی برضائے الٰہی تھے اور انہیں یہ یقین تھا کہ اگر ان کی اموات اس طوفان سے وابستہ کر دی گئی ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو بچا نہیں سکے گی۔

لیکن اگر ابھی ان کی زندگی باقی ہے تو انہیں کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ اللہ کی رضا پر شاکر و صابر یہ بندے اٹھے 'بدقت تمام وضو کیا اور سر بہ سجود الٰہی ہو گئے۔ وہ گریہ و زاری کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "اے اللہ! ہمیں نہیں معلوم کہ تیری رضا کیا ہے۔ اگر تیری رضا یہ ہے کہ ہم سب ہلاک ہو جائیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور ہم اپنی ہلاکت پر خوش ہیں۔ اگر تو ہمیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو اس وقت ہم جس کرب و اذیت میں گرفتار ہیں 'اس سے جلد از جلد نجات دے۔"

مسلمان نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جہاز کا ناخدا یہودی تھا اور اس کے عملے کے لوگ کچھ یہودی تھے اور کچھ عیسائی۔ مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ رہے تھے اور مسلمانوں کی طمانیت اور سکون پر حیرت کر رہے تھے۔

جہاز کہیں سے کہیں پہنچ چکا تھا اور ناخدا کا خیال تھا کہ رات ہو جانے کے بعد اگر طوفان تھم گیا' مطلع صاف ہوا اور آسمان میں ستارے نظر آنے لگے تو وہ ان کی مدد سے یہ جاننے میں کامیاب ہو جائے گا کہ اس کا جہاز ساحل سے کتنی دور آ چکا ہے اور اب اسے کس سمت میں سفر کرنا ہے۔

لیکن اس کی نوبت ہی نہ آئی اور جہاز جگہ جگہ سے ٹوٹنے لگا۔ مسافر پانی میں ڈبکیاں کھانے لگے۔ عملے نے چند تختوں کا سہارا لیا اور اس پر بیٹھ کر ہوا کے رخ سفر کرنے لگے۔ ان میں ناخدا بھی شامل تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے علاوہ کسی مسافر کی کوئی پروا نہ کی اور کہا "ہماری طرح تم لوگ بھی جہاز کے ٹوٹے ہوئے تختوں پر بیٹھ جاؤ۔ یہ تختے ہم سب کو کہاں لے جائیں گے ہمیں نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے یہ ہماری کچھ دیر اور کچھ دور تک مدد کریں پھر ہمیں سمندر کے حوالے کر دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ان کے ذریعے کسی محفوظ جگہ پر پہنچ جائیں جس کا امکان بہت کم ہے۔"

تھوڑی دیر بعد جہاز غائب ہو چکا تھا اور تختوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اوپر نیچے ہو رہے تھے۔ ہر شخص جو زندہ تھا' اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔

آخر کار چند تختے ایک جزیرے تک انہیں لے گئے۔ ان میں تمیم داری بھی شامل تھا۔

اس جزیرے میں پناہ تو مل گئی مگر کھانے پینے کا مسئلہ ان سب کو پریشان کرنے لگا۔ بظاہر یہاں کوئی آبادی بھی نظر نہیں آ رہی تھی اور یہ چند بچ جانے والے لوگ اتنے تھک چکے تھے کہ یہ جزیرے میں بہت دور تک پیدل سفر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مجبوراً یہ لوگ ساحل ہی پر پڑے رہے اور یہ فیصلہ کیا کہ جب تھکان دور ہو گی تو وہ اس جزیرے کے اندرونی حصوں میں جا کر دیکھیں گے کہ وہاں سے کچھ کھانے پینے کا سامان مل سکتا ہے یا نہیں۔

زندہ بچ جانے والوں میں ناخدا اور عملے کے چند لوگ بھی شامل تھے۔

یہاں بیٹھے بیٹھے رات ہو گئی اور مطلع بھی صاف ہو گیا۔

ناخدا آسمان پر ستاروں کو تلاش کر رہا تھا۔ دب اکبر دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی قدر جنوب میں ہے۔

وقت گزاری کے لیے یہ ناخدا اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے باتیں کرنے لگے۔ وہ مسلمانوں سے پوچھ رہے تھے "طوفان میں تم کس کو یاد کر رہے تھے اور کس سے مدد مانگ رہے تھے؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "اللہ سے۔"

ناخدا نے پوچھا "تمہارا مذہب کیا ہے؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "اسلام۔"

ناخدا اور اس کے ساتھیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کچھ سن تو رکھا تھا مگر انہیں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔

ناخدا نے پوچھا "جب تم دعائیں مانگ رہے تھے تو کیا تمہیں یہ یقین تھا کہ تم اس طوفان سے زندہ سلامت بچ نکلو گے؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ کا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ جو کچھ ہمارے ساتھ پیش آیا' اس میں بھی اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت کارفرما ہو گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم اس مصلحت سے واقف نہ ہوں۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے اور یہ ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ موت ایک نہ ایک دن ضرور آئے گی۔ کہاں اور کس طرح آئے گی ہم نہیں جانتے لیکن موت کو جس طرح آنا ہے' جہاں اور جن حالات میں آنا ہے' ہم اسے ٹال نہیں سکتے اور جس چیز پر ہمارا اختیار نہ ہو' ہمیں اس پر صبر کرنا چاہیے۔"

ان باتوں کا اثر ناخدا پر بھی ہوا اور اس کے عملے پر بھی۔

ان لوگوں کے سامنے مسلمان دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا ذکر کرتے رہے۔ اسلامی مساوات کا ذکر آیا۔ اسلامی معاشرت کا ذکر آیا' اسلامی اخوت کے بارے میں انہیں بتایا گیا۔

یہ لوگ ان باتوں سے متاثر ہوئے لیکن اب بھی انہیں اس طمانیت اور سکون پر زیادہ حیرت تھی جو وہ طوفان کی حالت میں دیکھ چکے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر یہ طمانیت اور سکون انہیں اسلام کے ذریعے حاصل ہوا ہے تو اسلام یقیناً ایک بڑا مذہب ہے۔

رات کو انہیں بھوک بھی محسوس ہوئی اور پیاس بھی لیکن اندھیرے اور سنسان جزیرے میں کہیں جانے کی کوئی ہمت نہ کر سکا۔ یہاں انہیں درندوں کا خوف بھی تھا اور حشرات الارض سے بھی وہ ڈر رہے تھے لیکن مسلمانوں کا حال یہاں بھی وہی تھا۔ وہ احتیاط بھی کر رہے تھے اور اندھیرے میں خطرات کو دیکھنے کی کوشش بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے قیام کے لیے ایک کھلی جگہ کا انتخاب کیا۔ انہیں ایک درخت کا سایہ بھی میسر تھا مگر جھاڑیاں اور درختوں کا جھنڈ ان سے دور تھا۔ آسمان پر چاند بھی نہیں تھا لیکن ستاروں کی روشنی اتنی ضرور تھی کہ وہ ان کی روشنی میں کسی درندے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ سکتے تھے۔ ان کی نظریں سطح زمین کی بھی نگرانی کر رہی تھیں جس پر سانپ بچھو نمودار ہو سکتے تھے۔

ناخدا اور اس کے ساتھیوں کے لیے یہ بڑے عجیب لوگ تھے۔ ایک طرف ان میں بلا کی احتیاط پسندی پائی جاتی تھی تو دوسری طرف تقدیر الٰہی پر بے پایاں صبر و شکر تھا جو انہیں مطمئن کیے ہوئے تھا۔ ناخدا نے شب گزاری کے لیے باتوں کا سہارا لیا۔ اس نے مسلمانوں سے پوچھا "تمہیں ہماری

طرح بھوک تو لگی ہوگی؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "جب تک زندگی ہے' ہمارا جسم اپنے معدے کے ذریعے غذا کی اشتہا کرتا رہے گا۔ پانی کی کمی ہوگی تو جسم پانی کا مطالبہ کرے گا۔"

ناخدا نے کہا "اگر ہمیں یہاں یہ دونوں چیزیں نہ ملیں تو ہم کیا کریں گے؟"

مسلمانوں نے جواب دیا "اللہ رزاق بھی ہے۔ اس نے پیدا کیا ہے' تو وہ ہمیں رزق بھی دے گا۔ یہ رزق ہمیں تلاش ضرور کرنا پڑے گا۔ ہمیں یہاں پانی بھی ملے گا اور ہم کسی حال میں اللہ سے مایوس نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔"

ناخدا اور اس کے عملے کے لوگ اسلام کا اثر قبول کرتے جا رہے تھے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ مسلمانوں کے اعتقاد پر عمل پیرا ہو کر طمانیت اور سکون حاصل کر لیں مگر ناکام رہے کیونکہ بھوک اور پیاس انہیں مسلسل ستا رہی تھی اور جزیرے کا اندھیرا اور ویرانیاں انہیں مستقل خوف زدہ کیے جا رہے تھے۔

ان لوگوں نے مسلمانوں سے وہ طریقہ پوچھا جس سے وہ اپنے اندر طمانیت پیدا کر کے بھوک پیاس اور دوسرے اندیشوں سے نجات پا جائیں۔

پہلے تو ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ باتوں میں مشغول ہو جائیں تو دکھ درد کا احساس کسی حد تک کم ہو جائے گا لیکن تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا اور ناحق پریشانیاں انہیں تنگ کرنے لگتی تھیں۔

پوری رات اسی کرب میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو انہیں جزیرے کے راستے نظر آنے لگے۔ جزیرے کے جنگلات' جھاڑیاں اور پودے دکھائی دینے لگے۔ ان سب نے یہ طے کیا کہ ہر کوئی اپنے اپنے طور پر جزیرے میں نکل جائے اور جس کو جہاں سے انسانی ضروریاتِ زندگی کی چیزیں ملیں' ایک دوسرے کو ان سے مطلع کر دے۔

ان سب کو یہ یقین تو تھا کہ اگر اس جزیرے میں کوئی آبادی ہوگی تو ان کی ہر چیز ان مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ لوگوں سے مختلف ہوگی۔ ان کی زبان' ان کا لباس' ان کا رہن سہن' ان کی غذا' غرضیکہ کسی چیز میں بھی ان سے مماثلت ناممکن تھی۔

تمیم داری نے اپنے لیے جس راستے کا انتخاب کیا تھا وہ بظاہر ایک غار کی طرف جا رہا تھا جبکہ دوسرے لوگ کھلے اور واضح راستوں کا انتخاب کر چکے تھے۔ اگر کوئی تمیم داری سے پوچھتا کہ انہوں

نے اپنے لیے اس خطرناک جگہ کا انتخاب کیوں کیا تو بظاہر ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

اور خود تمیم داری بھی یہ سوچ رہے تھے کہ اللہ نے انہیں جس راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے' وہ آگے جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ وہاں ایک بڑا غار کسی مہیب دیو کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔

تمیم داری اس راستے پر چلتے رہے اور سوچتے رہے کہ اگر اس غار میں کوئی مخلوق رہتی بھی ہوگی تو یہ تنہا اس سے کس طرح نمٹیں گے اور پھر وہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہو جائے گی۔

تمیم داری دیر تک چلتے رہے۔ انہیں حیرت تھی کہ جس جگہ انہیں جانا تھا اور جو بظاہر غار کی طرح منہ کھولے کھڑی تھی وہ بظاہر قریب نظر آتی تھی مگر چلتے رہنے کے بعد احساس ہوا کہ وہ جگہ بہت دور ہے۔

راستہ بالکل سنسان تھا۔ کسی طرف کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔

جہاز کے دوسرے لوگ کہاں بھٹک رہے ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے' تمیم داری کو کچھ پتا نہ تھا۔

اچانک ایک چٹان کی آڑ سے ایک عجیب و غریب عورت نمودار ہوئی۔ یہ عورت عجیب وضع قطع کی تھی جس کے بال بہت لمبے لمبے تھے۔

تمیم داری نے اس سے پوچھا "تو کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے؟"

عورت نے جواب دیا "اس راستے میں' میں تنہا رہتی ہوں۔"

تمیم داری نے پوچھا "میں نے تجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو یہاں صرف تنہا رہتی ہے یا یہاں دوسرے کون لوگ آباد ہیں۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تو کون ہے اور یہاں کیا کرتی ہے؟"

عورت نے جواب دیا "میں جسّاسہ ہوں اور کسی کے لیے مخبری کے فرائض انجام دیتی ہوں۔"

تمیم داری کو بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے پوچھا "جس طرح تیری صورت شکل' وضع قطع اور تیرا حلیہ عجیب و غریب ہے اسی طرح تیری باتیں بھی عجیب و غریب ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ تیری مخبری کس کے لیے ہے؟"

عورت نے جواب دیا "تو جس طرف جا رہا ہے' وہ راستہ ایک دیر کی طرف جاتا ہے۔ وہاں تیری ملاقات جس شخص سے ہوگی وہ مجھ سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہوگا۔ تو اس سے جا کر مل سکتا ہے۔"

تمیم داری ان پیچیدہ باتوں سے الجھن محسوس کر رہے تھے۔

عورت نے اصرار کیا "وقت نہ ضائع کر۔ جو کچھ بات کرنی ہے وہاں فوراً چلا جا۔"

تمیم داری نے سوچا "میں اس عجیب و غریب شخص کے پاس جا کر کہیں اور بے وقوف نہ بن جاؤں۔"

عورت کن انکھیوں سے تمیم داری کو دیکھ رہی تھی اور تمیم داری کے تذبذب سے ناخوش تھی۔

کچھ دیر بعد عورت نے کہا "میں تجھ کو جس شخص کے پاس بھیج رہی ہوں وہ عجیب الخلقت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی نشانی ہے اور اس کی وجہ سے تجھے اتنی شہرت حاصل ہو گی کہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

تمیم داری نے پوچھا "اس جزیرے میں اور کون رہتا ہے اور یہاں انسانوں کے لیے غذا میسر ہے یا نہیں؟"

عورت نے جواب دیا "یہاں سب کچھ ہے' آخر یہ جزیرہ ہے۔ تیرے جو آدمی ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں' انہیں ان کی ضرورت کی چیزیں مل جائیں گی۔"

یہ کہتے کہتے وہ عورت تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے غار کی طرف چل دی۔

کچھ دیر بعد تمیم داری بھی اسی طرف روانہ ہو گئے۔

کافی دیر بعد یہ مذکورہ دیر میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں وہ عورت پہلے سے موجود تھی۔

دیر میں ایک عجیب الخلقت دیو نما شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ یہ دونوں ہاتھ گھٹنوں کے نیچے سے نکل کر گدی تک پہنچ گئے تھے اور وہاں انہیں رسی سے باندھ دیا گیا تھا۔

تمیم داری حیرت سے اس کوہ پیکر شخص کو دیکھتے رہے۔

اس وقت وہ اس قدر حیرت زدہ تھے کہ ان سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد جب ہوش آیا تو عورت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کون شخص ہے اور یہاں اسے باندھ کر کیوں رکھا گیا ہے؟"

عورت نے جواب دیا "تمہارے سوال کا جواب یہ شخص خود دے گا اور تمہیں جتنے سوالات کرنے ہوں' اس سے براہ راست کرو۔"

تمیم داری نے اس شخص سے پوچھا "تو کون ہے اور تجھے یہاں کیوں باندھ کر رکھا گیا ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "اے شخص! تم نے مجھے اس حال میں دیکھ لیا ہے۔ اس لیے میں بھی کوئی بات تم سے چھپاؤں گا نہیں لیکن پہلے تم اپنے بارے میں یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس دور دراز جزیرے میں کس طرح آئے ہو؟"

تمیم داری نے جواب دیا "ہمارا تعلق ملک عرب سے ہے اور ہم بحری سفر پر نکلے تھے لیکن بدقسمتی سے ہمارا جہاز طوفان میں گھر گیا۔ شروع شروع میں جہاز کا عملہ اور ناخدا طوفان کا مقابلہ کرتے رہے اور جہاز کو آگے بڑھاتے رہے۔ دنوں کا کوئی حساب نہیں لیکن ایک اندازے کے مطابق ہمارا جہاز شاید تیس دن تک پانی کی مخدوش سطح اور لہروں پر ڈانواں ڈول رہا۔ آخر بادبان بھی جواب دے گئے اور جہاز میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو گئی اور ہم سب کو اپنی اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ اب دعاؤں سے ہی کام چل سکتا تھا۔ ہم لوگ دعائیں مانگتے رہے اور اس جزیرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ رات کا وقت تھا۔ آسمان پر چاند بھی نہیں تھا۔ تاروں کی روشنی میں کھلے میدان میں ایک درخت کے سائے میں رات بسر کی اور ہم سب بے چینی میں دل بہلانے کی باتیں کرنے لگے۔ صبح ہوئی تو آبادی کی فکر میں نکل کھڑے ہوئے۔ اسی جستجو میں میری ملاقات تیری جساسہ سے ہو گئی۔ اس نے مجھے اس دیر میں پہنچنے کی تلقین کی اور اب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ عورت مجھ سے پہلے پہنچ چکی ہے۔"

اس شخص نے پوچھا "اب تم یہ بتاؤ کیا نخلِ بیسان میں پھل آ رہے ہیں؟"

تمیم داری نے جواب دیا "بیسان کے نخلستان میں برابر پھل آ رہا ہے۔"

اس شخص نے مایوسی سے کہا "تو گویا ابھی میری رہائی کا وقت نہیں آیا اور میں فی الحال اسی جزیرے اور اسی دیر میں قید رہوں گا۔"

تمیم داری نے پوچھا "کیا کوئی ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ بیسان میں کھجوروں کے درخت ثمر آور نہیں ہوں گے؟"

اس شخص نے جواب دیا "ہاں' ایسا وقت ضرور آئے گا۔"

کچھ دیر بعد اس شخص نے دوسرا سوال کیا "کیا بحیرہ طبریہ میں ابھی تک پانی موجود ہے اور وہ خشک نہیں ہوا؟"

تمیم داری نے جواب دیا "بحیرہ طبریہ میں پانی وافر مقدار میں موجود ہے اور اس کے خشک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اس نے مایوسی سے کہا "تو گویا مجھے ابھی رہائی کا حکم نہیں ملے گا۔"

تمیم داری نے پھر حیرت سے پوچھا "تیری رہائی کا بحیرہ طبریہ کی خشکی سے کیا تعلق ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "مجھے بتایا گیا ہے کہ جب وہ خشک ہو جائے گا تو مجھے رہائی مل جائے گی۔"

کچھ دیر بعد اس شخص نے تیسرا سوال کر دیا "کیا چشمہ زغر میں پانی موجود ہے؟ اور وہاں کے لوگ

اس پانی سے زراعت کر رہے ہیں؟"

تمیم داری نے کہا "چشمہ زغر میں پانی کی بہتات ہے اور لوگ اس سے اپنی زمینوں کو سیراب کر رہے ہیں۔"

اس نے پھر ناامیدی سے کہا "تو گویا میری رہائی کے دن ابھی نہیں آئے اور میں یوں ہی پابند سلاسل رہوں گا۔"

اس نے ایک اہم سوال کر دیا "اچھا تو یہ بتا کیا عرب میں امیوں کے نبی نے ظاہر ہو کر کچھ کیا ہے؟"

تمیم داری نے جواب دی "وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور اپنی قوم پر غالب بھی آ چکے ہیں۔ لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔"

اس خبر نے اس شخص کو نڈھال سا کر دیا۔ وہ کہنے لگا "تب پھر فی الحال میری رہائی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے اس امی کی اطاعت کر لی ہے' انہوں نے اچھا ہی کیا۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ میں دجالِ اکبر ہوں۔ وہ ساری علامتیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے' باری باری ظاہر ہوں گی اور اس وقت مجھے اجازت ملے گی کہ میں آزادی سے ادھر ادھر چل پھر سکوں۔ اس وقت میں جہاں چاہوں گا' چلا جاؤں گا اور دنیا کی کوئی آبادی ایسی نہیں ہوگی جہاں چالیس دن کی مدت میں 'میں نہ پہنچ جاؤں لیکن مکے اور طیبہ میں 'میں نہیں جا سکوں گا کیونکہ یہ میرے لیے ممنوعہ شہر قرار دیے گئے ہیں۔"

تمیم داری نے دریافت کیا "اگر تو مکے اور طیبہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو کیا آسمانوں سے فرشتے تجھ کو ایک ناپسندیدہ شخص سمجھ کر آتشیں تلواروں سے اندر داخل ہونے سے روک دیں گے اور تجھ میں اتنی سکت نہیں ہوگی کہ تو ان کا مقابلہ کر سکے۔"

دجال اکبر نے مسکراتے ہوئے کہا "جناب! میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا اس لیے تجھے بھی کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے لیکن جہاں مقدرات الٰہی کارفرما ہوں' وہاں پیچھے ہٹ جانا چاہیے کیونکہ انسان سب سے لڑ سکتا ہے لیکن تقدیرِ الٰہی سے نہیں لڑ سکتا۔"

آہستہ آہستہ دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچنے لگے۔ کسی دوسرے مسلمان نے دجالِ اکبر سے واقف ہونے کے بعد کہا "لیکن مدینے میں تو ایک دجال پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام صاف بن صیاد ہے۔ لوگ اسے ابنِ صیاد کہتے ہیں اور مدینے کے لوگ اس کو چھیڑنے کے لیے دجال بلکہ دجالِ اکبر تک کہتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا "لیکن امیوں کے نبی نے اس کے دجال ہونے کی تصدیق نہیں کی ہوگی۔"

تمیم داری نے محسوس کیا کہ دجالِ اکبر نے جن دو شہروں کا نام لیا تھا اس میں شاید مدینے کی جگہ کسی اور شہر کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ وضاحت کے لیے تمیم داری نے دجال اکبر سے کہا "جن دو شہروں میں تو داخل نہیں ہو سکے گا ان کے کیا نام ہیں؟"

دجال اکبر نے جواب دیا "مکہ اور طیبہ۔"

جب یہ واقعات مقیم داری بالتفصیل مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں بیان کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا منبر پر کئی بار مار کر تین مرتبہ فرمایا "یہی طیبہ ہے' یہی طیبہ ہے' یہی طیبہ ہے۔"

اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ابنِ صیاد دجال نہیں تھا اور جب خود اسے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دجال ہونے سے بری قرار دیا ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔

☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصے بعد حضرت ابو سعیدؓ خدری نے ابنِ صیاد سے پوچھا "اچھا اب یہ بتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے عرصہ ہوا دجالی سے بری کر دیا ہے لیکن دجال کو اللہ نے بڑے اختیارات دیے ہیں جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے بعید ترین خطوں میں چالیس دن تک پہنچ جائے گا۔ اس کو دوسرے کمالات بھی ملے ہوں گے۔ وہ دنیا کی بیشتر آبادی کو ورغلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لوگ اس کا حکم مانیں گے اور اپنے عہد میں وہ دنیا کا نامی گرامی آدمی ہوگا۔ اب مجھے یہ بتا کہ ان خصوصیات کے ساتھ تو دجال ہونا پسند کرے گا؟"

اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا "وہ تمام قدرت' کمالات' خصوصیات اور اختیارات جو دجالِ اکبر میں بیان کیے گئے ہیں' اگر مجھے عطا کر دیے جائیں تو میں دجالِ اکبر بننا پسند کروں گا۔"

حضرت ابو سعیدؓ خدری نے کہا "تیرا برا ہو۔ تیرا یہ جواب تیرے دلی خیالات اور عقائد کا صحیح آئینہ ہے اور مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تیرے دل پر شیفتگی اسلام اور ایمان کے نقش کہاں تک مرتسم ہیں۔"

ابنِ صیاد کے اس جواب نے لوگوں کو موقع دیا کہ وہ اس سے چھیڑ چھاڑ کریں چنانچہ ایک بار پھر اس کی زندگی اجیرن ہو گئی اور لوگوں نے اسے ستانا شروع کر دیا۔ ہر کوئی اسے دجال کہہ کر مخاطب کرتا۔

اس نے بازاروں میں آنا جانا چھوڑ دیا۔

اتفاق سے ایک مرتبہ ابنِ صیاد کسی قافلے میں شریک ہو کے مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ اسی قافلے میں حضرت ابو سعیدؓ خدری بھی سفر کر رہے تھے۔ اس نے حضرت ابو سعیدؓ خدری کو دیکھا تو مسافروں سے کہا "یہی وہ شخص ہے جس نے میرے بارے میں غلط خبریں لوگوں کو دے رکھی ہیں۔ اگر اس نے ہم

دونوں کی باتوں میں پیش آنے والے سنجیدہ معاملات پر مجھ سے بحث و مباحثہ نہ کیا ہوتا تو آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے بعد کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس فضول مسئلے پر بات کرے مگر اس شخص نے لوگوں میں ایسا تاثر دے رکھا ہے کہ وہ مجھے اب بھی دجالِ اکبر سمجھتے ہیں۔"

حضرت ابو سعیدؓ خدری نے کہا "اگر تو نے میرے سوال کا جواب اتنی دلیری سے نہ دیا ہوتا تو لوگ اسے بھلا چکے ہوتے اور تجھے بھی ہم سے کوئی شکایت نہ ہوتی۔"

ابن صیاد نے کہا "جناب! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور نمازیں بھی پڑھتا ہوں' زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں' حج بھی کرتا ہوں۔ آپ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دجال مدینے اور مکے میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن دنیا جانتی ہے کہ میں مدینے میں پیدا ہوا۔ مدینے میں پلا بڑھا اور اب آپ کے ساتھ مکے جا رہا ہوں پھر میں دجال کس طرح کہلاؤں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال کافر ہو گا لیکن میں تو مسلمان ہوں۔ آپ مجھے کیوں ستاتے ہیں۔"

حضرت ابو سعیدؓ خدری نے کہا "مجھے یاد ہے کہ تو نے ایک بار دجالی اختیارات اور قدرت کا حال سن کر یہ اقرار کیا تھا کہ اگر یہ چیزیں تجھے میسر آجائیں تو تو دجال بننا قبول کر لے گا۔ تیرے ایمان کی یہی کمزوری مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔"

کافی عرصے بعد بازار میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ابنِ صیاد کو اس حال میں دیکھا کہ لوگ اسے چھیڑ رہے ہیں اور وہ ان سے تنگ آیا ہوا ہے۔ وہ لوگوں سے بے حد ناراض تھا۔ چھیڑنے والوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ بالکل حالت دیوانگی میں تھا اور چھیڑنے والوں پر غضب ناک ہو رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لوگوں کو تو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کا حوالہ دیتے ہوئے کہا "سچ بتا! کیا تو نے دجالِ اکبر بننے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تو مسلمان ہے مگر تیرا ایمان کمزور ہے اسی لیے لوگ تجھے چھیڑتے ہیں' ستاتے ہیں۔ صبر کر اور میں دعا کرتا ہوں کہ لوگوں کے دل تیری طرف سے صاف ہو جائیں اور وہ تجھے ستانا چھوڑ دیں۔"

نافع راوی ہے کہ یہ جواب سن کر ابنِ صیاد نے ایک خوف ناک چیخ ماری۔ یہ چیخ پورے بازار میں گونج گئی۔ لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اپنے گھر چلے گئے۔ وہاں ام المومنین حضرت حفصہؓ تشریف رکھتی تھیں۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس واقعے کا ذکر اپنی بہن سے کیا لیکن ان سے پہلے حضرت حفصہؓ کو یہ بات کوئی اور بتا چکا تھا اور یہ تاثر دیا تھا کہ ابنِ صیاد کے اشتعال کا سبب آپ کے بھائی ابن عمرؓ کا کوئی مکالمہ تھا۔

حضرت حفصہؓ نے اپنے بھائی کو سمجھایا "کیا تم نہیں جانتے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کسی بات پر غضب ناک ہو گا اور پھر یہی غیظ و غضب اس کے خروج کا سبب بن جائے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تم نے ابنِ صیاد کو کیوں مشتعل کر دیا۔ اگر ذرا سا بھی احتمال باقی ہو کہ یہی شخص دجال اکبر ہو سکتا ہے تو پھر یہ بات تمہیں زیب نہیں دیتی کہ اسے برانگیختہ کر کے فتنوں کا دروازہ کھول دو۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وعدہ کیا "آئندہ میں احتیاط سے کام لوں گا۔"

ابنِ صیاد نہ تو اپنے شہر سے خوش تھا اور نہ شہریوں سے۔ مسلمانوں کو کہانت سے کوئی دلچسپی نہ تھی جب کہ کہانت ہی اس کے لیے وجہ افتخار تھی۔ وہ خود بھی مسلمان ہو چکا تھا اور یہ جانتا تھا کہ اسلام نے کاہن اور اس کی کہانت کا خاتمہ کر دیا ہے مگر وہ اپنے خداداد وصف سے کام لینے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ کبھی کبھی اتفاقیہ کوئی غیر مسلم اس کے پاس پہنچ جاتا اور اس سے اپنے اور زمانے کے بارے میں سوالات کرتا۔ یہ ان کے جوابات دیتا مگر ان کا کچھ حصہ سچ ہوتا اور کچھ جھوٹ۔ اس کے باوجود لوگ اس کی کہانت کے قائل تھے۔

یہ لوگ اس کو طعنے بھی دیتے اور ورغلاتے بھی تھے۔ ان میں سے بیشتر یہی کہتے تھے "جب خود تجھے ایک فطری خوبی میسر ہے کہ تو آئندہ پیش آنے والے واقعات سے قبل از وقت خبردار ہو جاتا ہے تو پھر تجھ کو مسلمان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ تو خود کچھ بن جاتا۔ آج تیرے پیچھے تیرے پرستاروں کی بھیڑ بھاڑ ہوتی۔"

ابنِ صیاد جواب دیتا "میں کچھ بھی بن جاؤں' کبھی بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکوں گا جو ایک نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ لوگ میری کہانتوں میں بس کسی حد تک دلچسپی لیتے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں اپنے پرستاروں میں وہ جذبہ جانفروشی کبھی بھی پیدا نہیں کر سکوں گا جو عرب کے نبیؐ نے مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے۔"

کئی بار جی میں آئی کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے لیکن وہ اپنے وطن کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اسے اپنے وطن کی گلی کوچوں سے محبت تھی اور اپنی صورت شکل کے پیش نظر یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بھی جائے' اپنی مخصوص شکل و صورت سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا تھا۔ وہ جہاں بھی جائے گا' لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے اور جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ مدینے کے لوگ اسے دجال کہتے ہیں تو نئی جگہ کے لوگ بھی اسے دجال کہنے لگیں گے اور وہاں بھی یہی مدینے کی فضا تیار

ہو جائے گی۔

اس کے چیخنے چلانے کی آوازیں اکثر گونجتی رہتیں جن سے لوگ پریشان ہو جاتے تھے اور جب اس کو اس سے منع کیا جاتا تو وہ نہایت کرب سے کہتا تھا "تم لوگ بھی اپنا رویہ بدلو اور جن مشکل حالات سے میں دوچار ہوں' ان کا خیال کرو۔"

لوگ پوچھتے "یہ جو تو چیخیں مارتا ہے تو اس سے تجھے کیا حاصل ہوتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "جب کسی شخص کو بے تحاشا مارا پیٹا جائے اور پٹنے والا چیخے چلائے اور لوگ اس سے چیخنے چلانے کا سبب پوچھیں تو تم ہی بتاؤ کہ وہ مظلوم کیا جواب دے گا؟"

ایک شخص جو ابنِ صیاد سے چھیڑ چھاڑ میں بڑی دلچسپی لیتا تھا' کہنے لگا "لیکن تجھ کو تو کوئی مارتا پیٹتا نہیں پھر تو کیوں چیختا چلاتا رہتا ہے؟"

ابنِ صیاد نے جواب دیا "تم لوگ ہاتھ پاؤں سے تو مارتے نہیں اور میرا جسم اس چوٹ سے محفوظ رہتا ہے مگر میں اس چوٹ کی بات کر رہا ہوں جو تم لوگ میرا مذاق اڑانے کی غرض سے اپنے تکلیف دہ لفظوں سے میرا دل اور میری روح پر لگاتے ہو اور بخدا یہ چوٹ جسمانی چوٹ سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔"

کسی حد تک لوگ باز بھی آ گئے لیکن کچھ ایسے مسلمان بھی تھے جو ابنِ صیاد کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ شخص شہر بھر کے مسلمانوں کے دباؤ میں آ گیا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ابنِ صیاد کبھی مسلمان نہ ہوتا۔

اس قسم کی سوچ رکھنے والے مسلمانوں کو منع کیا گیا کہ وہ ابنِ صیاد کے بارے میں اپنے دلی خیالات کا برملا اظہار نہ کیا کریں۔

لوگ جہادوں میں حصہ لیتے مگر ابن صیاد نے کسی جہاد میں بھی حصہ نہیں لیا حالانکہ اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دورِ خلافت دیکھا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں رہا۔ حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت گزارا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں بھی یہ زندہ رہا اور یہ ادوار ہر قسم کی جنگ و جدل سے معمور رہے۔ ان میں عرب و شام کی فتوحات حاصل کی گئیں۔ ایران میں اسلام داخل ہو گیا۔ مصر سرنگوں ہوا اور افریقہ میں مسلمان داخل ہو گئے۔

ان ادوار میں کہیں بھی ابنِ صیاد کسی محاذ پر نظر نہیں آیا اور نہ کسی راوی نے اس کا ذکر کیا۔ شاید ابنِ صیاد لوگوں کے اس ناروا سلوک کی وجہ سے سب سے الگ تھلگ رہا اور مسلمانوں نے بھی اس پر

کوئی خاص توجہ اس لیے نہیں دی کہ وہ خواہ مخواہ بے دلی سے جہاد میں حصہ لے گا اور دیکھنے والوں کے لیے تماشا بن جائے گا۔

معتبر ثقہ حضرات اس کے اسلام پر شبہ نہیں کرتے تھے کیونکہ جو شخص مدینے میں رہتا ہو اور کئی بار مکے بھی ہو آیا ہو اور تمیم داری کے ذریعے دجالِ اکبر کا بھی پتا چل گیا ہو پھر ثقہ لوگ ابن صیاد کو کس طرح دجال مان لیتے۔

۶۱ھ میں سانحہ کربلا پیش آیا اور پھر ۶۳ ہجری میں مدینہ بھی جنگ و جدل کی لپیٹ میں آ گیا۔ شامی فوجیں مدینے میں داخل ہو گئیں۔ مدینے والوں نے ان کا مقابلہ کیا اور بے حد خون خرابا ہوا۔ دارالخلافہ دمشق تھا۔ مدینے کے لوگ احساس محرومی کا شکار تھے۔

بوڑھے ابنِ صیاد نے کئی زمانے دیکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس نے دیکھا تھا اور کسی قسم کا نقصان اٹھائے بغیر زندہ رہا تھا پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ڈھائی سالہ دور دیکھا اور اس میں بھی اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ حضرت عمرؓ کا دس سالہ دورِ خلافت نظر سے گزرا اور امن و سکون سے زندگی بسر کرتا رہا پھر بارہ سالہ دور خلافت حضرت عثمانؓ کا رہا اور اس میں بھی وہ زندہ و سلامت رہا پھر حضرت علیؓ کا دور خلافت آیا اور اس مختصر دورِ خلافت کے بعد شش ماہی حضرت حسنؓ کا دورِ خلافت دیکھا۔

اس دوران میں مرکز خلافت پہلے مدینے سے کوفہ گیا اور حضرت حسنؓ کے خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد کاروبار خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد ہوا اور اسلامی دارالخلافہ کوفے سے دمشق منتقل ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ کے بعد خلافت یزید کو ملی اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اس کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور ۶۳ ہجری میں مدینہ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ اسلامی فوجوں نے مدینے پر تسلط حاصل کر لیا۔

اس جنگ میں مدینے کے جتنے لوگ مارے گئے تھے' ان میں ابنِ صیاد بھی شامل تھا۔ مرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ کچھ لوگوں کو اختلاف ہوا لیکن ابھی وہ لوگ زندہ تھے جنھوں نے رسول اللہؐ کا زمانہ دیکھا تھا اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی خلیفہ نے بھی ابنِ صیاد کو ایمانی اور دینی نقطہ نظر سے شک و شبے کی نظر سے نہیں دیکھا تھا۔

ان لوگوں نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ ابنِ صیاد مسلمان تھا اور اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے مسلمان کی حیثیت سے دفن کر دیا گیا۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔

✪✲✪

ایک غلام جو امام بن گیا۔
قدرت نے اس کو غیر معمولی ذہن ،حافظہ اور ہمت دی تھی۔ اس نے دنیا اور دنیا والوں کو اپنی منفرد اور عجوبہ روزگار نظروں سے دیکھا اور وہ بن جانے کی کوشش کی جس کا وہ اہل نہیں تھا اور جو وہ بن کے نہیں آیا تھا۔ قسامِ ازل نے اس کو وہ نہیں بنایا تھا جو وہ بن گیااور اس کا وہی انجام ہوا جو ہنس کی چال چلنے والے کوے کا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے زمانے کے عوام کو سبز باغ دکھائے اور اس میں بڑی حدتک کامیاب بھی ہوگیا مگر اصلی اور نقلی کے فرق نے اس کو جہنم کی آگ کے حوالے کردیا۔ جعلی اور نقلی شخص کی روداد۔

مضمون کے ماخذ

تاریخ کامل	تاریخ ابن خلدون	فتوح البلدان	تاریخ اسلام	تاریخ طبری	معارج النبوۃ
ابن اثیر	علامہ ابن خلدون	البلاذری	اکبر شاہ خان	ابوجریر الطبری	عبدالحق محدث دہلوی

مغیرہ بن سعید عجلی

۷۲۹ء نبوت کا دعویٰ کیا

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے خالد بن عبداللہ قسری کو عراق کا والی مقرر کیا گیا تو اس کے غلاموں میں مغیرہ بن سعید عجلی بھی شامل تھا۔ یہ شخص درپردہ حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا۔ یہاں لوگوں کی غیر معمولی ارادتیں دیکھ کر اسے کچھ بننے کا شوق ہوا لیکن جب اپنی غلامی پر نظر ڈالتا تو بڑی مایوسی ہوتی۔ اس کے سامنے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ وہ خالد قسری کی غلامی سے نجات کس طرح حاصل کرے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا کیونکہ غلامی کے بعد آزادی کا حصول ایک دشوار مرحلہ تھا اور یہ مسئلہ آقا کی خوشنودی سے تعلق رکھتا تھا یا پھر کوئی صاحب حیثیت اس کو خالد قسری سے خرید کر آزاد کر سکتا تھا۔

ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت مغیرہ تحصیل علم میں مشغول ہوگیا۔ وہ حضرت امام باقر کی صحبت سے بھی فیض یاب ہو رہا تھا۔ آدمی ذہین تھا' اسے جہاں سے جو کچھ ملتا تھا' اسے اپنے حافظے میں محفوظ کرلیتا تھا اور یہ سارے کام نہایت رازداری سے ہو رہے تھے۔

بنوامیہ کے خلاف عباسیوں اور علویوں کی تحریک مزاحمت شروع ہوچکی تھی لیکن ابھی یہ تحریک مزاحمت زمین دوز تھی۔

مغیرہ خوشامد درآمد اور چاپلوسی سے خالد قسری کے دل کو جیتنے کی کوشش کر رہا تھا اور خالد قسری انتہائی ہوشیار اور چالاک ہونے کے باوجود مغیرہ کو نہیں سمجھ سکا تھا۔

معلوم نہیں کس طرح کوفہ میں ایک افواہ گشت کرنے لگی کہ خالد قسری جب فجر کی نماز پڑھنے

جامعہ کوفہ میں جارہا ہوگا تو گلیوں میں چھپے ہوئے لوگ اچانک نکل کر خالد قسری پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اس طرح خالد قسری کو قتل کر دیا جائے گا۔

خالد قسری فکر مند تھا اور اس کو یہ شبہ تھا کہ جس سازشی ممکنہ حملے کی افواہ چاروں طرف گرم ہے' اسے فجر کے وقت سے مخصوص کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ حملہ کسی وقت بھی اور کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو اپنے جن غلاموں پر بھروسا تھا ان میں مغیرہ عجلی کا نام بھی شامل تھا۔ مغیرہ عجلی نے اپنے آقا کو جو فکر مند دیکھا تو تنہائی میں پوچھا "میرے آقا! میں کئی دن سے آپ کو فکر مند دیکھ رہا ہوں۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

خالد قسری نے جواب دیا "کوئی بات نہیں ہے۔"

مغیرہ عجلی نے کہا "اگر کوئی خاص بات نہیں ہے تو فکر کی کوئی عام بات ضرور ہوگی۔"

خالد قسری نے اپنے غلام مغیرہ عجلی کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا "مجھے حیرت ہے کہ ایک خاص افواہ جو ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے' اس کا تجھے کوئی علم نہیں۔"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "ناممکن ہے کہ آپ کے خلاف کوئی بات بازاروں' گلی کوچوں اور گھروں میں مشہور ہو رہی ہو اور مجھے اس کا علم نہ ہو۔"

خالد قسری نے کہا "اب تو خود ہی بتا کہ میں کیوں پریشان ہوں؟"

مغیرہ عجلی نے مشورہ دیا "جب تک اس افواہ کا مخرج نہ معلوم ہو جائے' اس وقت تک آپ کو احتیاط کرنی چاہیے۔ میں دوسرے غلاموں کے ساتھ ہر وقت آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

خالد قسری نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا "میں تیری وفاداری کا قائل ہوں لیکن تم لوگ کہاں تک میری حفاظت کرو گے۔"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "ہر جگہ' ہر وقت گھر سے گلی کوچوں' بازاروں اور مساجد تک' دشمن ہمارے اس حصار کو کبھی بھی نہیں توڑ سکے گا۔"

گویا اب یہ بات طے پا گئی تھی کہ خالد قسری جب بھی باہر نکلے گا تو وہ تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کی حفاظت کے لیے مغیرہ عجلی اور کئی دوسرے غلام ہوں گے۔ اب خالد قسری کسی حد تک مطمئن اور بے نیاز تھا۔

اس بات کو کئی ماہ گزر گئے اور آہستہ آہستہ یہ ثابت ہونے لگا کہ خالد قسری کے قتل سے متعلق جو خبر گرم ہوئی تھی' اس کی حیثیت افواہ سے زیادہ نہیں تھی لیکن تقریباً دس ماہ بعد خالد قسری پر عین اس

وقت حملہ کر دیا گیا جب وہ کوفہ کی چھاؤنی میں اپنے فوجی سرداروں سے ملاقات کرنے جا رہا تھا۔ یہ حملہ آور کل تین تھے' ایک گلی سے نمودار ہوئے اور نہایت دلیری سے خالد قسری کی طرف بڑھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ فریادی ہیں اور خالد قسری کے سامنے کوئی درخواست پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ایک شخص جو اپنے ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ایک رولا لیے ہوئے تھا' خالد قسری کے قریب پہنچا۔

مغیرہ عجلی نے اسے روک لیا اور پوچھا "کیا بات ہے تو کس سے ملنا چاہتا ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "تیرے ولی نعمت خالد قسری سے۔"

مغیرہ عجلی نے پوچھا "تجھے خالد قسری سے کیا کام ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "میں جانتا ہوں کہ تو خالد قسری کا ایک ادنیٰ درجے کا غلام ہے اس لیے تجھ کو زیب نہیں دیتا کہ میرا راستہ روکے۔"

مغیرہ عجلی نے اس کو دھکے دیے اور وہاں سے بھگا دینے کی کوشش کی مگر اب وہ اجنبی مزاحمت کے بجائے حملے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے پہلو سے خنجر نکالا اور کہا "میرے راستے سے ہٹ جا ورنہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔"

مغیرہ عجلی نے اس کا خنجر والا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس دوران میں مغیرہ کے دوسرے ساتھی بھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ مغیرہ نے ان کو حکم دیا "اس سے اس کا خنجر چھین لو۔ یہ ہمارے ولی نعمت کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

یہ مغیرہ عجلی اور اس کے ساتھیوں کی جذباتی وارفتگی تھی کہ ان سب کی توجہ صرف ایک شخص پر مبذول ہو کر رہ گئی۔

خالد قسری نے شور و غل کی آوازیں سنیں تو چوکنا ہو گیا اور اپنے آس پاس رونما ہونے والے واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی عالم میں اس نے دیکھا کہ دو اجنبی اپنے اپنے خنجر تانے اس کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

خالد قسری نے مغیرہ عجلی کو حکم دیا "ان دونوں کو سنبھال۔ دیکھ یہ دونوں وہی ہیں جن کا ہم دس ماہ سے انتظار کر رہے تھے۔"

مغیرہ عجلی نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی غفلت میں ایک پر تلوار کا وار کر دیا۔ وہ گھوڑے سے زمین پر آ گرا۔

دوسرے کو خالد قسری نے ٹھکانے لگا دیا۔

اب صرف ایک شخص زندہ بچا تھا جو بظاہر فریادی معلوم ہوتا تھا۔ اسی جگہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا، خالد قسری نے رکنے کا حکم دیا۔ یہیں ایک پتھر پر بیٹھ کر خالد قسری نے اس گرفتار شخص کو اپنے روبرو پیش کیے جانے کا حکم دیا۔

جب یہ شخص خالد قسری کے سامنے پیش کیا گیا تو اس سے پوچھا گیا "تو والی کوفہ کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا؟"

اس شخص نے جواب دیا "جناب! میرا باپ ایک سپاہی تھا جس کو کئی سال پہلے خراسان کی ایک بغاوت کو دبانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں سے کہیں غائب ہو گیا۔ ہم سب اس کی گمشدگی سے بے حد پریشان ہیں۔ جب ہم اپنے باپ کو کوفہ کی چھاؤنی میں تلاش کرنے یا اس کا پتا پوچھنے آتے تھے تو ہمیں بھگا دیا جاتا تھا۔ ہمیں خالد قسری سے ملنے بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ اس لیے آج ہم نے راستے میں ہی تم لوگوں کو پکڑ لیا مگر تقدیر کی برگشتگی دیکھو، یہاں بھی مجھے گرفتار کر لیا گیا اور اب اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔"

خالد قسری نے اس کو یقین دلایا "نہیں، ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم تیرے گمشدہ باپ کا پتا لگائیں گے اور تیری شکایت کا ازالہ کریں گے۔"

مغیرہ عجلی نے اپنے آقا کو خبردار کیا "جناب! یہ شخص جھوٹا ہے اور یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے، اس میں ذرا سی بھی صداقت نہیں ہے۔"

لیکن خالد قسری نے حکم دیا "اس شخص کو اس وقت تک قید رکھا جائے جب تک اس کے باپ کی تحقیقات مکمل نہ ہو جائیں۔"

خالد قسری نے قیدی سے اس کے باپ کے حالات اور کوائف دریافت کیے۔ انہیں لکھ لینے کے بعد قیدی کو قید خانے میں ڈال دیا گیا اور خالد قسری نے کوفہ کی چھاؤنی میں مختلف فوجی سرداروں سے ملاقاتیں کیں۔ ان سب کو قیدی کے گمشدہ باپ کے حالات و کوائف بتائے اور کہا "اس شخص کے بارے میں معلومات مہیا کی جائیں۔" یہاں سے فارغ ہونے کے بعد خالد قسری اپنے قصر میں واپس چلا گیا۔

مغیرہ عجلی نے دیکھا کہ خالد قسری نے اس کی جاں نثاری کا کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا۔ اسے بڑی مایوسی ہوئی۔ اس کے خیال میں یہ بہترین موقع تھا کہ خالد قسری خوش ہو کر اس سے پوچھے کہ بتا تو کیا چاہتا ہے؟ اور وہ جواب میں کہے "آزادی!"

لیکن خالد قسری نے حملہ آور کو مظلوم سمجھ کر اس کے باپ کی تلاش شروع کروادی تھی۔

اس بات کو بھی کئی ماہ گزر گئے اور گمشدہ باپ کی روداد بھی سامنے آگئی۔ فوجی دفاتر کی چھان بین کے بعد معلوم ہوا کہ اس نام کا کوئی شخص کئی سالوں سے خراسان نہیں بھیجا گیا اور گرفتار قیدی کے پڑوسیوں سے یہ معلوم ہوا کہ اس کا باپ کبھی بھی فوج میں نہیں رہا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا باپ اس کے بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اب یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ اس قیدی نے خالد قسری کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس میں محض مغیرہ عجلی کی وجہ سے ناکام رہا۔

خالد قسری نے اس نوجوان کو قتل کروادیا اور مغیرہ عجلی کا اس کی جاں نثاری پر شکریہ ادا کیا لیکن انعام و اکرام میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ بھی نہیں پوچھا "بتا! تو اپنی جاں نثاری کے صلے میں کیا چاہتا ہے؟"

ایک بار پھر مغیرہ عجلی کو اپنی ناکامی پر بے حد افسوس ہوا اور اس کا تیز، سازشی دماغ دوسرے تانے بانے بننے میں مشغول ہو گیا۔

اس نے ایک بار پھر یہ مشہور کیا کہ خالد قسری کے مخالف اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور خالد قسری پر حملوں کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا ہے۔ خالد قسری نے سوچنا شروع کیا کہ آخر اس کے یہ مخالف کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ کیا کرتے ہیں اور وجہ مخاصمت کیا ہے؟

بہت کچھ سوچنے اور غور کرنے کے بعد بھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ دوسری طرف مغیرہ عجلی تھا جو خالد قسری کو بہر حال یہ جتانا چاہتا تھا کہ خالد قسری کے آدمیوں میں اس سے زیادہ کوئی جاں نثار نہیں ہے۔

ایک مدت کے بعد مغیرہ عجلی کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ ان جھوٹی افواہوں کے بدلے آزادی نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ یہ افواہیں خالد قسری کو مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اپنے چاروں طرف محافظین کی ایک فوج رکھے اور ان میں مغیرہ عجلی جیسے جاں نثاروں کی ہمیشہ ضرورت رہے گی۔ آخر کار مغیرہ عجلی نے خالد قسری کی جا و بے جا خوشامدیں شروع کر دیں اور ان خوشامدوں سے خالد قسری کا دل جیت لیا۔

اس نے خالد قسری کو یہ باور کرایا کہ وہ پڑھ لکھ کر عالم بننا چاہتا ہے۔

خالد قسری نے پوچھا "عالم کیوں بننا چاہتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "یہ شوق پیدائشی اور فطری ہے لیکن غلامی کی وجہ سے میں اپنا یہ شوق پورا نہ کر سکا۔"

خالد قسریٰ نے کہا "میری طرف سے تجھ کو یہ آزادی حاصل ہے کہ تعلیم حاصل کرو اور اس سلسلے میں جو کچھ خرچ آئے گا' اسے میں برداشت کروں گا۔"

مغیرہ عجلی نے مغموم لہجے میں کہا "میں اس غلامی کی زندگی میں کس طرح پڑھ سکتا ہوں۔ کیونکہ غلامی میں جو دباؤ ذہن پر ہوتا ہے' اس سے سارے ولولے سرد پڑ جاتے ہیں۔"

خالد قسریٰ نے پوچھا "پھر تو کیا چاہتا ہے' بتا تو کیا چاہتا ہے؟"

مغیرہ عجلی خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے سے غم و اندوہ ٹپک رہے تھے۔

کچھ دیر بعد خالد قسریٰ نے پھر وہی سوال کیا "تو نے بتایا نہیں کہ تو کیا چاہتا ہے؟"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "وہی شے جو میری تعلیم کے آڑے آ رہی ہے۔ بس اسی سے میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی غلامی سے آزادی۔"

خالد قسریٰ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے بعد پوچھا "کیا تو واقعی تعلیم کا اتنا ہی دلدادہ ہے جتنا اس وقت نظر آ رہا ہے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ آزادی کے بعد میں کتنا بڑا عالم بن کر دنیا کے سامنے آؤں گا۔"

خالد قسریٰ نے جواب دیا "تو کچھ دن انتظار کر اور مجھے سوچنے دے۔"

اسی دوران میں ایران اور خراسان سے خبریں آئیں کہ وہاں شورشیں برپا ہیں اور اُمیہ خلافت کے خلاف سازشیں اپنے عروج پر ہیں۔ خالد قسریٰ کو کئی شورش زدہ علاقے تفویض کر دیے گئے کہ وہ ان پر بھی نظر رکھے اور سازشوں کو دبانے بلکہ ختم کرنے کی کوشش کرے۔

خالد قسریٰ کچھ عرصے کے لیے کوفہ سے باہر چلا گیا۔ اس دوران میں مغیرہ عجلی نے اپنی تعلیم پر بھرپور توجہ دی۔ آدمی ذہین تھا' بہت جلد کہیں سے کہیں نکل گیا اور کئی ماہ بعد جب خالد قسریٰ واپس آیا تو دیکھا کہ مغیرہ عجلی دوسرے غلاموں کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ اب مغیرہ عجلی کے بات کرنے کا ڈھنگ بھی بدل گیا تھا۔ اس نے مغیرہ عجلی کو سامنے بٹھا کر باتیں شروع کیں تو اندازہ ہوا کہ اس میں بڑی صلاحیتیں ہیں جنہیں لوگوں کے سامنے آنا چاہیے اور اس کے لیے مغیرہ عجلی کی آزادی بہت ضروری ہو گئی تھی۔

آخر اس نے مغیرہ عجلی کی آزادی کا اعلان کر دیا اور کہا "جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔"

اب مغیرہ عجلی کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے اپنے دور غلامی میں جو ذلتیں اور

گھٹن محسوس کی تھی یا جن خواریوں سے وہ گزر چکا تھا' اب اس کا حساب کتاب کرنا چاہتا تھا۔ وہ حضرت امام باقرؑ کی خدمت میں پہنچا اور وہیں اپنا وقت گزارنے لگا۔ اس نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا منصوبہ بندی کی تھی' اس کا کسی کو علم نہ تھا۔ بس اپنے نہاں خانہ دل میں چھپائے وقت کا منتظر رہا۔ اس نے دیکھا کہ امامت میں جو مقام اور تقدس انسان کو حاصل ہو جاتا ہے' اس سے حاکم وقت اور خلافت بنو اُمیہ بھی محروم ہے۔

بظاہر وہ امامت سے متاثر تھا اور اس کے احترام پر بھی مجبور تھا مگر اب وہ خود یہ مقام حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کے خیال میں اپنی غلامی کے دور میں جو ذلتیں اور خواریاں اس نے اٹھائی تھیں اب وقت آ گیا تھا کہ سود کے ساتھ بہت کچھ وصول کر لیا جائے۔ فی الحال وہ امام بننا چاہتا تھا۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جب وہ یہ دعویٰ کرے گا تو ہر طرف سے اس کی مخالفت ہو گی یہاں تک کہ ایک طرف خلافت بنو اُمیہ کے لوگ اس کو اس دعوے سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے اور ریاستی جبر و ظلم کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور دوسری طرف اس کے مقابل اصل امامت ہو گی اور اس اصل امامت کو ماننے والے اس کی راہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ ان دشواریوں کے پیش نظر اس نے جائزہ لیا کہ وہ کس طرح اپنے پیرو پیدا کرے گا اور لوگوں کو کس طرح اپنی امامت کا یقین دلائے گا۔

اس پہلو پر غور کرنے میں کئی سال لگ گئے۔ اس دوران میں وہ عوام اور جمہور کی نفسیات پر غور کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ جمہور کے بازار میں ہر سکہ چل سکتا ہے' چاہے وہ کھرا ہو یا کھوٹا۔ اصل چیز سکہ چلانے والے کی ذہانت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو کس طرح یہ یقین دلائے گا کہ یہ جعلی سکہ ہی دراصل اصلی اور کھرا سکہ ہے۔

اس کو یہ معلوم تھا کہ جمہور کی نفسی کیفیت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی اور جو شخص بھی اچھی باتیں کر سکتا ہے وہ عوام کو بے وقوف بنا سکتا ہے اور جو بھی قابل اور لائق انسان معجزات اور کرامات کے نام پر شعبدے دکھا سکتا ہے' وہ عوام کے دل و دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔

اب اسے ایسی کتابیں درکار تھیں جن میں جادو ٹونے' طلسمات اور سحریات کا ذکر ہو۔ وہ ان کتابوں کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے پھرنے لگا اور جہاں سے بھی جو کتاب ملی' اسے اپنے قابو میں کیا اور اس پر عملی کام شروع کر دیا۔

کچھ عرصے بعد وہ اس لائق ہو گیا کہ جاہلوں میں بیٹھ کر بڑھ چڑھ کر باتیں کر سکے۔

اب اس نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسے اللہ کی طرف سے غیر معمولی قوتیں حاصل

ہوئی ہیں اور یہ قوتیں اسے مستقبل سے آگاہ کردیتی ہیں اور یہ کہ وہ لوگوں کے دلوں کا حال از خود جان لیتا ہے۔

لیکن اسی دوران میں اسے حالات وواقعات نے یہ بتایا کہ انسان کا خاندانی پس منظر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کوئی معمولی حسب نسب رکھنے والا آدمی اگر غیر معمولی بڑا بننے کی کوشش کرے گا تو دوسرے لوگ فوراً اس کے حسب نسب کے پیچھے پڑجائیں گے اور جب انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا تو اسے مسترد کردیں گے۔

کسی شخص کے ارتقا اور تنزل میں حسب نسب کو کتنا دخل ہو سکتا ہے، یہ انکشاف بڑا ہی سنسنی خیز اور حوصلے کو پست کردینے والا تھا۔ چنانچہ اس نے انتہائی غور و فکر، مشاہدے اور مطالعے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ امامت پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بعد سلسلہ امامت کو جناب محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن مجتبیٰ بن علی کرم اللہ وجہ کی طرف منتقل کردیا۔ محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کے لقب سے مشہور تھے۔

لیکن وہ یہ اعلان نہیں کرسکا کیونکہ حضرت امام باقر موجود تھے۔ یہ امام موصوف کی زندگی میں ان کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا تھا لیکن امام مذکور کی رحلت کے بعد مغیرہ نے اپنا کام شروع کردیا۔

پہلے تو وہ لوگوں کو یہ یقین دلاتا رہا کہ اصل امام حضرت محمد بن عبداللہ المعروف بہ نفس ذکیہ ہیں لیکن درپردہ وہ اپنی امامت کے لیے کام کرتا رہا اور لوگوں کو یہ یقین دلاتا رہا کہ حضرت نفس ذکیہ کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے وقت تو درکار ہے لیکن ان سے پہلے میں عارضی اور جزوی امام کے فرائض انجام دوں گا۔ وہ لوگوں سے کہتا کہ پہلے تم میری امامت پر ایمان لاؤ۔

لوگوں کو اس کی یہ باتیں عجیب لگیں لیکن جب اس شخص نے جھوٹی کرامات دکھانی شروع کیں تو جہلا اس کے قابو میں آتے چلے گئے۔ اس نے ناداروں اور نادانوں کے دل و دماغ کو اپنی مٹھی میں کرلیا تھا۔ یہ لوگ اس کی پراسرار سرگرمیوں میں معاون و مددگار بن گئے۔ یہ محلے کے سربرآوردہ لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے اور وہاں سے معلومات اکٹھی کرتے اور چپکے سے مغیرہ عجلی تک پہنچادیتے اور ان معلومات کو مغیرہ عجلی نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے استعمال کرتا۔

بازار میں ایک تاجر سفر کے دوران میں لٹ گیا۔ اس کے کئی غلاموں میں سے دو غلام قزاقوں سے مقابلہ کرتے ہوئے قتل ہوگئے۔ ان دونوں غلاموں کے نام اور لوٹے جانے والے سامان کی جملہ تفاصیل مغیرہ عجلی کے آدمیوں نے اس کو پہنچادیں۔

یہ لٹا پٹا تاجر مغیرہ کے پاس پہنچا تو مغیرہ نے اس کو دیکھتے ہی کہا "میں جانتا ہوں کہ تیرے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے؟"

تاجر نے حیرت سے پوچھا "میرے بارے میں آپ کو معلوم ہے؟"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "جب قزاق تجھ کو لوٹ رہے تھے تو میں وہیں موجود تھا۔ میرا یہ وجود روحانی تھا۔ میں نے دیکھا میرے غلاموں نے تیرا بہت ساتھ دیا اور تیرے دو غلام اس کوشش میں ہلاک بھی ہوگئے۔"

تاجر نے حیرت سے کہا "بے شک میرے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے مگر حیرت ہے کہ یہ ساری باتیں آپ کو کس طرح معلوم ہوگئیں؟"

مغیرہ عجلی نے کہا "اگر تو کہے تو میں دونوں مقتول غلاموں کے نام بھی بتا سکتا ہوں؟"

تاجر نے کہا "بتائیں تو سہی، ان کے کیا نام تھے؟"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "ان میں سے ایک کا نام ربیع تھا اور دوسرے کا فضل۔ یہ بالکل نوجوان تھے۔ جب کہ تیرے بقیہ چاروں غلام جو زندہ بچے ہیں ادھیڑ عمر ہیں۔"

تاجر ایک ایک انکشاف پر حیرت زدہ تھا، پوچھا "جناب! ان چاروں کے نام آپ بتائیں گے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "ان میں سے ایک کا نام خالد، دوسرے کا خلیل، تیسرے کا بلال اور چوتھے کا حارث ہے۔"

تاجر مغیرہ کا امتحان لے رہا تھا، پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مجھے اس میں کتنا نقصان پہنچا ہے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "تیل کی مد میں ایک ہزار دینار کا، اناج کی مد میں تین ہزار دینار کا اور کپڑے کی مد میں چھ ہزار دینار کا۔ اس کے علاوہ ڈاکو تجھ سے ایک کنیز بھی چھین لے گئے۔ کنیز کا نام مونسہ تھا۔"

یہ ساری معلومات ایسی تھیں کہ تاجر کے خیال میں ان سے کوئی اور واقف نہیں تھا۔ تاجر نے نہایت ادب سے درخواست کی۔ "حضرت! آپ اپنا داہنا ہاتھ دیں تاکہ میں اس کو بوسہ دے دوں۔"

مغیرہ نے اپنا سیدھا ہاتھ تاجر کی طرف بڑھادیا۔ تاجر نے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑلیا۔ پہلے تو اسے اپنی آنکھوں سے لگایا پھر اسے اپنے چہرے پر پھیرتا رہا۔ پھر اسے بوسہ دیا اور سینے سے لگا کر بیٹھ گیا، عرض کیا "حضرت! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ ساری باتیں آپ کو کس طرح معلوم ہوگئیں؟"

مغیرہ نے جواب دیا "کیا تو نے سنا نہیں کہ اس وقت میں روحانی طور پر وہیں موجود تھا اور وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔"

تاجر نے شکایتاً کہا "تب پھر آپ اگر چاہتے تو میری مدد بھی کر سکتے تھے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "بے شک میں تیری مدد کر سکتا تھا مگر اس وقت مشیتِ ایزدی نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔"

تاجر نے پوچھا "تو آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ مشیتِ ایزدی یہ نہیں چاہتی تھی کہ قزاقوں کے خلاف میری مدد کی جائے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "جب میں تیری مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہتا تھا تو ایسا لگا کہ جیسے کوئی مجھ سے سرگوشی میں کہہ رہا ہے کہ اے مغیرہ! خبردار جو تو نے اس میں مداخلت کی" تاجر کو یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ رہزنی کے اس معاملے میں مشیتِ ایزدی رہزنوں کے حق میں تھی۔

مغیرہ نے تاجر کو ڈانٹ پلائی اور کہا "بے شک۔ تیری طرف سے حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت برتی گئی ہوگی کہ تجھ کو یہ سزا دی گئی۔"

تاجر اپنے حافظے پر زور دیتا رہا اور یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی طرف سے حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی کوئی کسر رہی ہو، مغموم لہجے میں عرض کیا "حضرت! میرے علم میں تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ ہاں نادانستگی میں سہواً ایسی کوئی بات ہو گئی ہو تو میں نہیں کہہ سکتا۔"

یہ تاجر مغیرہ کا بن داموں غلام ہو گیا تھا، پوچھا "میرے اس نقصان کی تلافی کس طرح ہوگی؟"

مغیرہ نے جواب دیا "اب تو تنہائی میں بیٹھ کر اس پر غور کر کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں تجھ سے کہاں غفلت ہوئی ہے۔ جس روز تو اپنی اس غلطی سے آگاہ ہو جائے گا' تیرے نقصان کی تلافی بھی ہو جائے گی۔"

تاجر نے عرض کیا "حضرت! میں نے آپ کا در پکڑ لیا ہے' اب میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

مغیرہ نے جواب دیا "میرے در کو مستقلاً پکڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تو اپنے کام کرتا رہ۔ ایک نہ ایک دن اللہ تجھ پر مہربان ہو جائے گا اور تیرے نقصان کو پورا کر دے گا۔"

یہ تاجر تو چلا گیا مگر خود مغیرہ نے بھی یہ محسوس کیا کہ آج اس نے ایک بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا۔

ان واقعات کا چرچا ہوا تو لوگ کھنچ کھنچ کر مغیرہ کے پاس پہنچنے لگے۔ مغیرہ میں جو شے حیرت انگیز طور پر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ پائی جاتی تھی وہ تھی قوتِ حافظہ۔ جو بات ایک بار سن لیتا تھا' وہ اسے ہمیشہ یاد رہتی تھی۔ جو چہرہ ایک بار نظر سے گزر جاتا تھا' اس کے بھول جانے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا تھا۔

یہ خبریں عام ہوئیں تو سب سے زیادہ ان سے عورتیں اور غلام متاثر ہوئے اور یہ لوگ مغیرہ کے پاس پہنچنے لگے۔ عورتوں کے اپنے مسائل تھے اور غلاموں کے اپنے۔ اب مغیرہ کے لیے مشکلات پیدا ہوئی تھیں لیکن اس چالاک آدمی نے عورتوں سے بڑے کام لیے۔

ایک امیرزادے کے گھر میں دو بیویوں میں جھگڑا ہو گیا اور اس جھگڑے میں ان دونوں نے بڑی رکیک زبان استعمال کی۔

مغیرہ نے اپنی عورتیں معلومات کے لیے چھوڑ رکھی تھیں۔ دونوں بیگمات کی مسلسل وجہ مخاصمت شوہر کی تیسری شادی کی طرف رغبت تھی اور دونوں میں سے ایک امیرزادے کو تیسری شادی کی ترغیب دے رہی تھی۔

یہ خبریں مغیرہ تک پہنچیں تو وہ اس تازہ شکار کے لیے مستعد و چاق و چوبند ہو کر بیٹھ گیا۔

امیرزادے کو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ بیویوں کی اس کشمکش میں اس کی جان جا سکتی ہے۔ یعنی کوئی بھی عورت اس کو زہر دے سکتی ہے۔

امیرزادے کو مغیرہ کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگوں کے دلوں کا حال جانتا ہے۔

امیرزادے کو یہ جستجو تھی کہ اپنی دونوں بیویوں کے دلوں کے حال سے واقف ہو جائے۔

وہ سیدھا مغیرہ کے پاس پہنچا۔ نذرانے میں اس نے کچھ رقم مغیرہ کی خدمت میں پیش کی اور پوچھا "جناب والا! کیا یہ درست ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں کا حال جان لیتے ہیں؟"

مغیرہ نے جواب دیا "بے شک ایسا ہی ہے لیکن اسی حد تک جس حد تک اللہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے کسی کے دل کے حالات معلوم ہو جائیں۔"

امیرزادے نے کہا "حضرت! میں تیسری شادی کرنا چاہتا ہوں جب کہ میری موجود دونوں بیویوں میں سے ایک میری مدد کر رہی ہے مگر دوسری تیسری شادی کی سخت مخالف ہے۔ کیا میں آپ سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ میری دونوں بیویاں میرے بارے میں کیا سوچیں گی یا سوچ رہی ہیں؟"

مغیرہ اس نازک مسئلے پر آنکھیں بند کر کے غور کرتا رہا۔ آخر کار دونوں آنکھیں کھول دیں اور کہا "ابھی ابھی میں آنکھیں بند کر کے تیری بیویوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے ان کے دلوں میں اتر کر تیرے سوالات کے جوابات معلوم کرنے کی کوشش کی مگر وہاں تو دھند چھائی ہوئی تھی اس لیے کوئی جواب نہیں مل سکا۔ کل تو مجھ سے ٹھیک دوپہر میں ملے گا۔"

امیرزادہ تو اپنے گھر واپس چلا گیا مگر مغیرہ کی خواتین کارکن ادھر ادھر پھیل گئیں اور گھروں میں گھس گھس کر معلومات اکٹھا کرنے لگیں۔ ان ہی میں سے چند امیرزادے کے گھر بھی پہنچ گئیں اور گھر والوں سے یارانہ بڑھا کر ان کے دلوں کے حالات کرید کرید کر معلوم کرنے لگیں۔ ان خواتین نے امیرزادے کی بیویوں سے مغیرہ کی بڑی تعریفیں کیں اور مشورہ دیا کہ وہ دو ایک بار اپنے شوہر سے چھپ کر ضرور ملیں۔ چنانچہ ان دونوں عورتوں نے ایسا ہی کیا اور الگ الگ مختلف اوقات میں مغیرہ کے پاس پہنچ گئیں اور مغیرہ کی پرسش پر سب کچھ بتلا دیا۔

ایک عورت کو اپنے شوہر سے اس لیے نفرت تھی کہ وہ شادیوں کا بہت شوقین تھا۔ اس کی نظریں اپنے شوہر کی جائداد پر تھیں اور اس کو یہ بالکل پسند نہیں تھا کہ اس کی جائداد میں کوئی تیسری بیوی بھی حصے دار بن جائے۔

دوسری کو تیسری بیوی کی اس لیے ضرورت تھی کہ اسے پہلی بیوی بالکل پسند نہیں تھی اور وہ اس کے حسد میں اس گھر میں تیسری بیوی لانا چاہتی تھی۔

کئی دن بعد امیرزادہ مغیرہ کے پاس پہنچا اور دریافت کیا۔ "حضرت! آپ کو کچھ پتا چلا؟"

مغیرہ نے جواب دیا "اس دن تیرے جاتے ہی اللہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ میں نے ان دونوں کے بارے میں غور کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ ایک بیوی یہ نہیں چاہتی کہ تیری جائداد میں تیسری عورت شریک ہو۔ مگر وہ جو تیسری بیوی لانا چاہتی ہے، اپنی موجودہ سوت سے خوش نہیں ہے۔ بس مختصرا اتنی سی بات ہے۔"

امیرزادے نے حیرت سے سوال کیا۔ "خوب! کیا دونوں عورتیں اور دونوں کی متضاد طبیعتیں مجھے نقصان پہنچا سکتی ہیں؟"

اس سوال کا جواب دیا گیا "ایسا عین ممکن ہے، بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

کچھ دنوں بعد امیرزادے نے تیسری شادی کر لی۔ گھر میں خوشی و غم کی یکساں کیفیتیں پائی گئیں۔ آخر امیرزادے کو جس بات کا ڈر تھا۔ وہ خطرہ ایک دوسری صورت میں نمودار ہوا۔ خطرناک بیوی نے امیرزادے کے غلاموں سے سازباز کی۔ ان غلاموں کو کچھ رقم پیشگی بھی دی گئی اور بقیہ کے لیے وعدے کر لیے گئے۔ غلاموں نے یہ سوچا تھا کہ امیرزادہ ابھی تک اولاد سے محروم ہے، اس محرومیت کے زمانے میں اگر اسے ہلاک کر دیا جائے تو برگشتہ بیوی کی مدد سے امیرزادے کی دولت میں سے بہت کچھ انہیں بھی مل جائے گا۔

لیکن ان سب پر مغیرہ کی شخصیت چھائی ہوئی تھی۔ یہ سبھی اس کے پاس پہنچتے رہے۔ اس سے مدد چاہتے رہے اور اس سے دعاؤں کی درخواستیں کرتے رہے۔

مغیرہ نے ان سب سے الگ تھلگ رہ کر ایک ہی بات کہی۔ "تم لوگ میری امامت کا چرچا کرو۔ لوگوں کو اس کا قائل کرو۔ میری امامت پر ایمان لانے والوں کی تعداد جتنی بڑھے گی، اللہ اتنا زیادہ خوش ہوگا اور تم سب کی مشکلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی۔"

عراق والوں کو اس پراسرار تحریک کا کافی عرصے تک پتا نہ چل سکا۔ یہ خبریں خالد قسری تک پہنچیں تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ لوگوں نے خالد قسری کو بتایا "آپ کا آزاد کردہ غلام مغیرہ امام بن چکا ہے اور نبی بننے کی تیاریاں کر رہا ہے۔"

خالد قسری نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اس سے واقف ہوں۔ اس کی اڑان خاص حد تک ممکن ہے۔ خاندانِ نبوت کی موجودگی میں یہ ہمت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ یہ ہمت کرے گا بھی تو اسے مانے گا کون؟"

یہ خبریں مغیرہ تک بھی پہنچ رہی تھیں کہ لوگ خالد قسری کو اس کے خلاف ورغلا رہے ہیں۔

اب مغیرہ عجلی کے ماننے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔

کچھ لوگوں کے ذہن صاف نہیں تھے اور وہ حضرت نفس ذکیہ کی موجودگی میں مغیرہ سے پوچھتے تھے "آپ ہی نے تو ہمیں یہ بتایا ہے کہ اصل امام حضرت نفس ذکیہ ہیں پھر آپ کیا ہیں؟"

مغیرہ نے جواب دیا "میں بھی امام ہوں۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت موسیٰؑ کے عہد میں حضرت ہارونؑ نبی تھے یا حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں حضرت یحییٰؑ تھے۔"

مغیرہ کو چھپی ہوئی باتوں کے بتانے میں بہت مزہ آتا تھا۔ اسی محلے میں جہاں مغیرہ رہتا تھا، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ نامی ایک معزز شخص رہتا تھا۔ بصرہ سے ایک صاحب طلب علم کے لیے کوفے پہنچے اور محمد بن عبدالرحمٰن کے ہاں قیام کیا۔ صاحب خانہ نے اپنی خادمہ کو بلایا اور اس کو دو درہم دیے اور کہا "مہمان کے لیے بازار سے مچھلی خرید لا۔"

خادمہ چلی گئی۔

طالب علم نے اپنے میزبان سے کہا "میں نے سنا ہے کہ اس محلے میں مغیرہ عجلی نام کا ایک شخص رہتا ہے۔ یہ شخص صاحبِ کمال ہے، کیوں نہ ہم دونوں اس کے پاس چلیں، اس سے باتیں کریں اور اس کے علم سے فائدہ اٹھائیں۔ اتنی دیر میں خادمہ مچھلی لائے گی۔ پکائے گی اس کے بعد کہیں ہم

کھائیں گے۔"

یہ دونوں مغیرہ کے پاس پہنچ گئے۔ میزبان نے مغیرہ سے کہا "تیری کرامات بہت مشہور ہو گئی ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ سب کیا ہے؟"

طالب علم نے بھی عرض کیا "جناب! میں بصرہ کا رہنے والا ہوں۔ وہاں بھی آپ کی کرامات کا بڑا چرچا ہے۔"

مغیرہ نے میزبان سے کہا "جناب! میں یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ کی خادمہ بازار کیوں گئی ہے' آپ لوگ مجھ سے پوچھیں۔"

میزبان نے جواب دیا "میں آپ سے یہ سوال نہیں کروں گا کیونکہ آپ تو دلوں کے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔"

مغیرہ کو اور نشہ چڑھا' کہنے لگا "میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ خادمہ اپنے ساتھ دو درہم لے گئی ہے اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ درہم کیوں لے گئی ہے" میزبان کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لیے وہ کوئی بھی سوال نہیں کر رہا تھا۔ آخر اس نے ان دونوں سے کہا "تمہاری خادمہ دو درہم لے کر بازار مچھلی کی خریداری کے سلسلے میں گئی ہوئی ہے۔"

طالب علم کو حیرت ہوئی مگر میزبان کو مغیرہ کی باتیں پسند نہیں آ رہی تھیں۔

مغیرہ نے طالب علم سے کہا "تو بصرہ سے یہاں تعلیم حاصل کرنے آیا ہے اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تو تعلیم حاصل کر سکے گا یا نہیں؟"

میزبان نے ایک بار پھر نفی میں جواب دیا اور کہا "میں تجھ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں تیری باتوں کو شعبدے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

یہ باتیں مغیرہ کو ناگوار گزریں اور اس نے بے ادب میزبان کو بددعائیں دیں۔

میزبان کو طالب علم پر غصہ آ رہا تھا کہ یہ شخص کیسا کمزور ایمان رکھتا ہے۔

○☆○

ایک دن مغیرہ کا گزر قبرستان سے ہوا تو وہاں اس نے قبروں میں سے ٹڈیوں جیسے پرندے اڑتے دیکھے لیکن یہ جتنی تیزی سے نمودار ہوتے تھے' اتنی ہی تیزی سے غائب ہو جاتے تھے۔

یہ شخص دیر تک کھڑا مشاہدہ کرتا رہا اور یہ جاننے کی کوشش کرتا رہا کہ اب یہ پرندے کب نمودار ہوں گے۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی یہ پرندے دوبارہ نہیں نکلے۔ پھر اس نے بہ آواز بلند پڑھنا

شروع کیا تو اس آواز کو سننے کے بعد یہ پرندے دوبارہ قبروں سے نمودار ہوئے اور قبرستان کی فضا میں پرواز کرنے کے بعد ایک بار پھر قبروں میں روپوش ہو گئے۔

مغیرہ نے ایک پرندہ پکڑنے کی کوشش کی مگر یہ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے ٹڈیاں دیکھی تھیں مگر یہ ٹڈیاں نہیں تھیں' ٹڈیوں سے مشابہت ضرور رکھتے تھے۔ اس شخص نے ان سے بھی کام لینے کی ترکیب سوچی۔

یہ آبادی میں داخل ہوا تو اپنے ارادت مندوں کو بتایا کہ اگر وہ چاہے تو قبروں سے روحیں نمودار ہو سکتی ہیں۔

اس اعلان کی اتنی شہرت ہوئی کہ زمانہ ان روحوں کا مشتاق ہو گیا۔ لوگ انسانی روحوں کو قبروں سے نکلتا دیکھنا چاہتے تھے۔

شہر کے عالم و جاہل' عوام و خواص' جوان اور بوڑھے سبھی انسانی ارواح کو قبروں سے نکلتے دیکھنا چاہتے تھے۔

ہزاروں آدمیوں کے ہجوم میں مغیرہ قبرستان کی طرف چلا۔

جب قبرستان قریب آ گیا تو اس نے ہجوم سے درخواست کی "آپ لوگ اس طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھائیں کہ ان سے شور نہ بلند ہو۔ اگر شور سے ارواح ناراض ہو جائیں تو باہر نہیں نکلیں گی۔"

اب لوگوں نے آہستہ آہستہ دبے قدموں اپنا سفر جاری رکھا اور قبرستان میں داخل ہو گئے۔

ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر مغیرہ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد اس نے بہ آواز بلند پڑھنا شروع کیا تو قبروں سے ٹڈی نما پرندے نمودار ہونا شروع ہو گئے۔ یہ غول کے غول قبروں سے نکل رہے تھے اور پھر اپنی قبروں میں واپس جا رہے تھے۔

لوگوں کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ پرندے ٹڈیاں نہیں ہیں اس لیے سبھی کو یقین ہو گیا کہ یہ انسانی ارواح ہیں جو ننھے ننھے پرندوں کی شکل میں قبروں سے نمودار ہو رہی ہیں اور پھر انہی قبروں میں غائب ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسی کرامت تھی جس نے سبھی کو بے حد متاثر کیا۔ جب تک یہ لوگ قبرستان میں رہے' انہی پرندے نما ارواح کا مشاہدہ کرتے رہے۔ آخر شہر واپس آئے تو ان سب نے مغیرہ کی امامت کا اقرار کیا لیکن ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو شروع دن سے ابھی تک مغیرہ کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ وہ اس کو کسی طور امام ماننے کو تیار نہ تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو دمشق میں یہ خبریں پہنچا رہے تھے کہ یہاں مغیرہ عجلی نامی ایک جھوٹا امام پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس فتنے کو

فوراً نہ روکا گیا تو رفتہ رفتہ اسلام خطرے میں مبتلا ہوتا چلا جائے گا۔

اطلاع دینے والوں نے یہ بھی بتایا کہ اس سے پہلے عراق کے والی خالد قسریٰ کو بھی خبردار کیا گیا تھا مگر اس نے اس واقعے کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور مغیرہ عجلی زور پکڑتا چلا گیا۔

ہشام بن عبدالملک نے لوگوں کے اس خط کو خود پڑھا' درباریوں کو پڑھوایا اور پھر اسے خالد قسریٰ کے پاس روانہ کر دیا اور ہدایت کی "اس فتنے کو فوراً کچل دیا جائے۔"

خالد قسریٰ نے خلیفہ کا حاشیہ اور خط پڑھا تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اب اس نے ہر طرف اپنے کارندے پھیلا دیے جن کا یہ کام تھا کہ وہ مغیرہ عجلی کے گھر آنے جانے والوں کی فہرست تیار کریں پھر اس فہرست کے لوگوں سے ملنے جلنے والوں کی فہرست تیار کی جائے اور خاص کر یہ دیکھا جائے کہ ان میں سرکاری کارندے شامل ہیں یا نہیں اور شامل ہیں تو وہ حکومت کے کن عہدوں پر فائز ہیں؟

یہ خبریں مغیرہ عجلی کو بھی پہنچ گئیں۔ اس نے اپنے یہاں آنے جانے والوں کو ہدایت کر دی کہ فی الحال آنے جانے سے گریز کریں اور ہدایات کا اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر انتظار کرتے رہیں۔

چند ماہ میں اچھی خاصی فہرست تیار ہو گئی۔ لیکن یہ فہرست ان ناموں کی تھی جو مغیرہ عجلی کے گھر آتے جاتے تھے۔ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا تھا کہ مغیرہ عجلی نے امامت یا نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کوئی ثبوت نہ ملنے کے باوجود خالد قسریٰ نے مغیرہ عجلی کو طلب کر لیا۔

جب وہ اپنے پرانے آقا کے سامنے پہنچا تو اس کا ماضی اس کے ساتھ ساتھ تھا اور مغیرہ عجلی کی تیزی و طراری رخصت ہو چکی تھی۔

خالد قسریٰ نے اس کو قہر آلود نظروں سے گھورا اور دریافت کیا "اے مغیرہ! یہ میں تیرے بارے میں کیا سن رہا ہوں؟"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "پتا نہیں' جناب والا کیا سن رہے ہیں؟"

خالد قسریٰ نے کہا "ابھی کچھ عرصہ پہلے تو تو میرا غلام تھا۔ اور سنا ہے کہ اب تو امام ہو گیا ہے۔ تو نے تو قابل رشک ترقی کی ہے۔"

مغیرہ عجلی نے جواب دیا "لوگوں نے میرے بارے میں افواہیں پھیلائی ہیں۔ پتا نہیں اس سے ان کا کیا مقصد تھا؟"

خالد قسریٰ نے درشت لہجہ اختیار کیا "سنا ہے تو لوگوں کو کرامات بھی دکھاتا رہتا ہے اور لوگوں کے دلوں کے حالات جان لیا کرتا ہے؟"

مغیرہ عجلی نے ایک بار پھر تردید کی اور کہا "پتا نہیں لوگ میری مخالفت اور دشمنی پر کیوں مستعد ہو گئے اور اگر کچھ لوگوں نے میرے بارے میں کوئی خبر پھیلائی ہے تو اس کا ذمے دار مجھے تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

خالد قسریٰ نے کہا "تو نہ تو کسی ایسے حکومتی منصب پر فائز ہے کہ لوگ تجھ کو گھیرے رہیں اور تو ان کا ملجا و ماویٰ بنا رہے۔"

مغیرہ عجلی نے خالد قسریٰ کو اپنا ماضی یاد دلایا اور کہا "آپ تو جانتے ہیں مجھے ہمیشہ سے تحصیل علم کا شوق رہا ہے اور جب آزادی کے بعد پڑھ لکھ کر کسی قابل ہو گیا تو تشنگان علم دور دور سے میرے پاس آنے لگے اور میں ان کی تدریس میں مشغول ہو گیا۔ مدرسہ ہو یا استاد کا گھر' طالب علم تو وہاں پہنچے گا ہی۔"

خالد قسریٰ صرف اس کے دلائل سنتا رہا اور دل ہی دل میں داد دیتا رہا۔ آخر میں کہا "دیکھ مغیرہ! سچ کو جھوٹ سے کب تک چھپائے گا۔ میرا خیال ہے کہ تم لوگ حضرت نفس ذکیہ کے ساتھ مل کر بنو اُمیہ کی خلافت کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کر رہے ہو اور یہ کوششیں کبھی بھی بار آور نہیں ہوں گی۔"

مغیرہ نے حضرت نفس ذکیہ کی تائید کی اور کہا "گو کہ میرا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ان کا تعلق رسول ﷺ اللہ کے خاندان سے ہے۔ اس لیے وہ حق پر ہوں گے۔"

خالد قسریٰ نے اپنی چھڑی کی نوک مغیرہ کے سینے پر رکھ دی اور اس کی نوک کو دباتے ہوئے کہا "کیا تو قاضی ہے یا فقیہ یا مفتی۔ تجھے یہ اختیار کس نے دیا۔ اگر یہ خبر خلیفہ ہشام بن عبدالملک تک پہنچ جائے تو وہ تیری کھال کھنچوا دے گا۔"

مغیرہ عجلی نے کہا "میں کھال کھنچوانے سے نہیں ڈرتا' مگر سچ' سچ ہی ہوتا ہے۔"

خالد قسریٰ نے حکم دیا "دفع ہو جا یہاں سے ورنہ میرے ہاتھ سے نقصان اٹھا جائے گا۔"

مغیرہ عجلی وہاں سے چلا آیا اور اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ہدایت کر دی "اب سارے کام انتہائی رازداری سے ہوں گے۔"

مغیرہ عجلی کے ماننے والے مغیریہ کہلائے جانے لگے۔ گویا ایک نیا فرقہ پیدا ہو چکا تھا۔

جب یہ خبریں حضرت نفس ذکیہ کو پہنچیں تو وہاں سے جواب طلب کیا گیا "اے مغیرہ! جب کہ حضرت نفس ذکیہ جدوجہد کر رہے ہیں تو اپنے طور پر امام بن کر ایک نیا فرقہ کیوں پیدا کر رہا ہے؟"

مغیرہ بن سعید عجلی

مغیرہ نے جواب میں کہلوادیا "میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ سب حضرت نفس ذکیہ کے لیے ہے۔ اگر میں نے اپنے طور پر امامت کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے آپ کی تحریک کو تقویت پہنچانا۔"

اب مغیرہ نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اللہ مجھے میری خدمات کے صلے میں نبوت دینا چاہتا ہے لیکن میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں' ایک تو یوں ہی میری مخالفت کی جارہی ہے جب میں نبوت کا دعویٰ کروں گا تو اپنے اور پرائے سبھی میری نبوت کا انکار کریں گے۔ اس وقت نہ تو امامت میرے پاس رہے گی اور نہ نبوت۔ اس لیے اس وقت میں جس حال میں ہوں' میرے لیے یہی بہتر ہے۔

لیکن درحقیقت اب اس نے خود کو نبی کہلوانا شروع کردیا تھا۔ اس نے نبوت کے زعم میں یہ دعویٰ کردیا کہ بالآخر حکومت اور خلافت حضرت نفس ذکیہ کے پاس چلی جائے گی اور پوری دنیا حضرت نفس ذکیہ کے زیر اقتدار آجائے گی اور پھر قیامت تک خلاف حضرت نفس ذکیہ کے ہی خاندان میں رہے گی۔ اس اعلان نے تہلکہ مچادیا۔ ہر طرف حضرت نفس ذکیہ کی دھوم مچ گئی۔

یہ خبریں مسلسل اور متواتر دمشق پہنچیں تو خلیفہ نے خالد قسریٰ کو حکم بھیجا "اس معاملے میں مزید تعویق نہیں برداشت کی جائے گی۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ ساری افواہیں ہیں اور ان افواہوں کا حکومت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ تم مغیرہ عجلی کو وہیں روک دو جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے اور اس کو بتاؤ کہ اس کی یہ شورش غداری اور بغاوت کے زمرے میں آتی ہے۔"

خالد قسریٰ نے مغیرہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کردیا۔ مگر اب مغیرہ روپوش ہوچکا تھا اور اس کے پیرو یہ کہتے پھر رہے تھے کہ ان کا نبی مغیرہ ایک روز اس شان سے نمودار ہوگا کہ اس کے ایک ہاتھ میں خاندان نبوت کا جھنڈا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں برہنہ تلوار۔ اس تلوار کے پیچھے ہزاروں تلواریں ہوں گی اور یہ اپنے دشمن کا خون بہانے میں آزاد ہوں گی۔ دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔

اب ہر طرف خالد قسریٰ کے آدمی مغیرہ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس کے بہت سے ساتھیوں اور پیروکاروں نے اپنا کام نہایت زور شور سے جاری رکھا تھا۔ ان کا بظاہر یہ ادعا تھا کہ ان کا حضرت نفس ذکیہ یا مغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر یہ جھوٹ تھا اور اب یہ تحریک پھیلتی جارہی تھی۔ اس تحریک کے رکن کہیں تاجر بن گئے تھے' کہیں ہنرمند' کہیں کسان' کہیں مزدور اسی لیے ان کا پہچاننا مشکل تھا لیکن خالد قسریٰ ایک غیر معمولی انسان تھا اور اس میں اتنی صلاحیت اور قوت تھی کہ وہ ان مٹھی بھر انقلابیوں کو کچل دے۔

اسی دوران میں اس کو معلوم ہوا کہ مغیرہ ایران چلا گیا۔ اس کی تلاش میں ایران کا چپہ چپہ چھان

مارا گیا لیکن مغیرہ کا کہیں پتا نہ چلا۔ اس کے کئی قریبی پیرو پکڑے گئے اور ان سے پوچھ گچھ کی گئی مگر کسی نے مغیرہ کا پتا نہ بتایا۔ خود مغیرہ نے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی کہ اگر وہ بصرے میں ہوتا تھا تو افواہیں اسے واسط میں بتاتی تھیں۔ اسی طرح اگر وہ اصفہان میں ہوتا تھا تو مدائن میں موجودگی کی خبر دی جاتی تھی۔ خلافت کے سپاہی گویا مغیرہ کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

روپوش ہونے کی وجہ سے تحریک سست پڑگئی۔ وہ زمانہ اخبار کا تو تھا نہیں کہ لیڈر کہیں ہوتا' اخبارات اس کو خبروں اور اشتہاروں میں زندہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب مغیرہ نے روپوشی اختیار کی تو اپنے لوگوں سے اس کا رابطہ منقطع ہوگیا۔ نہ وہ کہیں مستقلاً چھپ کر بیٹھ سکتا تھا اور نہ کہیں اچانک ظاہر ہوکر کام شروع کرسکتا تھا۔

خالد قسریٰ کے لیے یہ مصیبت تھی کہ وہ فی الحال کوفہ چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے مغیرہ کے مکان کے چاروں طرف اپنے آدمی تعینات کردیے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر آنے جانے والے پر نظریں رکھتے تھے۔ کبھی کبھی کسی کو شبے میں پکڑا بھی تو اسے مار پیٹ کر چھوڑ دیا گیا کیونکہ اس سے کبھی ایسی کوئی معلومات نہیں حاصل ہوئیں' جو مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بتاسکیں۔

سنجیدہ اور تحمل مزاج حضرات دوسرے ذرائع سے خالد قسریٰ کو یہ سمجھانے کی کوشش کررہے تھے کہ یہ عارضی فتنے ہیں اس لیے انہیں نظرانداز کردیا جائے لیکن خالد قسریٰ دوسروں کے مشوروں پر کبھی بھی عمل نہیں کرتا تھا۔ ہر معاملے میں اس کی اپنی رائے تھی اور وہ اپنی آرا کا پابند تھا۔

○☆○

مغیرہ نے اپنا کام جاری رکھا۔ اس سے لوگ طرح طرح کے سوالات کرتے تھے اور یہ ان کے برجستہ اور برملا جوابات دیتا تھا۔ اس کے مخالفین بھی اس کو زچ کرنے کے لیے مشکل ترین سوالات کرتے تھے' یہ ان کو بھی جوابات ضرور دیتا تھا۔

حضرت نفس ذکیہ کی تحریک کو مغیرہ سے تقویت پہنچ رہی تھی اور حضرت نفس ذکیہ کے ماننے والے مغیرہ کو بہت پسند کرتے تھے لیکن نفس ذکیہ بذات خود مغیرہ کو نہیں پسند کرتے تھے۔ ان کو مغیرہ کے چھل اور فریب کا بخوبی علم تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اس شخص نے ہمارا یا ہمارے بزرگوں کے جو نام استعمال کیے ہیں اس میں اس کی موقع پرستی اور ابن الوقتی کارفرما ہے۔ حضرت نفس ذکیہ نے اپنے پیرووں کو یہ بھی بتایا کہ یہ شخص اپنے حسب نسب کے اعتبار سے قابلِ ذکر حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی لیے یہ ہمارے بزرگوں کے نام استعمال کررہا ہے۔ اس کی بدنیتی اس سے ظاہر ہے کہ اس نے خود بھی

امامت کا دعویٰ کردیا ہے اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم اس شخص پر کس طرح اعتبار کریں۔

جب کچھ لوگوں نے حضرت نفس ذکیہ کے یہ تاثرات مغیرہ تک پہنچائے تو وہ ہنسنے لگا اور کہا "وہ میرے بارے میں کچھ بھی کہیں اور انہیں میری امامت اور نبوت پر شبہ ہوتو ہو۔ میں اپنا کام جاری رکھوں گا اور وہ اپنا کام جاری رکھیں۔ ان کے نتائج یکساں نکلیں گے۔ وہ دن زیادہ دور نہیں ہے جب حضرت نفس ذکیہ کامیاب ہوجائیں گے اور پوری دنیا پر ان کی حکومت ہوگی۔ اس وقت یہ لوگ مجھے بہت یاد کریں گے اور اسی دن میری امامت اور نبوت پر ایمان بھی لے آئیں گے۔"

یہ دونوں الگ الگ سمتوں میں مشغول ہوگئے۔

عراق اور ایران کی سرحد پر جو شہر یا بستیاں موجود تھیں وہاں مغیرہ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ لوگ مغیرہ کو خالد قسری سے بچاتے پھر رہے تھے۔

دمشق میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے دباؤ بڑھتا جارہا تھا اور آخر خلیفہ نے خالد قسری سے سخت جواب طلب کیا اور کہا "اگر تو مغیرہ کو گرفتار نہیں کرسکتا تو صاف صاف بتادے تاکہ میں یہ کام کسی دوسرے کے سپرد کردوں۔"

خالد قسری نے جواب میں خلیفہ کو کہلوادیا۔ "آپ مایوس نہ ہوں' میرے آدمی اسے تلاش کررہے ہیں' وہ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکتا۔ میں عنقریب اسے کیفرکردار تک پہنچادوں گا۔"

اس کے بعد خالد قسری نے مغیرہ پر عرصہ حیات تنگ کردیا۔ اس نے قریب و دور کی ہر بستی میں اپنے آدمی پھیلادیے۔ یہ لوگ بستی کے غلاموں اور نوکروں سے تعلقات استوار کرنے لگے اور یہی غلام اور نوکر خالد قسری کے لیے مخبری کرنے لگے۔

ایک دن جب کہ مغیرہ ایک سرحدی بستی سے فرار ہوکر ایران کے کسی وسطی شہر پہنچنے کے منصوبے پر کام کررہا تھا' اس کو خالد قسری کے آدمیوں نے ڈھیل دی۔ وہ اس شخص کو کسی ایسی جگہ نکال لے جانا چاہتے تھے جہاں سے اونٹ کا سفر ممکن ہوجاتا۔ چنانچہ اس کا بہت سارا سامان ایک اونٹ پر بار کیا گیا اور اس سامان کے بیچوں بیچ چھپ کر مغیرہ بیٹھ گیا۔ اس اونٹ کے آس پاس کئی دوسرے اونٹ بھی موجود تھے۔ ان پر اس کے پیروکار سفر کررہے تھے۔ ایک جگہ خالد قسری کے آدمیوں نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا اور پوچھا "اس وقت تم سب لوگ کہاں جارہے ہو؟"

ان لوگوں نے جواب دیا "ہم خانہ بدوش تاجر ہیں۔ عراق کا مال ایران میں فروخت کردیتے ہیں

اور ایرانی اشیا عراق میں۔"

خالد قسری کے آدمی نے پوچھا "اس وقت تم لوگ کس قسم کا مال لے کر جارہے ہو؟"

جواب ملا "صرف کھجوریں۔"

خالد قسری کے آدمیوں نے اونٹوں پر بار اشیا کی تلاشی لینی شروع کردی۔ اب مغیرہ بڑی مشکلوں میں پھنس گیا تھا۔ نکل بھاگنے کے سارے راستے مسدود ہوچکے تھے۔ اسے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ خالد قسری کے آدمی اس کے آدمیوں سے پوچھ گچھ کررہے تھے لیکن جب خالد قسری کے ایک آدمی نے بہ آواز بلند یہ کہا کہ میں سامان کی تلاشی لوں گا تو مغیرہ پریشان ہوگیا۔

مغیرہ کے چند آدمیوں نے خالد قسری کے آدمیوں کو الجھالیا اور ان کے سامنے کئی اونٹوں کا سامان اس طرح زمین پر پھیلادیا کہ خالد قسری کے آدمی اس میں بری طرح الجھ گئے اور ان کی اس مشغولیت سے فائدہ اٹھاکر مغیرہ کو اس طرح سامان کے بیچ سے نیچے اتارا گیا کہ کسی کو اس کی کانوں کان خبر بھی نہ ہوسکی۔ اونٹ کے اس حصے کا سامان نیچے گرایا گیا جو خالد قسری کے آدمیوں کی طرف تھا اور اسی کے ساتھ دوسری طرف مغیرہ کو اونٹ سے اتار لیا گیا۔ اس کے پیروکار نے مغیرہ کو وہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کی۔ یہ دونوں آگے ہی آگے بھاگتے رہے جبکہ ان کے سامنے پانچ چھ اونٹوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا قافلہ سفر کررہا تھا۔ یہ دونوں اسی قافلے میں شامل ہوجانا چاہتے تھے۔ اپنی وقتی خوش قسمتی سے یہ دونوں اس قافلے میں شامل ہوگئے اور قافلے والوں کو یہ فرضی داستان سنائی کہ خالد قسری کے لوگ ان غریب الوطن لوگوں کو عقائدی اختلاف کی بنا پر ستارہے ہیں اور یہ دونوں بمشکل بچ کر یہاں تک آگئے ہیں۔

مغیرہ اور اس کے پیروکار نے قافلے والوں کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ ایک فرسخ کے بعد وہ دونوں قافلے کا ساتھ چھوڑدیں گے۔

خطیر رقم کے لالچ میں قافلے والوں نے اپنا ایک اونٹ بھی پیش کردیا اور اجازت دے دی کہ دونوں ایک فرسخ تک ان کے ساتھ سفر کرسکتے ہیں۔

ابھی ان لوگوں نے تقریباً چوتھائی فرسخ کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ خالد قسری کے گھڑسواروں نے اس قافلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کے بعد مغیرہ اور اس کے پیروکار کو اونٹ سے اتار کر حراست میں لے لیا۔ دونوں سے ان کے نام پوچھے۔ پیروکار نے اپنا نام امین بتایا اور مغیرہ نے اسلم۔

کچھ دیر بعد مغیرہ کے دوسرے پیروکار بھی وہاں پہنچ گئے اور مغیرہ کو خالد قسری کی حراست میں دیکھ

کر پریشان ہو گئے۔

مغیرہ کے پیروکاروں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور پوچھا "تم لوگوں نے ان دونوں کو کیوں گرفتار کر لیا؟"

خالد قسری کے ایک سپاہی نے مغیرہ کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا اور پوچھا "اس کا کیا نام ہے؟"

مغیرہ نے فوراً جواب دیا "اسلم۔"

وہ ڈر رہا تھا کہ کوئی اس کا کچھ اور نام نہ بتا دے۔ اسی لیے اس نے اپنا فرضی نام بتانے میں پہل کی۔

خالد قسری کے ایک سپاہی نے بڑے وثوق سے کہا "یہ مغیرہ ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔"

مغیرہ کے دل کو ایک جھٹکا سا لگا مگر اس نے اپنے ہوش و حواس منتشر نہیں ہونے دیے اور خالد قسری کے سپاہی کا مذاق اڑایا اور کہا "کون مغیرہ؟ تو کس مغیرہ کی بات کر رہا ہے؟"

خالد قسری کے سپاہیوں نے جواب دیا "وہ مغیرہ جس کے حلقوم پر ایک بڑا مسا ہے۔ وہ مغیرہ جس کی پیشانی غیر معمولی چوڑی ہے اور جس کے بال گھنے اور کسی قدر موٹے ہیں۔ وہ مغیرہ جس کے سیدھے پاؤں میں چھ انگلیاں ہیں۔"

مغیرہ میں یہ ساری علامتیں موجود تھیں اور یہ ساری علامتیں خالد قسری کی بتائی ہوئی تھیں۔

اب معاملہ صاف ہو چکا تھا۔ مغیرہ کے ساتھ ان کے جملہ ساتھی بھی گرفتار کر لیے گئے اور ان سب کو بھی مغیرہ کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

اب ان سب کے لیے سواریاں فراہم کی گئیں اور ان سواریوں میں کوفہ تک کا سفر بڑی احتیاط سے کیا گیا کیونکہ ان سب کو ہر ہر قدم پر نگرانی اور چوکسی میں رکھا گیا۔

قید خانے میں مغیرہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "اب رہائی مشکل ہے۔ ویسے میں خالد قسری سے بات کروں گا۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ میری بات مان لے گا۔"

اس کے کئی پیروؤں نے پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "اپنے دینی عقائد پر سختی سے قائم رہو۔"

اس کے پیروکار اپنے نبی اور اپنے امام کے عقائد پر پوری گرفت کیے ہوئے تھے۔ ایک نے ازراہِ نوازش اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "میں اپنی جان تک اپنے آقا اور اپنے ولی نعمت پر قربان کر سکتا ہوں۔"

مغیرہ اپنے ساتھیوں کے جذبات سے بہت متاثر تھا۔ اس کو بتایا گیا کہ خالد قسری کی سفاک دشمنی

یہ تمیز کرنے سے قاصر تھی کہ مغیرہ کے ساتھ رہنے والے کس حد تک قابلِ مواخذہ مجرم ہو سکتے ہیں۔ وہ ان سب کو گرفتار تو کرا لایا تھا مگر اب ان پر فردِ جرم عائد کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین کام ضرور تھا۔

کئی دن بعد خالد قسری نے ان قیدیوں کا معائنہ کیا۔ ان میں مغیرہ کو دیکھ کر طنزاً پوچھا "غالباً تیرا نام اسلم ہے؟"

مغیرہ نے کسی قسم کی ندامت کا اظہار نہیں کیا۔

خالد قسری نے پوچھا "ذرا یہ تو بتا کہ تو نے جو روش اختیار کر رکھی ہے کیا تو اس سے مطمئن ہے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "میں جو کچھ ہوں اس پر فخر تو نہیں کر سکتا مگر ایک قسم کی خوشی ضرور ہوتی ہے۔"

خالد قسری نے پوچھا "کیا تو نے امامت کا دعویٰ کیا ہے؟"

مغیرہ نے جواب دیا "میں امام ہوں تو میں نے یہ دعویٰ بھی کیا اور جو شخص میری امامت کو نہیں مانے گا' اللہ اس کی مشکلات میں اضافہ کرے گا۔"

خالد قسری نے طنزیہ کہا "مشکلات میں کس کی اضافہ ہوا ہے' تیری یا میری؟"

مغیرہ اپنے سابق آقا سے نظریں ملاتے ہوئے شرمندگی محسوس کر رہا تھا' آہستہ سے کہا "میں نے تیرے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ بھی تھا لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا تھا۔ جبکہ اللہ نے اس وقت مجھے بحیثیت غلام یہاں رہنے کی اجازت تو دے دی تھی مگر در پردہ میرا مقام اس وقت بھی بلند تھا۔ میں اس وقت بھی امام تھا اور یہ امامت کا رعب تھا کہ تو مجھے آزاد کرنے پر مجبور ہو گیا۔"

خالد قسری اس کی مدافعانہ اور متکبرانہ بات چیت سے چڑ رہا تھا' کہا "بات اگر امامت تک رہتی تو شاید لوگ تجھ سے اعراض برتتے مگر تو نے اپنے ہی گھر میں امامت سے بڑھ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ ہم کسی بھی ایسے شخص کو جو معمولی حسب نسب رکھتا ہو' امامت اور نبوت کا اہل اور مستحق نہیں سمجھتے۔ مگر تو بزعمِ خود اپنے کو بنو اُمیہ کے بزرگ ارکان سے بڑا سمجھنے لگا ہے۔"

مغیرہ نے غصے میں جواب دیا "تم لوگ طاقت اور اقتدار کے نشے میں بس یہی سمجھتے رہتے ہو کہ پوری دنیا تمہارے آگے سربہ سجود ہو جائے گی۔"

خالد قسری نے ایک بار پھر اس سے اقرار کروانا چاہا "زیادہ لمبی چوڑی باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ تو اب بھی امام ہے یا نہیں اور یہ کہ تو اپنے دعوائے نبوت پر

قائم ہے یا نہیں؟"

مغیرہ نے کہا "میرے پاس کاغذ اور قلم سیاہی لاؤ تا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے لکھ کر دے دوں اور تو اس کو زمانے بھر کو دکھاتا پھرے۔"

خالد قسری اتمامِ حجت کا قائل تھا' کہا "میں تجھ سے آخری بار چند سوال کروں گا۔"

مغیرہ نے کہا "ضرور کریں۔"

خالد قسری نے پوچھا "تو نے امامت کا دعویٰ کیا تھا؟"

مغیرہ نے جواب دیا "دعویٰ کیا تھا اور اس وقت بھی نبی ہوں۔"

خالد قسری حیران تھا کہ اس کا غلام مغیرہ جو کبھی اس سے درخواستیں کیا کرتا تھا' آج نہایت تمکنت سے اس سے باتیں کر رہا تھا۔

مغیرہ نے کہا "سوال کریں' مجھے اپنے پیروکاروں کی طرف سے یہ حق حاصل ہے کہ ان کی طرف سے بھی جوابات دیتا رہوں۔"

خالد قسری نے پوچھا "کیا تیرے پیروکار بھی تجھ کو امام اور نبی مانتے ہیں؟"

خالد قسری نے اس سے اگلا سوال کیا "اب تک ایک سوال باقی رہ گیا ہے اس کا تعلق تیرے پیروکاروں سے ہے۔ مغیرہ نے جواب دیا "ہاں' وہ میری امامت اور نبوت پر ایمان لا چکے ہیں۔"

خالد قسری نے اس کے پیروکاروں سے پوچھا "تم لوگ اپنے طور پر مجھے یہ بتاؤ کہ مغیرہ کون ہے اور تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟"

ان لوگوں نے جواب دیا "جناب! یہ امام بھی ہیں اور نبی بھی۔"

ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا۔ مغیرہ کا خیال تھا کہ یہ لوگ عاجز آ کر اس کو چھوڑ دیں گے مگر خالد قسری نے اعلان کیا "تم لوگ جس گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہو اس کی بڑی سے بڑی اور بدترین سزا بھی معمولی ہو گی۔ تم نے جو فتنہ پھیلانے کی کوشش کی ہے میں اس کا قلع قمع کر دوں گا۔ میں تیرے وجود کا نام و نشان تک مٹا دوں گا اور تیرے پیروکار تیری راہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ وہ تیرا ذکر کریں گے لیکن یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ تو ان میں کبھی موجود بھی تھا۔"

اس وقت تو مغیرہ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید کر دیا گیا گویا قید خانے میں ڈال کر ان کو سوچنے کا موقع دیا گیا تھا۔ اس کے پیروکار اس سے پوچھ رہے تھے "اب کیا ہو گا؟"

مغیرہ ان کو تسلیاں دے رہا تھا "کچھ نہیں ہو گا۔ عین وقت پر تم دیکھنا' اللہ ہماری مدد کرے گا۔ کیونکہ ہم سچے ہیں اور اللہ نے اپنے مخلص بندوں کو کبھی مایوس نہیں کیا۔"

سلمان نامی ایک پیروکار کچھ زیادہ ہی خوف زدہ تھا' کہنے لگا "جناب! خالد قسری کے تیور بہت خراب تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہماری تکا بوٹی کر کے چیل کوؤں کو کھلا دے گا۔"

مغیرہ نے بڑے پروثوق لہجے میں کہا "وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ خالد قسری کے کئی آدمی درپردہ میرے پیروکار ہیں۔ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ان کے نبی پر کوئی بُرا وقت آنے والا ہے تو وہ خالد قسری کا کام تمام کر کے ہمیں رہائی دلوا دیں گے۔"

لیکن سلمان کا دل مغیرہ کی تسلیوں سے مطمئن نہیں تھا۔ اس دوران میں اس کے سارے پیرو اس کے آس پاس موجود رہے۔ یہ پیرو مغیرہ سے پوچھ رہے تھے "اگر آپ ہم میں نہ رہے تو ہمیں کیا کرنا ہو گا؟"

مغیرہ نے جواب دیا "تم سب جانتے ہو کہ میں نے نبوت اور امامت کے اعلان کے باوجود ہمیشہ حضرت نفس ذکیہ کے لیے کام کیا ہے۔ میری عدم موجودگی میں تم لوگ حضرت نفس ذکیہ کے پاس چلے جانا اور ان کے ساتھ مل کے میرا انتقام لینے کی کوشش کرنا۔"

ان میں چند ایسے پیروکار بھی تھے جنہیں یقین تھا کہ وہ بھی رہائی نہیں پائیں گے اور مغیرہ کے ساتھ ہلاک کر دیے جائیں گے۔

اس دوران میں خالد قسری کی طرف سے کئی آدمی مغیرہ کے پاس آئے اور خالد قسری کی طرف سے یہ پیغام دیا "اب بھی وقت ہے کہ جھوٹی امامت اور جھوٹی نبوت سے توبہ کر لے۔ اللہ غفور الرحیم ہے' وہ تجھ کو معاف کر دے گا۔"

لیکن خالد قسری کے ان پیغامات سے مغیرہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خالد قسری مغیرہ سے خوف زدہ ہے اور اس کو معاف کر دینے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

اس نے خالد قسری کے ہر پیغام کا جواب تند و تیز لہجے میں دیا "جس کو اللہ نے امام اور نبی بنایا ہو وہ کسی حقیر انسان کے کہنے پر کس طرح تائب ہو سکتا ہے۔ تائب تو وہ ہوتے ہیں جن سے گناہ سرزد ہوں۔"

دمشق سے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے دریافت کیا "کیا وجہ ہے کہ ابھی تک مغیرہ قسر کے بارے میں ہمیں نہیں بتایا گیا کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ اسے گرفتار

کرلیا گیا اور قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ہمیں بتایا جائے کہ مغیرہ عجلی اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اور یہ پیروکار تعداد میں کل کتنے ہیں؟"

خالد قسریٰ نے جواب میں لکھ دیا "میری یہ کوشش ہے کہ مغیرہ عجلی اپنی جھوٹی امامت اور نبوت سے باز آجائے۔ اس سلسلے میں کئی بار کوششیں کی گئیں مگر ناکامی ہوئی۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کے چھ پیروکار بھی گرفتار ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ قید و بند کی سختیاں انہیں اپنے جھوٹے نبی اور امام سے بے زار کردیں گی۔ اگر یہ سختیاں مغیرہ کو بھی پریشان کرسکیں اور وہ اپنی جھوٹی امامت اور نبوت سے تائب ہوگیا تو اس کا اثر ان ہزاروں گمراہوں پر بھی پڑے گا جو ابھی تک مغیرہ کو امام اور نبی سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی دوبارہ مسلمان ہوگئے تو اللہ کو ہمارا یہ فعل بہت پسند آئے گا۔ اسی لیے مغیرہ کے سلسلے میں تساہل اور تامل سے کام لیا گیا ہے۔"

اس کے بعد خالد قسریٰ نے مغیرہ اور اس کے پیروکاروں کو اپنے محل میں طلب کیا۔ اب خالد قسریٰ نے مغیرہ کو اس کا ماضی یاد دلایا۔ "دیکھ مغیرہ! تو نے خاصا مذہبی علم حاصل کرلیا ہے اور اسی علم سے تجھ پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ کوئی بھی نبی اپنے حسب نسب میں کمتر نہیں تھا۔ اسی طرح تجھے یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ کوئی نبی غلام بھی نہیں تھا۔ جب کہ تو میرا غلام رہ چکا ہے۔ میں نے تیری درخواست پر ازراہِ ہمدردی تجھ کو آزاد کردیا اور تو نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ امام اور نبی بن بیٹھا۔ تو نے میری بڑی خدمت کی ہے اسی لیے میں نے تجھے ڈھیل دے رکھی ہے لیکن اللہ اور رسولؐ اور دینی معاملات میں یہ ڈھیل ہمیشہ نہیں دی جائے گی۔ اب بھی وقت ہے کہ توبہ کرلے' میں تجھے اس علاقے کی حکومت دلوا دوں گا۔"

مغیرہ کچھ دیر خاموش رہا جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ کسی فیصلے اور نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کررہا ہو۔

اسی دوران میں خالد قسریٰ نے حکم دیا "زدوکوب کرنے والوں کو بلایا جائے۔"

شاید زدوکوب کرنے والے پہلے ہی سے باہر موجود تھے کیونکہ کہنے کی دیر تھی کہ دس بارہ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی جمعیت اندر داخل ہوگئی۔ یہ لوگ اپنے ہاتھوں میں درے اور قمچیاں لیے ہوئے تھے۔ سلمان ان کو دیکھتے ہی لرز گیا اور خالد قسریٰ سے کہا "خدا کے لیے آپ مجھے معاف کردیں۔ میں نے توبہ کی اور آپ سب کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ عجلی جھوٹا ہے۔ نہ تو یہ امام ہے اور نہ نبی۔ یہ خود بھی گمراہ ہوا اور ہمیں بھی گمراہ کررہا ہے۔ خدا کے لیے مجھے ان گمراہوں کے نرغے سے نکالا جائے۔"

سلمان کے اس اعلان سے مغیرہ چراغ پا ہوگیا اور بددُعا دی "بدبخت! اللہ تجھے کبھی خوش نہ رکھے۔ تو نے جان کے خوف سے اپنا سب کچھ ضائع کردیا۔"

مغیرہ کے پانچوں پیروکار سلمان پر لعنت بھیجنے لگے۔

خالد قسریٰ نے ان سب کو ڈانٹا اور کہا "خبردار! جو تم میں سے کسی نے اللہ کے اس تائب بندے کو کچھ کہا۔ تم لوگوں نے تو حد کردی کہ خود تو گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور جو توبہ کرکے راہ راست پر آگیا اس پر لعن طعن کررہے ہو۔"

اس کے بعد خالد قسریٰ نے ان سب کے ہاتھوں کو ان کی پشتوں پر بندھوا دیا اور دونوں پاؤں بھی باندھ دیے گئے۔

چند نے مزاحمت کی تو ان کی پٹائی کردی گئی۔

اس کے بعد خالد قسریٰ نے زدوکوب کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ ان سب کی مرمت شروع کردیں۔

ان سب پر درے اور قمچیاں برسنے لگیں۔ یہ سب پٹ رہے تھے مگر ادھر ادھر بھاگ نہیں سکتے تھے۔

خالد قسریٰ ان کو پٹتا ہوا چھوڑ کر سلمان کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا اور باہر اپنے غلام کو حکم دیا "ایک ساعت بعد ان کی پٹائی موقوف کردی جائے۔ ان میں سے جو تائب ہوجائے' اس کو ان سے الگ کرلیا جائے اور بقیہ کو قید کردیا جائے۔"

ایک ساعت کی پٹائی کے بعد معلوم ہوا کہ دو آدمی اور تائب ہوگئے۔ انہیں خالد قسریٰ کے پاس پہنچا دیا گیا اور بقیہ کو قید کردیا گیا۔

اب صرف تین پیروکار مغیرہ کے پاس باقی بچے تھے اور مغیرہ کو ایسا لگتا تھا جیسے یہ تینوں بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ تنہا رہ جائے گا۔ قید خانے میں مغیرہ سرد آہیں بھرتا تھا اور تائب ہوجانے والوں کو بددعائیں دیتا تھا۔

دروں اور قمچیوں کی ضربات نے انہیں لہولہان کردیا۔ ان کے کپڑے جگہ جگہ سے سرخ ہورہے تھے۔ ان میں سے ایک پیروکار نے مغیرہ سے پوچھا "کیا آپ سچے امام نہیں ہیں؟"

مغیرہ نے جواب دیا "تم لوگوں نے آج سے پہلے کبھی اپنے اس شک و شبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر آج اس قسم کی باتیں کیوں کررہے ہو؟"

اس متذبذب شخص نے کہا "میں حیران ہوں کہ اللہ ایک امام اور ایک نبی کو پٹتے دیکھتا رہا لیکن اس کی غیرت جوش میں نہیں آئی؟"

مغیرہ نے جواب دیا "اللہ کی غیرت بہت جلد جوش میں آنے والی ہے۔ وہ ظالموں کی رسی دراز کردیتا ہے مگر جب کھینچتا ہے تو ظالم کہیں کا بھی نہیں رہ جاتا۔"

متذبذب شخص نے کہا "حیرت ہے کہ اللہ نے ایک امام اور نبی کو اس کے چند پیروکاروں کے سامنے اتنا ذلیل کردیا ہے۔ اب میری نظر میں آپ کی وہ وقعت نہیں رہی جو پہلے تھی۔"

مغیرہ بے قرار ہوگیا اور اس نے اپنے بقیہ دونوں پیروکاروں سے کہا "خدا کے لیے اس ڈگمگاتے ہوئے انسان کو روکو۔ اس وقت تو میرے ساتھی مسیح کے حواریوں کا کردار ادا کر رہے ہیں' کیا اب مجھے قید خانے میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

متذبذب پیروکار نے کہا "اگر آپ اپنے اور ہمارے لیے کچھ نہ کرسکے تو اس کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ اس قید خانے میں آپ تنہا ہوں گے اور آپ کے پیروکار توبہ کرکے باہر نکل جائیں گے۔"

مغیرہ نے اپنے بقیہ دونوں پیروکاروں کی طرف دیکھا جو اپنے زخموں کی وجہ سے کراہ رہے تھے اور آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

مغیرہ نے اٹھ کر باری باری دونوں کو جھنجوڑا "تم دونوں نے کچھ سنا۔ اگر سنا ہے تو پھر خاموش کیوں ہو؟"

متذبذب پیروکار نے کہا "میری ہی طرح یہ دونوں بھی تذبذب کا شکار ہیں۔ آپ کی بے بسی اور بے چارگی نے ہم سب کی آنکھیں کھول دی ہیں۔"

مغیرہ پاگلوں کی طرح چلایا "اوخدا! تو دیکھ رہا ہے کہ ان نادانوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور میں تنہا رہ گیا ہوں۔"

متذبذب پیروکار نے مشورہ دیا "آپ بھی توبہ کرکے اپنی جان بچائیں۔"

لیکن مغیرہ اس وقت کچھ عجیب ذہنی خلفشار کا شکار تھا' کبھی وہ کہتا "بے شک تم سب میرا ساتھ چھوڑ دو لیکن میں مسیح کی طرح آخری وقت تک اپنے آسمانی منصب کا دفاع کروں گا اور تم لوگ اسی طرح بے چین اور بے آسرا رہو گے۔ تم سے تمہارا دین تو پہلے ہی چھن گیا اب دنیا بھی چھن جائے گی۔"

یہ تینوں مغیرہ کو چھوڑ کر قید خانے کے ایک کونے میں جا بیٹھے۔ یہ سب مغیرہ کی امامت اور نبوت پر

باتیں کر رہے تھے۔ سب سے پہلے متذبذب پیروکار نے کہا "مجھے تو اس کی امامت اور نبوت پر اسی دن شبہ ہوگیا تھا جب اس شخص نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ اس دور کے امام حضرت نفس ذکیہ ہیں اور یہ نہیں کہا تھا کہ حضرت نفس ذکیہ نبی بھی ہیں۔"

دوسرے پیروکار نے کہا "لیکن ہمارے لیے یہ بات بڑی خطرناک ہوگی کہ ہم اگر تائب ہوجائیں اور خالد قسری پر اللہ کا کوئی عذاب نازل ہوا تو اس وقت کیا ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے؟"

تیسرے شخص نے کہا "اب کب عذاب نازل ہوگا۔ اور پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ خالد قسری تو ایک معمولی آدمی ہے' اصل شے خلافت بنو اُمیہ اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک مملکت اسلامیہ کا سب سے بڑا اور عظیم مسلمان ہے۔ خالد قسری یا اس جیسے لوگ جو کچھ کر رہے ہیں' اس کے پیچھے ہشام بن عبدالملک کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نہایت دبدبے اور اطمینان سے حکومت کر رہا ہے۔ اس پر بھی ابھی تک کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔"

مغیرہ دور بیٹھا ان تینوں کی باتیں سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر کچھ بھی سننے سے قاصر تھا' دور ہی سے پوچھا "تم لوگ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟"

ایک پیروکار نے کہا "اللہ سے کہئے وہ اپنے کسی فرشتے کو ہم دونوں کے درمیان وسیلہ بنادے اور ہم جو باتیں کر رہے ہیں انہیں آپ تک پہنچادے۔"

مغیرہ نے تینوں کو بددعائیں دیں اور کہا "اللہ کے فرشتے تم تینوں کی باتیں سننے نہیں آئیں گے بلکہ فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوگی اور دمشق اور کوفہ کو الٹ کر چلی جائے گی۔"

ایک پیروکار نے کہا "ایسا اگر آپ کی زندگی میں ہوجائے تو خوب ہو کیوں کہ اسی خطے سے آپ نے صعود کیا اور اسی خطے میں آپ کی قبر بھی بنے گی۔"

یہ مرحلہ مغیرہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا کہ اس کے پیروکار اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس نے خاموشی مناسب سمجھی اور چپ چاپ آنکھیں بند کرکے دیوار کے سہارے بیٹھ گیا۔ پھر ایک دن اس نے دیکھا کہ قید خانے میں وہ تنہا رہ گیا ہے۔ اس کے جملہ پیروکار غالباً تائب ہوکر رہائی حاصل کرچکے تھے۔ یہ گھڑیاں انتہائی تکلیف دہ اور سوہان روح تھیں' وہ بار بار زیر لب دہراتا "میں تو بالکل تنہا رہ گیا۔"

اسی عالم میں خالد قسری کے ایک آدمی نے آکر اس کو آخری بار سمجھایا "اب جب کہ تیرے ساتھی اور پیروکار تیرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو بھی کام کا آدمی بن جا اور اپنے دعوے سے باز آجا۔"

مغیرہ نہایت مضبوط اعصاب کا آدمی تھا' جواب دیا "میں خدائی احکام کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا کروں گا تو مجھے خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔"

خالد قسریٰ کا آدمی ناکام واپس گیا اور خالد قسریٰ نے غصے میں کہا "افسوس! مجھے اس شخص کو ایک ایسی سزا دینی پڑے گی جو تاریخ میں کسی اور نے کسی ایسے شخص کو نہ دی ہوگی۔"

آخر کار محل کے باہر میدان میں شہریوں کو جمع کیا گیا۔ یہاں سرکنڈوں کے پولے جگہ جگہ رکھے ہوئے تھے۔ ان پولوں کے درمیان مغیرہ کو کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے قریب ہی زدوکوب کرنے والوں کی ایک جماعت کھڑی کسی حکم کی منتظر تھی۔

خالد قسریٰ مغیرہ کے چھ تائب پرستاروں کے ساتھ مغیرہ کے پاس گیا اور کہا "مغیرہ! آج میں آخری بار تجھ کو یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ تو گمراہی کے گڑھے سے باہر نکل آ۔ اپنے ان چھ تائب ارادت مندوں کی طرح۔"

مغیرہ نے پھر وہی جواب دیا "نہیں' ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں اللہ کا بھیجا ہوا امام اور نبی ہوں۔"

خالد قسریٰ نے سرکنڈوں کے ایک پولے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسے اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے سے لگالے۔"

یہ ایک عجیب حکم تھا جو کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

مغیرہ کو حکم کی تعمیل میں تامل ہوا اور اس نے سرکنڈوں کے پولوں کو چھوا بھی نہیں۔

خالد قسریٰ نے بھاری بھرکم آواز میں کہا "تو نے میرا حکم نہیں سنا۔ اس پولے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سینے سے لگالے۔"

مغیرہ نے غصے میں کہا "یہ کیا فضول اور لایعنی حکم ہے۔ میں اس کی تعمیل نہیں کرسکتا۔"

خالد قسریٰ نے زدوکوب کرنے والوں کو حکم دیا "اس کو اس وقت تک مارتے رہو جب تک یہ میرے حکم کی تعمیل نہ کرے۔"

زدوکوب کرنے والی جماعت نے اس پر ہر طرف سے درے اور قمچیاں برسانا شروع کر دیں۔

جب اس کی خاصی پٹائی ہوگئی تو اس نے سرکنڈوں کا ایک پولا اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا کر کھڑا ہوگیا۔

خالد قسریٰ نے کئی دوسرے آدمیوں کو اشاروں سے حکم دیا کہ وہ آگے بڑھیں اور مغیرہ کو رسیوں سے جکڑ دیا جائے۔ اس کے دونوں ہاتھ سرکنڈوں کے پولے سمیت سینے سے باندھ دیئے گئے۔

اس کام کے بعد کچھ لوگ آگے بڑھے اور اس پر روغن نفت کا چھڑکاؤ کیا۔

سب سے آخر میں خالد قسریٰ نے سرکنڈوں کے پولے کو آگ دکھادی۔ روغن نفت کی وجہ سے ایک دم آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

مغیرہ نے چیخنا چلانا شروع کیا "ظالم' یہ تو کیا کر رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو' ایک دن اسی آگ میں تو بھی جل جائے۔"

اب وہ بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے دونوں پاؤں بندھے ہوئے تھے اور اس کے چاروں طرف سرکنڈوں کے پولوں کا انبار تھا اور وہ سب جل رہے تھے۔

مغیرہ کے چھ منحرف پیرو دور کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے۔ انہیں ایک بار پھر مغیرہ پر حیرت ہو رہی تھی جس نے امامت اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے اس دعوے پر پامردی سے قائم رہا۔ قید خانے میں کئی بار جب خالد قسریٰ کے سخت رویوں پر بات ہوئی تو ہمیشہ مغیرہ نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ خالد قسریٰ اس کو کوئی سخت سزا نہیں دے سکتا۔ اس کے علاوہ اپنے اس یقین کا بھی اظہار کیا تھا کہ اللہ اپنے اس خاص بندے کو تنہا نہیں چھوڑے گا اور کسی بھی وقت غیب سے اس کے بچاؤ کا انتظام ہوجائے گا لیکن یہ جھوٹی امامت اور نبوت تھی جو سرکنڈوں کے پولوں اور روغن نفت کی مدد سے جلائی جارہی تھی۔

شہریوں کا ہجوم یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع ہوگیا تھا۔ انہیں عبرت ہو رہی تھی اور یہ عجیب اتفاق کی بات تھی کہ اس موقع پر کئی علماء نے خالد قسریٰ کے سزا کے اس طریقے کو سخت ناپسند کیا۔ ان کا طرزِ استدلال یہ تھا کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو آگ میں جلا دینے کی سزا دے۔ کیونکہ جہنم کی آگ میں جلانے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔

ان علماء نے خالد قسریٰ کو جب یہ بتایا کہ اس کی یہ سزا غیر اسلامی ہے تو خالد قسریٰ نے جواب دیا "مغیرہ کا دعویٰ بھی غیر اسلامی تھا۔"

مغیرہ کچھ دیر تو جلتا رہا اور کھڑا رہا اس کے بعد وہ زمین پر گر گیا اور حالت کرب میں مبتلا تڑپتا رہا یہاں تک کہ وہ راکھ ہوگیا۔

خالد قسریٰ نے سلمان سے پوچھا "تم لوگوں نے کسی دلیل اور حجت کے بغیر مغیرہ کو امام اور نبی مان لیا تھا ذرا بتاؤ تو سہی کہ اب وہ شخص کہاں ہے؟"

سلمان نے آہستہ سے جواب دیا "وہ پید سے ناپید ہوگیا۔"

خالد قسریٰ نے مغیرہ کے پیروکاروں سے کہا "میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں اس شخص کا نام

ونشان تک مٹادوں گا۔ دنیا والوں کو مغیرہ کا کوئی ہلکا سا نشان تک نہیں ملے گا۔ اب تلاش کر کے بتاؤ کہ اگر مغیرہ اس دنیا میں کہیں موجود تھا تو اب وہ کہاں ہے؟"

لیکن خالد قسری کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ جن علماؑ نے خالد قسری کے طریقہ سزا کو ناپسند کیا تھا اور اس پر صدائے احتجاج بلند کیا تھا اس کا اثر سلمان اور اس کے پانچوں ساتھیوں پر کیا پڑا تھا۔ وہ اسے مغیرہ کی جیت سمجھ رہے تھے کیونکہ خاص علمائے کرام کا آخری وقت میں خالد قسری سے اختلاف رکھنا اور مغیرہ کی تائید میں بولنا بہت معنی خیز تھا۔ وہ اسے مغیرہ کی کرامت سمجھ رہے تھے۔

خالد قسری کو بالکل یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ مغیرہ کے منحرف پیروکار اب اپنے کیے پر شرمندہ تھے۔ انہیں بے حد افسوس تھا کہ انہوں نے مغیرہ کو تنہا جل جانے دیا اور خود خاموش کھڑے تماشا دیکھتے رہے۔ خالد قسری نے ان سب سے پوچھا "اب تم لوگ بتاؤ' اپنے لیے کیا پسند کرو گے' چاہو تو اسلامی فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ اگر فوج میں دلچسپی نہ ہو تو حکومت کے دوسرے شعبے موجود ہیں۔"

ان سب نے کہا "ہمیں دو چار دن سوچنے کی مہلت دی جائے۔"

خالد قسری نے کہا "جب تک تم لوگ کوفے میں موجود ہو' میرے مہمان ہو۔"

یہ لوگ تخلئے میں بہت روئے اور مغیرہ کی روح سے معافیاں مانگتے رہے۔

ان لوگوں نے دیر تک بحث و مباحثے سے کام لیا۔ کچھ کا خیال تھا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اس لیے ہمیں خالد قسری کی ملازمت اختیار کر لینی چاہیے کیونکہ اب ہمارے پاس کوئی مناسب ٹھکانا تو نہیں ہے۔

سلمان نے ان کی مخالفت کی اور کہا "جس شخص نے ایک جید امام اور نبی کو جلا دیا اس کی ملازمت کرنا گویا گناہوں پر قائم رہنا ہے۔"

اب دوسروں نے بھی سلمان سے اتفاق کیا اور اس سے کہا "ہمیں زندہ رہنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہے۔ اس لیے خالد قسری کی پیشکش کا خوب سوچ سمجھ کر جواب دو۔"

سلمان نے کہا "دوست! خوش قسمتی سے اب بھی ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو روحانی دنیا میں ہماری رہبری کر سکتا ہے۔"

ان سب نے حیرت سے پوچھا "وہ کون سی ایسی شخصیت ہے تم جس کی ملازمت میں جانا چاہتے ہو اور ہم اس سے واقف نہیں ہیں؟"

سلمان نے جواب دیا "وہ برگزیدہ ذات حضرت نفس ذکیہ کی ہے۔ تم سب کو یاد ہو گا کہ ہمیں مغیرہ

نے یہ بتایا تھا کہ حضرت نفس ذکیہ امام ہیں اور بہت جلدی اپنے دشمنوں پر غلبہ پالیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔"

سلمان کی اس رائے سے سبھی نے اتفاق کیا اور بالآخر یہ طے پا گیا کہ انہیں خالد قسری کی ملازمت نہیں کرنا ہے۔ یہ لوگ بیک وقت دین و دنیا کی سرخروئی حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس کارِ خیر کے لیے حضرت نفس ذکیہ کی خدمت کرنے سے بہتر دوسری کوئی جگہ نہیں تھی۔

سلمان نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا "دوستو! دیکھو' ہم سے جو گناہ سرزد ہوا ہے ہمارا ضمیر زندگی بھر اس پر ملامت کرتا رہے گا۔ ہماری روح کو کہیں بھی سکون نہیں ملے گا۔ میں نے اس کے لیے ایک تجویز سوچی ہے۔ اگر اس پر عمل کر کے ہم ذہنی سکون حاصل کر لیں گے تو گویا یہ ہماری سب سے زیادہ بہتر صورت ہو گی۔"

ساتھیوں نے سلمان پر دباؤ ڈالا کہ اب بھی کوئی راستہ ہے تو ہم اس پر ضرور چلیں گے۔

سلمان نے کہا "دوستو! ہم چالیس دن تک نمازیں پڑھ پڑھ کر اپنے گناہوں اور لغزشوں کی معافیاں مانگتے رہیں۔ شاید اس طرح رحمت خداوندی جوش میں آجائے اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔"

متفقہ طور پر یہ طے پا گیا کہ وہ سب چالیس دن تک نمازیں پڑھ پڑھ کے توبہ واستغفار کرتے رہیں گے اور پھر حضرت نفس ذکیہ کی ملازمت اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنا زیادہ وقت کوفہ کی جامع مسجد میں گزارنا شروع کر دیا۔

خالد قسری ان سے بار بار پوچھتا تھا کہ وہ سب اس کی ملازمت میں کب تک آجائیں گے؟

ان سب کی طرف سے سلمان نے جواب دیا "جناب! ماضی میں ہم سے جو ایک غلطی سرزد ہوئی ہے ہم اسی کے لیے توبہ واستغفار میں لگے ہوئے ہیں۔ جب ان سے نجات حاصل ہو جائے گی تو ہم سب آپ کے پاس آجائیں گے۔"

خالد قسری ان سب کا انتظار ہی کرتا رہ گیا اور یہ لوگ چالیس دن پورے کرنے کے بعد کہیں روپوش ہو گئے۔ خالد قسری انہیں تلاش کرتا رہا۔ اس کو ان سب کی ماہیت قلبی کا کچھ اندازہ نہیں تھا۔ یہ سب مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے کیونکہ ان دنوں حضرت نفس ذکیہ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔

راستے میں ان کو کیسی کیسی مصیبتیں جھیلنا پڑیں سب کچھ ان کے ہی دل جانتے تھے۔

سلمان نے خواب میں مغیرہ کو دیکھا۔ یہ شخص بہت بشاش نظر آیا۔ مغیرہ سلمان سے شکایت کر رہا

تھا کہ تو نے میرے پانچوں ساتھیوں کو ورغلایا اور مجھے تنہا کردیا لیکن یہاں میں تنہا نہیں ہوں اور عنقریب تمہیں معلوم ہوگا کہ میں کیا تھا' کیا ہوں اور کیا رہوں گا۔

سلمان جب بیدار ہوا تو اس کو ایسا لگا جیسے اس کے آس پاس کوئی شخص موجود تھا۔

اس نے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے ساتھیوں سے نہیں کیا۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو ان کی وارفتگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ لوگ حضرت نفس ذکیہ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے مگر دوسری طرف سے ان کو یہ حکم سنادیا جاتا تھا کہ فی الحال یہ ملاقات ممکن نہیں۔

کئی مہینوں کی جدوجہد کے بعد حضرت نفس ذکیہ نے انہیں طلب کرلیا۔

سلمان سب سے آگے آگے تھا۔ اس نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کروایا۔

حضرت نفس ذکیہ ان کی باتیں سنتے رہیں اور پھر پوچھا "تم لوگوں نے آخری وقت میں اس کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا تھا؟"

سلمان نے جواب دیا "اس کی کچھ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔"

حضرت نفس ذکیہ نے پوچھا "اس نے میرے بارے میں کیا کہا تھا؟"

سلمان نے جواب دیا "وہ آپ کو امام کہتا تھا اور یہ پیش گوئی کی تھی کہ آخر کار آپ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرلیں گے اور رفتہ رفتہ پوری دنیا پر آپ کی حکومت ہوجائے گی۔"

حضرت نفس ذکیہ نے غصے میں جواب دیا "وہ جھوٹا تھا۔ اسے تم لوگ زیادہ سے زیادہ کاہن کہہ سکتے ہو۔ اس نے اپنی زندگی میں جو کچھ کہا اس کی حیثیت کہانت سے زیادہ نہیں ہے۔"

سلمان کو اس تبصرے سے بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ یہاں کیا امیدیں لے کر آیا تھا اور اسے کیا مل رہا تھا لیکن اچانک اسے اپنا وہ خواب یاد آیا جس میں مغیرہ نے اس سے یہ کہا تھا کہ اس کی دائمی حیثیت کے بارے میں حضرت نفس ذکیہ کے پاس پہنچنے کے بعد علم ہوگا۔ چنانچہ اس کو آج مغیرہ کے بارے میں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ایک فریبی شخص تھا۔ دغاباز' مکار' عیار' کاہن.... اب مغیرہ اس کی نظروں سے بالکل گرچکا تھا لیکن نفس ذکیہ کا مقام اور مرتبہ اس سے کہیں بلند تھا۔

ان لوگوں نے حضرت نفس ذکیہ کی ملازمت اختیار کرلی۔ سلمان نے ان سب کو سمجھایا "دیکھو! یہاں تم لوگ نہایت ہوشیاری اور سمجھ داری سے کام کروگے اور مرتے دم تک مغیرہ کا نام نہیں لوگے۔"

اس دوران میں بڑے انقلابات آئے۔ بنواُمیہ کا آخری فرمانروا محمد الحمار شکست اٹھانے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہیں گم ہوگیا۔

عباسی اور علوی بنواُمیہ کی حکومت سے اپنے حق کے لیے لڑنے میں کامیاب ہوگئے تھے اور اصولاً حسب معاہدہ یہ حکومت علویوں کو ملنی چاہیے تھی مگر اس پر قبضہ عباسیوں کا ہوگیا۔ ان لوگوں نے بھی اپنے حلیف علویوں سے وہی سلوک کیا جو اب تک بنواُمیہ کی حکومت کرتی رہی تھی۔ ابوالسفاح عباسی پہلا خلیفہ بن گیا اور عباسی اپنی خلافت اور حکومت کو استحکام بخشنے میں مصروف ہوگئے۔ علوی حیران تھے کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہ گومگو لوگ ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ ان میں حضرت نفس ذکیہ کے لوگ بھی شامل تھے۔

حضرت نفس ذکیہ کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور مدینہ منورہ سے کہیں اور منتقل ہوجائیں۔

ان مشوروں پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس حلق تلفی کی جھنجلاہٹ میں بڑے بوڑھے بھی حضرت نفس ذکیہ کے ساتھ ہوگئے لیکن یہ سب جذباتی لوگ تھے۔ فکر اور تدبر' زمانے کے شدائد اور سختیاں بڑھتی چلی گئیں۔ ابوالسفاح نے ہر مخالف قوت کا نہایت ہوش مندی سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس کی جگہ اس کے بھائی منصور جعفر نے تخت خلافت سنبھالا۔ یہ عباسیوں میں دوسرا خلیفہ تھا جو اپنے علم کی وجہ سے فقیہ کہلانے کا مستحق تھا۔ اس نے بھی علویوں کے زور کو توڑنے کے لیے بہت کچھ کیا لیکن علوی غریب اس وقت بھی خانماں برباد تھے۔

ابو منصور جعفر نے اپنے عمال حکومت کو سختی سے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جہاں کہیں علوی ظاہر ہوں' انہیں کچل دیا جائے۔ چنانچہ حضرت نفس ذکیہ جہاں بھی نمودار ہوتے خلافت عباسیہ ان کا پیچھا کرتی' ان کا قتل عام کرتی۔

سلمان اور اس کے ساتھی مغیرہ کی پیش گوئی پر یقین رکھتے تھے کہ ایک دن نفس ذکیہ دنیا پر قابض ہوجائیں گے اور پھر قیامت تک ان کی حکومت قائم ودائم رہے گی لیکن جب بار بار ہزیمتیں ہوئیں اور ابو منصور جعفر کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں تو سلمان اور اس کے ساتھی پھر شک وشبے میں مبتلا ہوگئے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر دل بہلاتے رہتے تھے کہ آخر کار آخری فتح حضرت نفس ذکیہ کو ہی حاصل ہوگی۔

ابو منصور جعفر کے ایک لشکر نے حضرت نفس ذکیہ کا خوفناک مقابلہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اس لڑائی

کے بعد کوئی لڑائی نہیں ہوگی اور اسی جنگ میں حضرت نفس ذکیہ کا کام تمام ہو جانا چاہیے۔

چنانچہ شام تک لڑائی جاری رہی۔ گویا حضرت نفس ذکیہ نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس جنگ میں یا تو مارے جائیں گے یا اپنے دشمن کو نیست و نابود کر دیں گے۔

پھر اچانک شور بلند ہوا کہ حضرت نفس ذکیہ مارے گئے۔ لشکر کے ذمے دار لوگوں نے حضرت نفس ذکیہ کو قتل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ان کے حوصلے جواب دے گئے تھے۔ لیکن عباسیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ علویوں کو بھاگنے نہیں دیں گے۔ بہت کم لوگ اپنی جانیں بچا کر فرار ہو سکے۔

سلمان نے حضرت نفس ذکیہ کو قتل ہوتے دیکھا تو اسے چھبیس سال پیچھے ۱۱۹ھ کا سال یاد آیا جس سال مغیرہ نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ حضرت نفس ذکیہ امام مہدی آخر الزماں ہیں۔ اور یہ بالآخر عباسیوں پر غالب آجائیں گے اور پھر دنیا مہدی آخر الزماں کی تابع فرمان ہوگی۔

سلمان ایک عام آدمی کی طرح حضرت نفس ذکیہ کے سرہانے بیٹھ گیا اور روتے ہوئے کہا "اللہ کے راز اللہ ہی جانے مگر ہمیں تو مغیرہ نے کچھ اور ہی بتایا تھا۔ آپ کی حکومت اب کب قائم ہوگی؟ مغیرہ نے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا تھا؟"

عباسیوں نے سلمان کو بھی گرفتار کر لیا اور پوچھا "تیرا اس مرنے والے سے کیا رشتہ تھا؟"

سلمان نے جواب دیا "وہی رشتہ جو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ خانوادہ رسولؐ کے چشم و چراغ تھے۔ اس لیے میں ان کا ایک انتہائی حقیر اور بے توقیر پرستار ہوں۔"

ایک عباسی نے طنزاً کہا "حضرت نفس ذکیہ کا تعلق حضرت علیؓ سے تھا جبکہ عباسی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس طرح خانوادہ رسولؐ سے عباسیوں کا تعلق ہے۔"

سلمان حسب نسب سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔ خاموشی اختیار کر لی اور اسی خاموشی نے اس کی جان بچا دی تھی۔

اب سلمان کا جھگڑا اکثر لوگوں سے ہوتا رہتا تھا۔

سلمان کہتا تھا "مغیرہ نے حضرت نفس ذکیہ کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو کر رہے گی۔"

اس سے پوچھا گیا "اب حضرت نفس ذکیہ کہاں سے آئیں گے اور کس طرح کا مقابلہ کریں

گے؟"

سلمان نے جواب دیا "میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ قتل نہیں ہوئے بلکہ وہ کوہ حاجز میں جا کر مستور ہو گئے ہیں اور جب انہیں حکم ہوگا تو ظاہر ہو کر رکن اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان لوگوں سے بیعت لیں گے اور اپنے دشمنوں کو شکست دے کر روئے زمین پر عمل دخل کر لیں گے۔"

یہ باتیں عجیب و غریب تھیں۔ سلمان سے پوچھا گیا "یہ کس طرح ممکن ہے کیونکہ حضرت محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ تو ابو منصور جعفر کے لشکر کے ہاتھوں نذرِ اجل ہو چکے ہیں۔ اب وہ کس طرح آئیں گے کہ مقابلہ کریں گے؟"

سلمان نے جواب دیا "وہ شخص جس کو حضرت نفس ذکیہ کی شکل میں ہلاک کیا گیا' شیطان تھا۔ اس نے حضرت محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔"

صدیاں گزر گئیں' آج بھی محمدیہ نامی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ حضرت محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کی آمد کے منتظر ہیں۔

✪✫✪